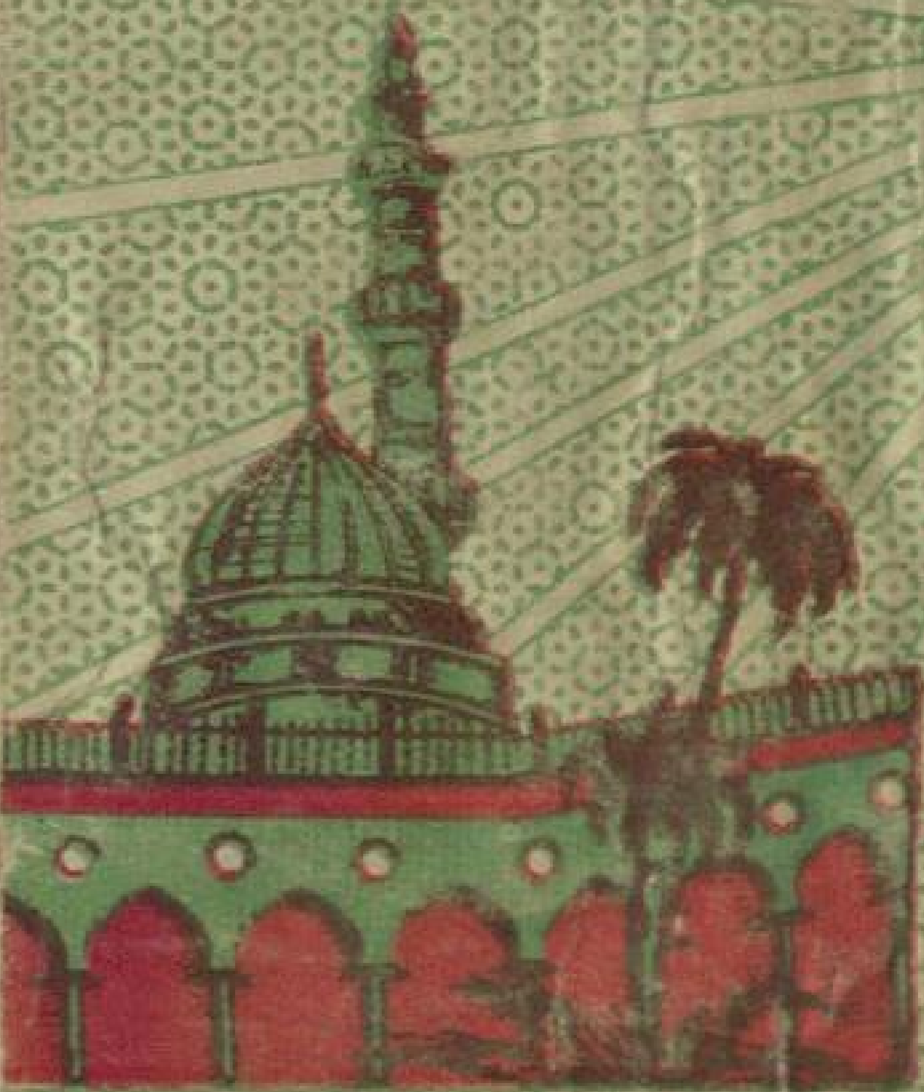
قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین

یا رسول اللہ





مرتبہ
حضرت علامہ
نور محمد صاحب قادری

مواعظِ رضویہ

ناشر: سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ لائل پور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مواعظ رضویہ

(حصہ پنجم)

مصنفہ

استاذ العلماء حضرت مولانا نور محمد قاری رضوی

بمع

رسالہ گیارہویں شریف مصنفہ مولانا علم الدین صاحب مرحوم

الناشر

سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ - لائل پور

تاریخ اشاعت دسمبر ۱۹۷۳ء

تعداد .... ایک ہزار

قیمت

مجلد بارہ ۱۲ روپے

ہاشمی آفسٹ پرنٹنگ پریس لائلپور

فہرست مضامین مواعظ رضویہ حصہ پنجم

ضروری گذارش

پہلا وعظ

نبی پاک کا علم غیب حدیث کی روشنی میں ـــــ پہلی تقریر

حضرات! اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ثبوت قرآن پاک کی آیتوں سے مواعظ رضویہ حصہ چہارم میں بیان کیا گیا ہے۔ اب خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی زبان گوہر فشاں سے ثابت کیا جاتا ہے۔ (۱) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مُشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَہَا الحدیث

رواہ مسلم (مشکوٰۃ فضائل سید المرسلین ص۵۱۲)

بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری زمین سمیٹ دی۔ پس میں نے تمام مشرقوں اور مغربوں کو ملاحظہ فرمایا۔

فائدہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ زمین کا چپہ چپہ نظر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اور زمین کا کوئی قلعہ نظر مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں۔ بلکہ آپ زمین اور ما فیہا کے جملہ احوال جانتے ہیں۔ باذنہٖ تعالیٰ۔

ملا علی قاری مرقات میں اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

حَاصِلُہٗ اَنَّہٗ طَوٰی لَہُ الْاَرْضَ وَجَعَلَہَا مَجْمُوْعَۃً کَہَیْئَۃِ کَفٍّ فِیْ مِرْاٰۃِ نَظْرِہٖ۔

(مرقات بحوالہ مشکوٰۃ ص۵۱۲)

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے زمین سمیٹ دی اور تمام زمین کو آپ کے نظر کے شیشہ میں مثل ہتھیلی کے کر دیا۔

الغرض ساری زمین شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسی ہے۔ کہ ہتھیلی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے۔ آپ زمین کے دانہ دانہ کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

۲۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ

میں نے اپنے رب بزرگ و برتر کو اچھے حال میں دیکھا، تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے شانوں

فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الحدیث رواہ الدارمی (مشکوٰۃ صنے)

درمیان رکھی، پس میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے دونوں پستانوں کے درمیان (قلب میں) پائی، پس میں نے ہر چیز کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔

فائدہ حدیث اس مضمون میں نص ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا علم غیب عطا فرمایا گیا۔ کہ آپ تمام آسمانوں اور زمینوں کے ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔

يَعْنِيْ مَا اَعْلَمَهُ اللّٰهُ مِمَّا فِيْهِمَا مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَالْاَشْجَارِ وَغَيْرِهِمَا وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنْ سِعَةِ عِلْمِهِ الَّذِيْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ (مرقات بحوالہ مشکوٰۃ صنے)

اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز بتلائی ہے۔ جو آسمان و زمین میں ہے فرشتوں اور درختوں وغیرہ سے یہ عبارت ہے۔ آپ کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھولا ہے۔

فاضل جلیل عالم نبیل محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہیں:۔

پس دانستم ہرچہ در آسمان ہا و ہرچہ در زمین بود عبارت است از حصول تمامۂ علوم جزدی و کلی واحاطۂ آن (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳۳۳)

پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں تھا۔ اور جو کچھ زمین میں تھا۔ یہ عبارت ہے اس بات سے کہ آپ کو جزئی اور کلی تمام علوم حاصل ہو گئے اور ان کا احاطہ کر لیا۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کو علم غیب کلی حاصل ہے فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(۳) علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری

اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ ۔ (انوار محمدیہ صـ۴۸۱)	دنیا کو پیش فرما دیا۔ پس میں اس دنیا کو اور جو کہ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسا کہ اپنے اس ہاتھ کو دیکھتا ہوں۔

فائدہ حضرات! ہمارے آقا و مولا رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اور واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ ہر شئی میرے پیش نظر ہے، اور میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ مگر خدا برا کرے منکرین کا کہ وہ ایسے واضح ارشاد کے باوجود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کے ثابت کرنے کو شرک و کفر کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ منکرین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کمال کے منکر نظر آتے ہیں۔ اور ایسے صاف ارشادات سے اپنی آنکھیں بند کرکے اندھے بن جاتے ہیں۔ واقعی یہ لوگ دل کے اندھے ہیں۔ جس کی وجہ سے کمال مصطفوی کو دیکھ نہیں سکتے۔

(۴) حضرت امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ صـ۵۰۶)	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ پس ہم کو ابتدائے پیدائش کی خبر دی۔ یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں داخل ہوگئے۔ اور جہنمی اپنی منزلوں میں۔ جس نے یاد رکھا اس کو اس نے اس کو یاد رکھا۔ جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔

فائدہ اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ سردار دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام میں دو قسم کے واقعات کی خبر دی۔ کہ اس عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ پھر عالم کی انتہا کس طرح ہوگی یعنی آپ نے روز ازل سے تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ و قطرہ تک بیان کردیا۔ اب منکرین بتائیں۔ کہ کون شئی باقی رہ گئی جس کا علم حبیب

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں تھا۔ خدا تعالےٰ منکرین کو عقل سلیم عطا فرمائے جس سے ان مبارک ارشادوں کو سمجھ سکیں۔ آمین یارب العالمین۔

فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحت حدیث مذکورہ لکھتے ہیں۔

یعنی احوال مبدء و معاد از روز اوّل تا آخر ہمہ را بیان کرد (اشعۃ اللمعات جلد رابع صـ ۴۴۲)	یعنی آپ نے مبدء اور معاد کے احوال اوّل سے آخر تک تمام کو بیان فرمایا۔

(۵) حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الْفَجْرَ وَصَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ صـ ۵۴۳)	ایک دن ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی فجر کی اور منبر پر چڑھے اور ہم کو خطبہ دیا۔ یہانتک ظہر حاضر ہوئی پس آپ اُترے اور نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا، ہم کو یہاں تک کہ عصر حاضر ہوئی، پھر آپ اُترے اور نماز پڑھی، پھر منبر پر چڑھے۔ یہانتک سورج غروب ہو گیا پس آپ نے ہم کو خبر دی، ہر چیز کی جو قیامت تک ہونے والی ہے، راوی نے کہا۔ ہمارا زیادہ عالم وہ ہے۔ جو اس کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔

فائدہ اس حدیث مبارک سے ثابت ہُوا۔ کہ آپ نے تمام حوادثات وعجائب و غرائب جو بھی دنیا میں ہونے والے تھے۔ قیامت تک بیان فرما دیئے۔ لہٰذا آپ کو ان تمام چیزوں کا علم حاصل ہے۔

علامہ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

پس خبر داد مارا بچیزیکہ پیدا شوندہ	پس آپ نے خبر دی ہم کو ہر چیز کی جو پیدا

است از حوادث و وقائع و عجائب و غرائب تا روز قیامت۔	ہونے والی ہے۔ حوادثات اور واقعات اور عجائبات اور غرائب سے قیامت تک۔
(اشعۃ اللمعات جلد رابع صفحہ ۵۹)	

الغرض ہمارے رسول پاک صلّی اللہ وسلّم قیامت تک جملہ واقعات جانتے ہیں اور کوئی شئ آپ کے علم سے باہر نہیں ہے۔ دیکھا حضرات! ہمارے رسول پاک کا علم غیب کتنا بڑا ہے کہ آپ کو ہر شئ کا ہر وقت علم ہے۔

(۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَّكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ	ہم میں ایک مقام پر اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قیام فرمایا تو آپ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی جو اپنے مقام میں ہونے والی ہے قیامت تک مگر اس کی خبر دی۔ جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔
رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۱)	

فائدہ اس حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہوا۔ کہ آپ قیامت تک ہونے والے واقعات جانتے ہیں۔ اور ان کی خبر بھی اپنے صحابہ کو دی۔ یہ ہے علم غیب جو باذن اللہ آپ جانتے ہیں۔

دُوسرا وعظ

علم غیب حدیث کی روشنی میں ——— دُوسری تقریر

(۷) نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ	خدا کی قسم نہیں چھوڑا رسول خدا صلّی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَعَهٗ ثَلٰثَمِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاِسْمِهٖ وَاِسْمِ اَبِيْهِ وَاِسْمِ قَبِيْلَتِهٖ رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص۴۶۳)

علیہ وسلم کسی فتنہ کے چلانے والے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کے ساتھی تین (۳۰۰) سو یا زیادہ تک پہنچیں گے، مگر ہم کو اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلہ کا نام بتا دیا۔

فائدہ دیکھ لو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک آنے والے فتنہ پردازوں کے نام مع باپ اور قبیلہ بیان فرما دیئے اس سے بڑھ کر اور علم غیب کیا ہوتا ہے

اعتراض بعض نا واقف منکرین ان سابقہ حدیثوں کے متعلق یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ بات عقل تسلیم نہیں کر سکتی۔ کہ آپ نے ایک مقام پر کھڑے ہو کر قیامت تک کے واقعات و حوادثات تفصیلاً بیان فرما دیئے ہوں۔ اتنے مختصر وقت میں اتنے بیشمار واقعات کیسے بیان ہو سکتے ہیں۔

جواب عرفاء کے نزدیک طے بسط زمان کا مسئلہ مسلمات اور مقررات سے ہے یعنی تھوڑے وقت میں بہت کام کر لینا یہ بسط زمان ہے۔ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے معجزہ اور اولیائے عظام کے لئے کرامت ہے۔ دیکھو تورات شریف ایک بہت بڑی کتاب اور دفتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا یاد کرنا انبیائے اسرائیل کے لئے معجزہ سمجھا گیا ہے۔ مگر اسی بڑی کتاب تورات کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجُ فَيَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ وَلَا يَاْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ رواہ البخاری (مشکوٰۃ شریف ص۵۰۰)

آسان کر دیا گیا حضرت داؤد علیہ السلام کو قرآن (زبور) کہ آپ اپنے گھوڑوں کو زین لگانے کا حکم دیتے تھے تو آپ ان کی زین لگانے سے پہلے زبور پڑھ لیتے تھے اور آپ نہیں کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھوں کے کام سے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

قَدْ دَلَّ الْحَدِیْثُ عَلٰی اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَطُوْلُ الزَّمَانَ لِمَنْ شَآءَ مِنْ عِبَادِہٖ کَمَا یَطْوِی الْمَکَانَ لَھُمْ وَھٰذَا الْبَابُ لَا سَبِیْلَ اِلٰی اِدْرَاکِہٖ اِلَّا بِالْفَیْضِ الرَّبَّانِیِّ۔ (مرقات بحوالہ مشکوٰۃ ص۵۰۸)	یہ حدیث اس مسئلہ پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمانے کو لمبا کر دیتا ہے، اپنے بندوں سے جس کے لئے چاہے جیسا ان کے لئے لپیٹ دیا جاتا ہے اور یہ مسئلہ جس کے ادراک کی طرف سوائے فیض ربانی کے کوئی طریقہ نہیں۔

فائدہ اگر داؤد علیہ السلام ایک تھوڑے سے وقت میں ایک بڑی کتاب ختم کر لیتے ہیں۔ تو بطریق اولیٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھوڑے سے وقت میں تمام واقعات روز ازل سے قیامت تک بیان کر سکتے ہیں۔ بلکہ بیان فرما دیئے ہیں۔ حضرت مشکل کشا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایک رکاب میں قدم رکھتے تو قرآن شروع فرماتے اور دوسری رکاب میں قدم رکھنے سے پہلے قرآن مجید ختم کر دیتے۔

علامہ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

از سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز نقل است کہ در رکاب پائے می نہاد تا پائے دیگر در رکاب نہادن ختم قرآن مے کرد و در روایتے از ملتزم کعبہ تا باب دے۔ (اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۵۷)	ہمارے سردار مومنوں کے امیر حضرت مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ ایک پاؤں رکاب میں رکھتے تو دوسرا پاؤں رکاب میں رکھنے تک سارا قرآن ختم کر دیتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ ملتزم کعبہ سے کعبہ کے دروازے تک ختم قرآن فرماتے تھے۔

(۸) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

فَرَاَیْتُہٗ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ رواہ احمد والترمذی (مشکوٰۃ ص۷۲)	پس میں نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا اس نے اپنی ہتھیلی میرے کندھوں کے درمیان رکھی۔ پس پایا میں نے اپنے پستانوں (دل) میں اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک کو پس روشن

ہوگئی مجھ پر ہر چیز اور میں نے پہچان لیا۔

فائدہ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا۔ کہ آپ باذن اللہ ہر شئی کو جانتے ہیں اور کوئی شئی آپ کے علم شریف سے باہر نہیں ہے۔ کیونکہ فتجلّٰی لی کلُّ شیئٍ موجبہ کلیہ ہے۔ اگر اس سے کوئی شئی باہر ہوگی جو علم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہے۔ تو موجبہ کلیہ صادق نہ آئے گا۔ کیونکہ موجبہ کلیہ سالبہ جزئیہ کی نقیض ہے۔ جب سالبہ جزئیہ صادق ہوگا۔ تو موجبہ کلیہ ہرگز نہ آئے گا۔

افسوس اور صد افسوس کہ منکرین کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم نہ تھا۔ مگر خود سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ہر شئی کا علم ہے۔ یہ لوگ اُمتی بن کر اپنے نبی پاک کے خلاف کر رہے ہیں۔ اور اس پر طُرّہ یہ کہ وہ اعلیٰ کے موحد اور جنّت کے اکیلے ٹھیکہ دار بنتے ہیں۔ اچھا اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت بخشے۔

(۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حِیْنَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّی الظُّھْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ السَّاعَۃَ وَذَکَرَ اَنَّ بَیْنَ یَدَیْھَا اُمُوْرًا عِظَامًا ثُمَّ قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْأَلَ عَنْ شَیْئٍ فَلْیَسْأَلْ عَنْہُ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْأَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ بِہٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا قَالَ اَنَسٌ فَاَکْثَرَ النَّاسُ الْبُکَاءَ وَاَکْثَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ قَالَ اَنَسٌ فَقَامَ اِلَیْہِ رَجُلٌ

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے جبکہ شمس ڈھل گیا۔ پس جب آپ نے ظہر پڑھی جب کہ سلام پھیرا منبر پر کھڑے ہوئے تو قیامت کا ذکر کیا اور ذکر کیا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو شخص دوست رکھے کہ کوئی شئے پوچھے پس وہ پوچھ لے۔ خدا کی قسم مجھ سے کوئی شئی نہ پوچھو گے، مگر میں تم کو اس کی خبر دوں گا، جب تک میں اپنے اس مقام (منبر) میں ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ (یہ سن کر) لوگ بہت رونے لگے، اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کثرت سے فرمانے لگے کہ مجھ

فَقَالَ اَیْنَ مَدْخَلِی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُذَیْفَۃَ قَالَ مَنْ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَبُوْکَ حُذَیْفَۃُ قَالَ ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ قَالَ فَبَرَکَ عُمَرُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا قَالَ فَسَکَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قَالَ عُمَرُ ذٰلِکَ

(بخاری جلد ثانی صفحہ ۱۰۸۳)

سے سوال کرو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کی طرف ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے یا رسول اللہ۔ فرمایا دوزخ، پھر عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کھڑے ہو کر پوچھا، یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے، فرمایا تیرا باپ حذیفہ ہے راوی نے کہا۔ پھر آپ بار بار فرماتے مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو۔ راوی نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھ کر عرض کی کہ ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی اور اسلام کے دین ہونے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں، تو آپ نے سکوت فرمایا، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے یہ عرض کیا۔

فائدہ مسلمانو! اس حدیث پاک لفظ لفظ سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہو رہا ہے۔ اولاً یوں کہ یہ مبارک فرمان فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ۔ بخدا جس چیز کا تم سوال کرو گے مگر اس کی تم کو خبر دوں گا۔ یہاں شَیْءٍ نکرہ تحت نفی میں زیادتی تعمیم کا فائدہ دے گا۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ ہر شئی سے کہ سوال کرو گے۔ میں جواب دوں گا۔ اگر آپ کو ہر شئی کا علم حاصل نہیں تو کیا آپ کا دعویٰ سچا ہوگا یا معاذ اللہ جھوٹا۔ اگر دعویٰ سچا ہے اور حقیقت میں سچا ہی ہے۔ اور یہ ماننا پڑے گا۔ کہ آپ ہر شئی کے عالم ہیں۔ پھر مخالفین کیوں اعتراض کرتے ہیں کہ فلاں شئی کا آپ کو علم نہیں تھا۔ ثانیاً اس لئے کہ سائل کو فرمانا کہ تیرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ علم غیب من جانب اللہ حاصل ہے جس سے

آپ دوزخی اور جنّتی کو پہچانتے ہیں۔ ثالثاً اس طرح کہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا صحیح باپ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ بتلانا واضح کرتا، کہ آپ ایسے پوشیدہ اور اور غیب کا علم رکھتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ہی واقفیت رکھتی ہے۔ ایسے غیبی امور اور پوشیدہ بات بتانا آپ کا علم غیب ہے۔ ایسی صاف اور واضح تصریحات کے باوجود منکرین وہابیہ کی بات کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو علم غیب نہیں تھا۔

(۱۰) حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غزوہ بدر میں فرمایا:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ یَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مسلم شریف جلد دوم ص۱۰۲)

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اپنے ہاتھ مبارک کو اِدھر اُدھر زمین پر رکھتے تھے۔ راوی نے کہا کہ کوئی ایک بھی مقتولین میں سے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم دست اقدس کی جگہ سے نہ ہٹا۔

فائدہ منکرین نجدیہ بڑے زور سے علم غیب کی نفی کے لئے یہ آیت پڑھتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (پارہ ۲۱) اس کا پورا جواب تو اپنے مقام میں آئے گا۔ مگر یہ کہ کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ کس زمین مرے گا۔ اب بتاؤ سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس حدیث میں بتادیا کہ فلاں کافر یہاں مرے گا، اور فلاں اس جگہ مرے گا معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو باذن اللہ علم غیب حاصل ہے۔ جس سے آپ جانتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں جگہ مرے گا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ اس آیت کا وہ معنی صحیح نہیں ہے۔ جو وہابیہ نجدیہ کرتے ہیں۔ ورنہ قرآن و حدیث میں تعارض واقع ہو جائے گا۔

(۱۱) شہنشاہِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی
الطِّیْنِ كَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ وَ
اُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّكْفُرُ
بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِیْنَ فَقَالُوْا
اِسْتِهْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ
مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَمَنْ یَّكْفُرُ مِمَّنْ لَمْ
یُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَلَمْ یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ
ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَ
اَثْنٰی عَلَیْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ
طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ
فِیْمَا بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا
نَبَّأْتُكُمْ بِهٖ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ
حُذَافَةَ السَّهْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ
یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ حُذَافَةُ
فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا
وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا وَّبِكَ نَبِیًّا
فَاعْفُ عَنَّا عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ فَقَالَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهَلْ
اَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ فَهَلْ اَنْتُمْ
مُنْتَهُوْنَ ـ

(خازن جلد اول صـ ۳۰۲)

پیش کی گئی مجھ پر میری اُمّت اپنی اپنی صورتوں
میں مٹّی میں جیسا کہ پیش کی گئی حضرت آدم
علیہ السلام پر اور مجھے بتایا گیا کہ کون مجھ
پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔
پس یہ خبر منافقوں کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے
لگے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
کہ وہ جانتے ہیں کہ کون اُن پر ایمان لائے گا
اور کون کفر کرے گا، حالانکہ وہ لوگ ابھی
پیدا نہیں کئے گئے حالانکہ ہم ان کے ساتھ
ہیں اور ہم کو نہیں پہچانتے پس یہ بات اللہ
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے
منبر پر قیام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی
پھر فرمایا کہ قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے
علم میں طعن کرتے ہیں، تم مجھ سے کسی چیز
سے نہیں سوال کروگے اب سے قیامت
تک مگر میں اس کی تم کو خبر دوں گا پس کھڑے
ہوئے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما
اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا باپ کون
ہے فرمایا حذافہ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ نے
کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ہم اللہ
کے رب ہونے پر راضی اور اسلام کے دین
پر قرآن کے امام ہونے پر اور آپ کے نبی
ہونے پر راضی ہیں ہم کو معاف فرمائیے۔ الخ

آپ کو معاف فرمائیے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم رُک جاؤ گے، کیا تم رک جاؤ گے۔

فائدہ اس حدیث پاک سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک یہ کہ ہمارے پیارے رسول حبیب خدا قیامت کے واقعات کے عالم ہیں۔ دوسرے یہ کہ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں طعن کرنا منافقوں کا شیوہ ہے۔ منکرین کے لئے یہ حدیث مبارک سوطِ عذاب ہے۔ کہ اگر وہ اب بھی آپ کے علم غیب میں زبانِ طعن دراز کریں گے۔ تو ان کے منافق ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔

تیسرا وعظ

مسئلہ علم غیب اکابر علماء اولیاء کرام کے اقوال کی روشنی میں پہلی تقریر

حضرات! منکرین کہتے ہیں۔ کہ ہم اہل سنت ہیں اور ہم اولیاء کرام کو مانتے ہیں۔ مگر ان کا یہ دعویٰ صرف زبان سے ہے۔ دل سے اس کا تعلق بالکل ہی نہیں۔ کیونکہ اگر وہ اہل سنت ہوتے اور اولیاء کرام کو صحیح طور پر مانتے تو علمائے اہل سنت اور اکابر اولیاء کے ارشادات کو بھی تسلیم کرتے۔ مگر معاملہ برعکس ہے۔ نہ تو علمائے اہل سنت کے اقوال کو مانتے ہیں اور نہ ہی اکابر اولیاء کے ارشادات پر کان دھرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ منکرین نجدیہ وہابیہ نہ اہل سنت ہیں اور نہ ہی اولیاء کرام کو تسلیم کرتے ہیں۔ دیکھیئے کہ اکابر علمائے اہل سنت اور اکابر اولیاء کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔ مگر منکرین قائل نہیں پتہ چلا کہ منکرین اپنے دعویٰ میں بالکل کاذب ہیں۔ آئیے علمائے اہل سنت اور اولیاء کرام کے دوبارہ علم غیب میں زرّیں اقوال سنیئے:۔

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی کا ارشاد اوّل:۔

وے صلی اللہ علیہ وسلم دانا است بہمہ چیز از شیونات ذات الٰہی و احکام و صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن اوّل و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فوق کل ذی علم علیم شدہ علیہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اتمہا واکملہا (مدارج جلد اوّل ص۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عالم ہیں، تمام چیزوں کے ذات الٰہی کی شانیں اور احکام الٰہی اور صفات حق اور اسماء اور افعال اور آثار سے اور تمام علوم ظاہری و باطنی اور اول و آخر پر احاطہ فرما کر فوق کل ذی علم علیم کے مصداق بن گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

فائدہ دیکھو۔ حضرت محدث رحمۃ اللہ علیہ واضح الفاظ سے بیان فرما رہے ہیں۔ کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اشیاء کے عالم اور تمام علوم ظاہری اور باطنی اور اوّل اور آخر پر احاطہ فرما ہیں۔ اب بتاؤ۔ کونسی شئی باقی رہ گئی ہے۔ جس کو آپ نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کا دوسرا ارشاد:۔

ہرچہ در دنیا است از زمانِ آدم تا اوانِ نفخہ اولیٰ بروے منکشف ساختند تا ہمہ احوال را از اوّل تا آخر معلوم گردد و یارانِ خود را نیز از بعضے ازاں احوال خبرداد۔ (مدارج النبوت جلد اوّل باب پنجم ص۱۷۵)

جو کچھ دنیا میں ہے آدم علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے نفخہ تک حضور علیہ السلام پر منکشف کر دیا۔ یہانتک کہ آپ کو اوّل سے آخر تک تمام احوال معلوم ہو گئے اور اپنے دوستوں کو بھی بعض احوال سے خبر دی۔

فائدہ حضرت محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرما دی۔ کہ آپ کو تمام احوال اوّل سے آخر تک معلوم ہیں۔ منکرین کا یہ کہنا کہ فلاں حال حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا۔ باطل ہو گیا۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ الباری کا تیسرا ارشاد

ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف او را از ابتداء تا انتہاء و بہ بیند کہ چہ تعلیم کردہ

جو شخص آپ کے احوال شریف کا ابتداء سے انتہا تک مطالعہ کرے اور دیکھے کہ آپ

دست او را پروردگار وا فاضہ کردہ است بروے علوم و اسرار ما کان و ما یکون۔

(مدارج جلد اوّل باب دوم صفحہ ۱۴۴)

کو پروردگار نے کیا سکھایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر ما کان و ما یکون کے علوم اور اسرار فیضان فرمائے ہیں۔

فائدہ اس عبارت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرما دی کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ما کان و ما یکون کے عالم ہیں، مگر منکرین ضدی یہ تسلیم نہیں کرتے اور پھر بھی اہل سنّت بنتے ہیں۔

حضرت قاضی ابو الفضل عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا ارشاد

أَطْلَعَهُ عَلَيْهِ مِنْ عِلْمِ مَا يَكُوْنُ وَمَا كَانَ وَعَجَائِبِ قُدْرَتِهِ وَعَظِيْمِ مَلَكُوْتِهِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

(شفاء شریف جلد اوّل صفحہ ۶۰)

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا ما کان و ما یکون کے علم سے اور اپنی قدرت کے عجائبات سے اور اپنی سلطنت و ملک کی عظمت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا سکھا دیا آپ کو ہر وہ شئی جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے

قاضی ابو الفضل عیاض اندلسی کا دوسرا ارشاد

هٰذَا مَعَ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَكْتُبُ وَلٰكِنَّهُ أُوْتِيَ عِلْمَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى قَدْ وَرَدَتْ آثَارٌ بِمَعْرِفَتِهِ حُرُوْفَ الْخَطِّ وَحُسْنَ تَصْوِيْرِهَا كَقَوْلِهِ لَا تَمُدُّوْا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَوَاهُ ابْنُ شَعْبَانَ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَوْلِهِ فِي الْحَدِيْثِ الْآخَرِ الَّذِيْ يُرْوٰى

اس کے باوجود کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لکھتے نہ تھے لیکن آپ کو ہر شئی کا علم عطا کیا گیا یہاں تک کہ بیشک، حدیثیں آئی ہیں۔ کہ آپ کتابت کے حروف کو پہچانتے تھے اور ان کی اچھی شکل کو پہچانتے تھے (یعنی یہ کہ کس طرح لکھے جائیں تو خوبصورت ہوں گے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ کشش سے نہ لکھو یعنی سین میں دندانے ہوں نری کشش نہ ہو اس حدیث کو روایت کیا ابن شعبان

عَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ كَانَ يَكْتُبُ بَيْنَ يَدَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ اَلْقِ الدَّوَاةَ وَحَرِّفِ الْقَلَمَ وَاَقِمِ الْبَاءَ وَفَرِّقِ السِّيْنَ وَلَا تُعَوِّرِ الْمِيْمَ وَحَسِّنِ اللّٰهَ وَمُدَّ الرَّحْمٰنَ وَجَوِّدِ الرَّحِيْمَ۔

(شفاء جلد اوّل ص ۲۳۵)

نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور آپ کا قول دُوسری حدیث میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حضور کے سامنے لکھ رہے تھے۔ کہ آپ نے ان کو فرمایا۔ کہ دوات میں صوف ڈالو اور قلم پر ترچھا قط دو۔ اور بسم اللہ کی ب کھڑی لکھو اور س کے دندانے جدا رکھو، اور م کو اندھا نہ کر دو، یعنی اس کے چشمے کی سفیدی کھلی رہے اور لفظ اللہ خوبصورت لکھو اور لفظ رحمٰن میں کشش ہو اور رحیم اچھا لکھو۔

فائدہ ان دونوں مبارک ارشادوں سے یہ ظاہر ہے۔ کہ ہمارے رسول پاک اور خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ما کان وما یکون علم حاصل ہے۔ اور ہر شیٔ کا علم معلوم ہے اور یہ کلمہ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر شیٔ کا علم ہے۔ نجدی قلعہ کو پاش پاش کر دیتا ہے اور وہابیت کی ساری اُمیدوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ نیز وہابیہ کا یہ اعتراض بھی مردُود ہو گیا۔ کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ الغرض قصر وہابیت کی اینٹ بجا دی۔ اور اہل سُنّت کا عقیدہ نصف النہار کی طرح ثابت ہو گیا۔ اور اہل سُنّت کے ایمان ان ارشادات سے تر و تازہ ہو گئے۔

علّامہ عارف باللہ مفسّر قرآن حضرت شیخ احمد صادی رحمتہ اللہ علیہ کا اوّل ارشاد

اَنَّهٗ لَمْ يَخْرُجْ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى اُحَاطَ بِوَقَائِعِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(تفسیر صادی جلد دوم ص ۹)

بے شک حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے۔ یہانتک کہ آپ نے دنیا اور آخرت کے جملہ واقعات پر احاطہ فرما لیا

علاّمہ عارف باللہ مفسّر قرآن حضرت شیخ احمد صادی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا ارشاد

وَالَّذِیْ یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ یَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَعْلَمَہُ اللّٰہُ بِجَمِیْعِ الْمُغَیَّبَاتِ الَّتِیْ تَحْصُلُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَھُوَ یَعْلَمُھَا کَمَا ھِیَ عَیْنَ یَقِیْنٍ لِمَا وَرَدَ رُفِعَتْ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ فِیْھَا کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ۔

(تفسیر صادی جلد دوم ص۹۷)

وہ چیز (عقیدہ) جس پر ایمان رکھنا واجب ہے۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام غیبوں کا علم عطا فرمایا جو دنیا اور آخرت میں حاصل ہوتے ہیں پس آپ ان سب کو کماھی عین یقین سے جانتے ہیں جیساکہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ دنیا میرے سامنے پیش کی گئی ہے اور میں اس میں نظر کرتا ہوں جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

فائدہ علاّمہ صادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کیسا ایمان افروز ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تمام غیبوں کے عالم ہیں۔ پھر اس پر مزید یہ کہ اس عقیدہ پر ایمان لانا واجب وضروری ہے۔ مگر اندھے نجدے کا برا ہو کہ وہ اُلٹا اس عقیدہ کو کفر و شرک کہتا ہے۔ یعنی اس ضدی کے نزدیک وجوب کفر و شرک ہے۔ العیاذ باللہ۔

چوتھا وعظ

مسئلہ علم غیب اکابر علماء اولیاء کرام کے اقوال کی روشنی میں ڈبل تقریر

قطب زمان واصل باللہ سیّدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا ارشاد

وَ اَقْوَی الْاَرْوَاحِ فِیْ ذٰلِکَ رُوْحُہٗ — اس میں زیادہ قوی روح سرکار دوعالم

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّہَا لَمْ یَحْجُبْ عَنْہَا شَیْئٌ مِّنَ الْعَالَمِ مُطَّلِعَۃٌ عَلٰی عَرْشِہٖ وَعُلُوِّہٖ وَ سُفْلِہٖ وَدُنْیَاہُ وَاٰخِرَتِہٖ وَنَارِہٖ وَجَنَّتِہٖ لِاَنَّ جَمِیْعَ ذٰلِكَ خُلِقَ لِاَجْلِہٖ (ابریز شریف ص ۲۷)	صلّی اللہ علیہ وسلّم کی رُوح ہے۔ بیشک اس پاک رُوح سے جہان میں کوئی ایک شئی پوشیدہ نہیں، پس یہ اس کے عرش اور اس کی بلندی وپستی اور دنیا وآخرت اور جنّت ودوزخ پر مطلع ہے۔ کیونکہ یہ تمام اشیاء حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کے لئے پیدا کی گئیں۔

فائدہ ایک بڑے ولی اللہ نے تصریح فرمادی، کہ حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کوئی شئی پوشیدہ نہیں۔ آپ کی نظر فرش سے عرش تک برابر پہنچتی ہے۔ اب بھی منکرین انکار کریں تو ان کا یہ عناد ہے۔

قطب زمان سیّدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا ارشاد:۔

مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ فِیْ نَظْرِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ اِلَّا كَحَلْقَةٍ مُلْقَاةٍ فِیْ فَلَاةٍ مِّنَ الْاَرْضِ۔ (ابریز ص ۲۴۲)	ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مؤمن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسی ہیں، جیسے ایک میدان لق ودق میں ایک چھلّا پڑا ہو۔

فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ ولی اللہ کی نگاہ میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہیں اور ان میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں۔ تو ضروری ہے کہ سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہِ کرم میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ہوں گی، اور زمینوں اور آسمانوں کی کوئی شئی آپ سے مخفی نہیں۔

قطب زمان سیّدی حضرت سیّدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تیسرا ارشاد آپ نے آیۃ کریمہ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا کے متعلق فرمایا:۔

المراد بالاسماء الاسماء العالیۃ لا الاسماء النازلۃ فان کلّ	اسماء سے مراد اسماء عالیہ ہیں نہ سافلہ کیونکہ ہر مخلوق کے دو نام ہیں علوی وسفلی۔

مخلوق له اسم عالٍ واسم نازل
فالاسم النازل هو الذی یشعر
بالمسمّٰی فی الجملة والاسم العالی
هو الذی یشعر باصل المسمّٰی ۔
من ای شئی هو ولفائدة المسمّٰی
ولای شیئٍ یصلح الناس من
سائر ما یستعمل فیه وکیفیة
صنعة الحداد له فیعلم من مجرد
سماع لفظه هذه العلوم والمعارف
المتعلقة بالفاس وهکذا کل
مخلوق والمراد بقوله تعالٰی
الاسماء کلها الاسماء التی
یطیقها اٰدم ویحتاج الیها سائر
البشر اولهم بها تعلق وهی
من کل مخلوق تحت العرش
الٰی ما تحت الارض فیدخل
فی ذلك الجنة والنار والسمٰوٰت
السبع وما فیهن وما بینهن
وما بین السماء والارض وما
فی الارض من البراری والقفار
والاودیة والبحار والاشجار
فکل مخلوق فی ذلك ناطق
او جامد الّا اٰدم یعرف من

سفلی نام تو صرف مسمّٰی سے ایک گونہ آگاہی
دیتا ہے اور اسم علوی وہ ہوتا ہے جو آگاہی
دیتا ہے مسمّٰی کی حقیقت و ماہیت سے اور
اس سے کہ وہ کس سے بنا ہے اور اس کا
فائدہ کیا ہے (مثلاً) کلہاڑی کس چیز کی
صلاحیت رکھتی باقی چیزوں سے جو اس
میں استعمال کی جاتی ہیں اور لوہار کی صنعت
کی کیفیت جو اس کے لئے ہے پس جانا جاتا
ہے محض اس لفظ کے سننے سے یہ علوم اور
معارف جو کلہاڑی سے متعلق ہوتے ہیں
اسی طرح ہر مخلوق مراد اللہ تعالٰی کے قول
الاسماء کلہا سے وہ اسماء ہیں جن کی آدم
علیہ السلام طاقت رکھتے ہیں اور تمام انسان
ان کی طرف محتاج ہیں یا اُن کا ان کے ساتھ
تعلق ہے اور یہ ہر مخلوق (شئی) ہے جو زیر عرش
سے زیر فرش تک ہے پس داخل ہیں ان
میں جنت و دوزخ اور ساتوں آسمان
اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے
درمیان ہے اور جو کچھ آسمان و زمین کے
درمیان ہے اور جو کچھ زمین میں جنگلوں
اور صحراؤں اور وادیوں و دریاؤں اور
درختوں سے ہیں۔ غرضیکہ تمام مخلوقات جو
اس میں ناطق اور غیر ناطق ہے مگر آدم علیہ السلام

اسمه تلك الامور الثلاثة اصله
وفائدته وكيفية ترتيبه و وضع
شكله فيعلم من اسم الجنة من
اين خلقت ولاى شيئ خلقت
وترتيب مراتبها وجميع ما
فيها من الحور وعدد من يسكنها
بعد البعث ويعلم من لفظ النار
مثل ذلك ويعلم من لفظ السماء
مثل ذلك ولاى شيئ كانت
الاولىٰ فى محلها والثانية وهكذا
فى كل سماء ويعلم من لفظ الملائكة
من اى شيئ خلقوا ولاى شيئ
خلقوا وكيفية خلقهم و
ترتيب مراتبهم وباى شيئ
استحق هذا الملاع هذا المقام
واستحق غيره مقاما اخر وهكذا
فى كل ملك فى العرش الى ماتحت
الارض فهذه علوم آدم
واولاده من الانبياء عليهم
الصلوٰة والسلام والاولياء
الكمل رضى الله تعالىٰ عنهم
اجمعين وانما خص آدم
بالذكر لانه اول من علم

پہچان لیتے ہیں ان کے نام سے یہ تین امور
ہر شئی کی اصل اور فائدہ اور ان کی ترتیب
کی کیفیت (کہ اس ترتیب سے ہے) اور ان
کی شکل کی وضع (کہ اس شکل پر ہے) پس جان
لیا انہوں نے جنّت کے نام سے کہ کہاں سے
بنی ہے اور کس لئے بنی ہے اور اس کے
مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور تمام حوروں
کو جو اس میں ہیں اور تعداد اس کے رہنے
والوں کی جو قیامت کے بعد داخل ہوں گے
اور جان لیا نار کے سننے سے مثل اسی کے
اور جان لیا لفظ آسمان سے مثل اسی کے
اور یہ کہ پہلا آسمان وہاں کیوں ہوا اور
دوسرا دوسری جگہ کیوں ہوا۔ اسی طرح ہر
آسمان میں اور جان لیا لفظ ملائکہ سے کہ
کس چیز سے پیدا ہوئے اور کس چیز کے
لئے پیدا کئے گئے اور کیوں کر بنے اور ان کے
مرتبوں کی ترتیب کیا ہے اور کس لئے یہ فرشتہ
اس مقام کا مستحق ہوا اور دوسرا دوسرے
کا مستحق اسی طرح عرش سے زیر زمین ہر
فرشتہ کا حال پس یہ تمام علوم آدم علیہ
السلام اور آپ کی اولاد سے انبیاء علیہم
السلام اور اولیاء کاملین رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کے ہیں، اور بیشک ذکر آدم علیہ السلام

هذه العلوم ومن علمها من اولاده فانما علمها بعده و ليس المراد انه لا يعلمها الا آدم وانما خصصنا بما يحتاج اليه وذريته وبما يطيقونه لئلا يلزم من عدم التخصيص الاحاطة بمعلومات الله تعالى وفرق بين علم النبي صلى الله عليه وسلم بهذه العلوم و علم آدم وغيره من الانبياء صلى الله عليه وسلم بها فانهم اذا توجهوا اليها يحصل لهم شبه سنام عن مشاهدة الحق سبحانه وتعالى واذا توجهوا نحو مشاهدة الحق سبحانه وتعالى حصل لهم شبه النوم عن هذه العلوم ونبينا صلى الله عليه وسلم لقوته لا يشغله هذا عن هذا فهو اذا توجه نحو الحق سبحانه وتعالى حصلت له المشاهدة التامة وحصل هذا له مع ذلك مشاهدة العلوم

کا خاص کیا گیا کیونکہ وہ اوّل ہیں ان سے جنہوں نے ان علوم کو جانا اور اپنی اولاد سے جنہوں نے ان کو جانا ہے بیشک ان کا جاننا آدم علیہ السّلام کے بعد ہے اور یہ مراد نہیں کہ ان کو فقط آدم علیہ السلام ہی جانتے ہیں اور بیشک ہم نے تخصیص کی اس کے ساتھ جس کی طرف آدم اور ان کی اولاد محتاج ہے اور اس کے ساتھ کہ جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں تاکہ عدم تخصیص سے جملہ معلومات الٰہیہ کا احاطہ لازم نہ آئے اور ان علوم میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور دیگر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام میں یہ فرق ہے کہ جب یہ حضرات اُن علوم کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں تو اُن کو مشاہدہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے ایک گونہ غفلت سی ہو جاتی ہے اور جب مشاہدہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجّہ ہوں تو ان علوم کی طرف سے ایک قسم کی نیند آجاتی ہے، مگر ہمارے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُن کی کمال قوت کے سبب ایک علم دوسرے سے مشغول نہیں کرتا۔ پس وہ عین مشاہدہ حق کے وقت مشاہدہ تام حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ان علوم اور جن کی طاقت

وغیرھا مما لا یطاق واذا توجہ نحو ھذہ العلوم حصلت لہ مع حصول ھذہ المشاھدۃ فی الحق سبحانہ وتعالی فلا تحجبہ مشاھدۃ الحق عن مشاھدۃ الخلق ولا مشاھدۃ الخلق عن مشاھدۃ الحق سبحانہ وتعالی۔ (ابریز شریف ص ۲۶۸-۲۶۹)

کسی میں نہیں اور ان کے غیر کا مشاہدہ بھی آپ کو حاصل ہوتا ہے اور جس وقت ان علوم کی طرف متوجہ ہوں تو آپ کے لئے یہ علوم بمعہ مشاہدہ حق کے حاصل ہوتے ہیں۔ پس آپ کے مشاہدہ حق مشاہدہ خلق سے پردہ نہیں بنتا اور نہ مشاہدہ خلق مشاہدہ حق سے حاجب ہوتا ہے۔

فائدہ حضرت قطب زمان کی اس تفصیل نے بتادیا، کہ حضرت آدم علیہ السّلام اور ہمارے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم و دیگر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اولیاء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عرش تا فرش اور جنّت و دوزخ تمام اشیاء کا علم رکھتے ہیں۔ مگر وہابیہ کسی ولی کی بات نہ سنتے ہیں اور نہ مانتے ہیں اور اولیائے کرام کے ارشادات کو بھی معاذ اللہ کفر و شرک کہہ دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ مگر گستاخ و بے ادب کے لئے ہدایت کہاں۔

عارف باللہ احد الاقطاب الاربعۃ سیدنا حضرت سیّد احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک ارشاد

ترقیات کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

اَطْلَعَہٗ عَلٰی غَیْبِہٖ حَتّٰی لَا تَنْبُتُ شَجَرَۃٌ وَلَا تَخْضَرُّ وَرَقَۃٌ اِلَّا بِنَظْرِہٖ۔
(طبقات الکبریٰ امام شعرانی ص ۱۲۳)

اللہ تعالیٰ اسے اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے۔ یہانتک کہ کوئی درخت نہیں اُگتا اور کوئی پتہ سرسبز (ہرا) نہیں ہوتا، مگر اس کی نظر کے سامنے۔

عارف باللہ حضرت سیّدی رسلان دمشقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک قول:۔

اَلْعَارِفُ مَنْ جَعَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ

عارف وہ ہوتا ہے جس کے دل میں اللہ

قَلْبِہٖ لَوْحًا مَنْقُوْشًا بِاَسْرَارِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَبِاِمْدَادِہٖ بِاَنْوَارِ حَقِّ الْیَقِیْنِ یُدْرِكُ حَقَائِقَ تِلْكَ السُّطُوْرِ عَلٰی اخْتِلَافِ اَطْوَارِھَا وَیُدْرِكُ اَسْرَارَ الْاَفْعَالِ فَلَا تَتَحَرَّكُ حَرَكَةً ظَاھِرَۃً اَوْ بَاطِنَۃً فِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ اِلَّا وَیَکْشِفُ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ عَنْ بَصِیْرَۃِ اِیْمَانِہٖ وَعَیْنِ عَیَانِہٖ فَیَشْھَدُھَا عِلْمًا وَّکَشْفًا

(طبقات الکبریٰ امام شعرانی ص۱۲۳)

تعالیٰ نے ایک لوح رکھی ہے کہ جملہ اسرار موجودات اس میں منقوش ہیں اور حق الیقین کے نوروں سے اسے امداد دی۔ کہ وہ اُن لکھی ہوئی چیزوں کی حقیقتیں خوب جانتا ہے۔ باآنکہ ان کے طور کس قدر مختلف ہیں اور افعال کے راز جانتا ہے تو ظاہری یا باطنی کوئی جنبش ملک اور ملکوت میں واقع نہیں ہوتی۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کی نگاہ اور اس کے معائنہ کی آنکھ کھول دیتا ہے تو عارف اسے دیکھتا ہے اور اپنے علم و کشف سے جانتا ہے۔

فائدہ ان دونوں ایمان افروز ارشادوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ولی اللہ ہر شئی کو جانتا ہے۔ تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہر شئی کو باذن اللہ ضرور جانتے ہیں۔ فالحمد لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

پانچواں وعظ

تیسری تقریر

امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز ارشاد:۔

لَیْسَ الرَّجُلُ مَنْ یُّقَیِّدُہُ الْعَرْشُ وَمَا حَوَاہُ مِنَ الْاَفْلَاكِ وَالْجَنَّۃِ

مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اُس کے احاطہ میں ہے۔ آسمان و جنّت و نار سے

وَالنَّادِ وَاِنَّمَا الرَّجُلُ مَنْ نَفَذَ بَصَرُہٗ اِلٰی خَارِجِ هٰذَا الْوُجُوْدِ كُلِّهٖ وَهُنَاكَ يَعْرِفُ قَدْرَ عَظْمَةِ مُوْجِدِهٖ سُبْحَانَهٗ	محدود و مقید کرلیں - مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اپنے خالق سبحانہ کی عظمت کی قدر پہچانے گا -

(کتاب الیواقیت والجواہر ص۲۶ حصہ دوم)

فائدہ جب مرد کامل کی نظر عرش اور جنت و دوزخ سے پار ہو جاتی ہے - اور تمام چیزیں اس کے پیش نظر ہوتی ہیں - تو حبیب خدا امام الانبیاء حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت نگاہ کا کیا عالم ہوگا - جملہ عالم آپ کی نگاہ کے سامنے ہوگا - اور ہر شئی آپ کے پیش نظر ہوگی کوئی شئی آپ کی پاک نگاہ سے مخفی نہ ہوگی -

شیخ الشیوخ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاک ارشاد :-

لِلْمُجْتَهِدِيْنَ الْقَدَمُ الرَّاسِخُ فِيْ عُلُوْمِ الْغَيْبِ	علم غیب میں ائمہ مجتہدین کے لئے مضبوط قدم ہے -

کتاب الیواقیت والجواہر حصہ دوم ص۹۷)

فائدہ جب امت مسلمہ کے ائمہ مجتہدین کو علوم غیب حاصل ہیں - تو ان اماموں کے امام بلکہ انبیاء کے امام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنا کثیر علم غیب حاصل ہوگا - آپ ہی کے صدقہ میں ان حضرات کو علم غیب ملا - لہٰذا آپ کو علم غیب بے شمار خدا نے عطا فرمایا ہے -

شیخ کامل سیدی علی الخواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک ارشاد :-

لَا يَكْمُلُ الرَّجُلُ عِنْدَنَا حَتّٰى يَعْلَمَ حَرَكَاتِ مُرِيْدِهٖ فِيْ اِنْتِقَالِهٖ فِي الْاَصْلَابِ وَهُوَ نُطْفَةٌ مِنْ يَوْمِ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ	ہمارے نزدیک مرد کامل نہیں بن سکتا - یہاں تک کہ جانے اپنی مرید کی حرکتوں کو باپ کی پشتوں میں جب کہ وہ نطفہ ہوتا ہے - یوم الست سے لے کر جنت

اِلٰی اِسْتِقْرَارِہٖ فِی الْجَنَّۃِ اَوِ النَّارِ (کبریت احمر امام شعرانی ص۱۶۵ حصّہ اوّل)
یا دوزخ میں داخل ہونے تک۔

فائدہ جب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کا کامل ولی ہر مرید کی ہر حرکت تا دخول جنّت جانتا ہے۔ تو سرکار ابد قرار صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی اُمّت کے ہر فرد کا حال بھی بطریق اولیٰ جانتے ہیں۔

قطب ربّانی سیّدنا محی الدین ابو محمّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نورانی ارشاد اوّل:۔

مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰی تُسَلِّمَ عَلَیَّ وَتَجِیْءُ السَّنَۃُ اِلَیَّ وَتُسَلِّمُ عَلَیَّ وَتُخْبِرُنِیْ بِمَا یَجْرِیْ فِیْھَا وَیَجِیْءُ الشَّھْرُ وَیُسَلِّمُ عَلَیَّ وَیُخْبِرُنِیْ بِمَا یَجْرِیْ فِیْہِ وَیَجِیْءُ الْاُسْبُوْعُ وَیُسَلِّمُ عَلَیَّ وَیُخْبِرُنِیْ بِمَا یَجْرِیْ فِیْہِ وَیَجِیْءُ الْیَوْمُ وَیُسَلِّمُ عَلَیَّ وَیُخْبِرُنِیْ بِمَا یَجْرِیْ فِیْہِ وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اِنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ لَیُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ اَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰہِ
(بہجۃ الاسرار شریف ص۲۲)

سورج نہیں چڑھتا یہانتک مجھ پر سلام عرض کرتا ہے اور سال میرے پاس آتا ہے اور مجھے سلام دیتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے اس چیز جو اس میں جاری ہوتی ہے اور مہینہ آتا ہے اور مجھے سلام کرتا ہے اور مجھے اس چیز کی خبر دیتا ہے جو اس میں جاری ہوتی ہے اور ہفتے آتے ہیں اور مجھے سلام دیتے ہیں اور جو کچھ ان میں جاری ہونے والا ہوتا ہے اس کی مجھے خبر دیتے ہیں اور دن آتا ہے اور مجھے سلام عرض کرتا ہے اور مجھے خبر دیتا ہے اس ہر شئی سے جو اس میں جاری ہوتی ہے اور مجھے اپنے پروردگار کی قسم ہے کہ بیشک سب سعید اور شقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ اور میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے علم کے دریاؤں میں غوطہ لگاتا ہوں۔

فائدہ مذکورہ مبارک ارشاد سے دو امر ثابت ہوئے۔ اوّل یہ کہ سورج، سال، ماہ،

ہفتے ایام سب حضرت پیران پیر دستگیر سیدنا و مولانا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بے دام غلام ہیں اور آپ ان کے آقا و مولا ہیں۔ اسی لئے سب خدمت اقدس میں حاضری دیتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کی نگاہ لوح محفوظ پر رہتی ہے۔ وہ لوح محفوظ جس میں ماکان و مایکون کے علوم مندرج ہیں۔ جب حضور کی امت کا ایک فرد کامل علم ماکان و مایکون کا عالم ہے۔ تو خود والی امت کو ماکان و مایکون کا علم نہ ہوگا۔ اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل یا معاند۔

قطب ربانی سیدنا محی الدین ابو محمد حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک ارشاد ثانی :۔

لَوْلَا لِجَامُ الشَّرِيْعَةِ عَلٰى لِسَانِيْ لَاَخْبَرْتُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اَنْتُمْ بَيْنَ يَدَيَّ كَالْقَوَارِيْرِ اَرٰى مَا فِيْ بَوَاطِنِكُمْ وَظَوَاهِرِكُمْ

(بہجۃ الاسرار ص ۲۴)

اگر میری زبان پر شریعت کی روک نہ ہوتی۔ تو میں تمہیں خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے اور جو کچھ اپنے گھروں میں اندوختہ کرکے رکھتے ہو۔ تم میرے سامنے شیشے کی مانند ہو۔ میں تمہارا ظاہر و باطن سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔

فائدہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت پیر محبوب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ کو وہ علم غیب عطا فرمایا کہ جس سے آپ لوگوں کے پیٹ والی اور گھر میں رکھی ہوئی چیزیں جانتے ہیں۔ نیز ہر ایک ظاہر و باطن کے پورے واقف ہیں۔ لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زائد علم غیب کے مالک ہیں۔ باذن اللہ۔

قطب ربانی محی الدین ابو محمد حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تیسرا مبارک ارشاد :۔

قَلْبِيْ عَلٰى اَسْرَارِ الْخَلِيْقَةِ نَاظِرٌ اِلٰى وُجُوْهِ الْقُلُوْبِ قَدْ صَفَّاهُ الْحَقُّ

میرا دل اسرار مخلوقات پر مطلع ہے سب دلوں کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

عَنْ دَنَسِ رُؤْیَۃِ سِوَاہُ حَتّٰی صَارَ لَوْحًا یَنْقُلُ اِلَیْہِ مَا فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَسَلَّمَ اللّٰہُ اَزِمَّۃَ اُمُوْرِ اَھْلِ زَمَانِہٖ وَصَرْفَہٗ فِیْ عَطَائِھِمْ وَمَنْعِھِمْ

(بہجۃ الاسرار ص۲۴)

اسے رؤیت ماسوا کے میل سے صاف کر دیا کہ ایک لوح بن گیا۔ جس کی طرف وہ منتقل ہوتا ہے۔ جو لوح محفوظ میں لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل زمانہ کے کاموں کی باگیں اسے سپرد فرما دیں اور اجازت فرمائی۔ کہ جسے چاہیں عطا کریں۔ جسے چاہیں منع فرما دیں۔

فائدہ دیکھا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ نورانی ارشاد کیسا ایمان افروز اور وہابیت سوز ہے۔ نجدی وہابی کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مخلوق کی مخفی بات کو نہیں جان سکتا اور نہ ہی دلوں پر کسی کو اطلاع ہوتی ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ ان کا رد بلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ہاں میں تمام مخلوقات کے جملہ احوال جانتا ہوں۔ اور تمام کے قلوب میرے پیش نظر ہیں۔ نیز منکرین نجدیہ کہتے ہیں۔ کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں۔ محمد اور علی کسی چیز کے مختار نہیں۔ اس کا بھی رد فرمایا۔ کہ میں تمام اہل زمانہ کے امور کا مالک و مختار ہوں۔ جسے چاہوں عطا کروں۔ جسے چاہوں منع فرما دوں (باذن اللہ) الحاصل جب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام مخلوقات کے حالات کا علم غیب ہے۔ تو امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ علم غیب ہوگا۔ عارف معارف حقیقت سالک شریعت مولا الحاج حضرت محمد امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا ارشاد:۔

لوگ کہتے ہیں۔ کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔ دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ (شمائم امدادیہ ص۱۱۵)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا ارشاد:۔

عارف جنتی و دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے۔ (شمائم امدادیہ صہ ۱۶۹)

فائدہ حضرات یہ حاجی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہند یوں کے دینی، مذہبی، رُوحانی پیشوا ہیں۔ ان کی تصریح یہ ہے۔ کہ انبیاء و اولیاء علم غیب جانتے ہیں۔ نیز اسی عالم میں جنتی و دوزخی کو جانتے ہیں۔ پیشوا کا عقیدہ یہ ہے۔ اور مُرید اس عقیدے کو شرک کہتے ہیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے: منکرین نے اپنے رُوحانی پیشوا کے عقیدہ کو ٹھکرا دیا۔ بلکہ اسے شرک قرار دیا۔ کیا یہی دینی پیشوا کے ساتھ سلوک ہوتا ہے۔

اولیاء کے سردار حضرت مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نورانی ارشاد:۔

سَلُوْنِیْ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ

مجھ سے سوال کرو۔ خدا کی قسم مجھ سے کسی چیز سے سوال نہ کرو گے۔ مگر میں اس کی تم کو خبر دُوں گا۔

(ذخائر العقبیٰ صہ ۸۳)

فائدہ فقیر نے آخر میں تبرک کے لئے امام الاولیاء مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان افروز وہابیت سوز نُورانی ارشاد ذکر کیا ہے جس میں آپ نے دعویٰ فرمایا۔ کہ تم جو چاہو اور جس چیز سے چاہو۔ مجھ سے پُوچھو۔ میں بفضل خدا اس کی تم کو خبر دُوں گا۔ یہ دعویٰ تبھی صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو ہر شیٔ کا پُورا پُورا علم غیب ہے۔ اور ہر شیٔ کا علم غیب جب امام الاولیا کو حاصل ہے۔ تو بتاؤ کہ امام الانبیاء سیّدنا محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر شیٔ کا علم غیب حاصل نہ ہوگا۔ ضرور ہوگا۔ الغرض ان تمام مبارک ارشادوں سے نصف النہار کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ ہمارے رسول پاک حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بفضل ایزدی علم غیب حاصل ہے ؂

چھٹا وعظ

پہلی تقریر

منکرین علم غیب بہت اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اگرچہ ان کے اعتراضات مثل عنکبوت ہیں۔ کہ وہ اپنی جہالت سے ان کو صحیح اعتراضات سمجھ کر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ثابت ہوا کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا۔ ہم بفضلہ تعالیٰ ان آیات واحادیث کو بیان کرتے ہیں۔ جن سے منکرین اپنی نافہمی سے اپنے دعویٰ کو ثابت کرتے ہیں۔ اور پھر ان کا صحیح مفہوم بیان کریں گے۔ جس سے آپ خود بخود اندازہ لگا لیں گے۔ کہ ان آیات واحادیث کو نفی علم غیب کے ساتھ کوئی واسطہ ہی نہیں۔ صرف منکرین کی خوش فہمی ہے۔ مگر آیات واحادیث کی تفسیر وتشریح میں بہت اختصار کیا جائے گا۔ کیونکہ ان کی تفصیل سے اہلِ سنت کی کتب لبریز ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔

منکرین کے بڑے شبہات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ الاٰیۃ (پارہ ۷۔ سورت انعام)	تم فرما دو، مَیں تم کو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں۔

فائدہ منکرین یہ آیت بطور اعتراض پیش کرتے ہیں۔ کہ دیکھو قرآن مجید میں موجود ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ کہ میں غیب نہیں جانتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا۔

جواب اس اعتراض کے بہت سے جوابات ہیں۔ ایک جواب تو خود ہمارے پیش کردہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ کہ مَیں خود غیب نہیں جانتا اور ہم نے کب دعویٰ کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود غیب جانتے ہیں بغیر بتلائے اور سکھائے

بلکہ ہمارا تو دعویٰ ہے۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سکھانے اور بتلانے سے علم غیب جانتے ہیں۔ اس آیت میں ایسے علم غیب کی نفی نہیں جس کی نفی ہے۔ وہ ہمارا مقصود نہیں اور جو مقصود ہے اس کی نفی نہیں۔

دوسرا جواب دوسرا جواب یہ ہے کہ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ کا عطف عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ کے محل پر ہے۔ تو یہ بھی لَا اَقُوْلُ کا مقولہ بنے گا تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ میں نہ تو یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ اور نہ یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میں غیب جانتا ہوں۔ تو یہاں دعویٰ کی نفی ہے۔ اور دعویٰ کی نفی سے مدعٰی کی نفی لازم نہیں آتی۔ یعنی میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ اور میں غیب بھی جانتا ہوں۔ مگر ان کا دعویٰ نہیں کرتا۔ حدیث پاک میں ہے۔ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین) یعنی مجھ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئیں، اور علم غیب کے متعلق فرمایا فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا (بخاری شریف جلد دوم ص۱۰۸۳) بخدا تم مجھ سے کسی شیٔ سے سوال نہ کرو گے مگر میں تم کو خبر دوں گا۔ جبکہ میں اپنے اس مقام میں ہوں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو علم ہر شیٔ کا حاصل ہے۔ مگر دعویٰ نہیں۔ لہٰذا یہاں دعویٰ کی نفی کی گئی ہے۔ جیسا کہ کہ تفسیر مدارک میں ہے۔

وَمَحَلُّ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ النَّصْبُ عَطْفًا عَلٰی مَحَلِّ عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ لِاَنَّہٗ مِنْ جُمْلَۃِ الْمَقُوْلِ کَاَنَّہٗ قَالَ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ ھٰذَا الْقَوْلَ وَلَا ھٰذَا الْقَوْلَ۔

(تفسیر مدارک جلد دوم ص۱۶)

لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ محلاً منصوب ہے اس لئے عِنْدِیْ خَزَائِنُ اللّٰہِ کے محل پر معطوف ہے کیونکہ یہ بھی مقولہ قول کا ہے گویا آپ نے یوں فرمایا کہ میں تم سے نہ یہ قول کہتا ہوں اور نہ یہ قول۔

فائدہ دیکھئے علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرما دی کہ یہاں قول دعویٰ کی

نفی ہے۔ دعویٰ کی نفی مدعیٰ کی نفی کو مستلزم نہیں ہوتی۔ فَانْظُرْ فَاِنَّهٗ اَحَقُّ بِالْقُبُوْلِ

تیسرا جواب سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ کلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور تواضع اور انکسار کے طریقہ پر ہے۔ اس سے علم غیب کی نفی پر دلیل پکڑنا سخت جہالت ہے۔

علّامہ خازن اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

۱۔ اِنَّمَا نَفٰی عَنْ نَفْسِهِ الشَّرِيْفَةِ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِرَافًا لِلْعُبُوْدِيَةِ (تفسیر خازن جلد دوم ص۱۷)	حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ان چیزوں کی اپنی ذات کریمہ سے نفی فرمائی رب کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اور اپنی بندگی کا اقرار فرماتے ہوئے۔
۲۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ۔ (پارہ ۹۔ سورت اعراف)	اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی۔

فائدہ منکرین اس سے ثابت کرتے کہ سردار دو جہان صلّی اللہ علیہ وسلّم کو علم غیب نہیں ہے۔ مگر یہ بھی ان کی خوش فہمی ہے۔ ورنہ اس آیت سے حضور پُرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم غیب عطائی کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ کلام بارگاہ ایزدی میں بطور تواضع اور انکسار کے ہے۔ یعنی آپ علم غیب بفضل خدا جانتے ہیں۔ مگر تواضع اور انکساری کرتے ہوئے علم غیب کی نفی فرمائی۔

علّامہ صادی حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:۔

اِنْ قُلْتَ اِنَّ هٰذَا يُشْكِلُ مَعَ مَا تَقَدَّمَ لَنَا مِنْ اَنَّهٗ اُطْلِعَ عَلٰى جَمِيْعِ مُغَيَّبَاتِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَالْجَوَابُ اِنَّهٗ قَالَ	اگر تو کہے کہ یہ آیت گزشتہ کلام کے خلاف ہے کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو تمام دینی و دنیاوی غیبوں پر مطلع کر دئے گئے تو جواب یہ ہے کہ آپ نے یہ کلام بطور

ذٰلِكَ تَوَاضُعًا۔ (تفسیر صاوی جلد دوم ص۹۷) انکسار فرمایا ہے۔

اسی طرح علامہ خازن رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا:۔

فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الْمُغَیَّبَاتِ وَقَدْ جَاءَتْ اَحَادِیْثُ فِی الصَّحِیْحِ بِذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِهٖ فَكَیْفَ الْجَمْعُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ قَوْلِهٖ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ قُلْتُ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ قَالَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَاضُعِ وَالْاَدَبِ (تفسیر خازن جلد دوم ص۱۵۴)

پس اگر تم کہو کہ حضور علیہ السلام نے بہت غیبوں کی خبر دی ہے اور اس کے متعلق بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں اور علم غیب تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا معجزہ ہے تو ان باتوں اور اس آیت، لوکنت اعلم الغیب میں مطابقت کس طرح ہوگی، تو میں کہتا ہوں کہ احتمال ہے کہ یہ کلام آپ نے تواضع اور ادب کے طریقہ پر فرمایا ہو۔

فائدہ ان دونوں تفسیروں سے ثابت ہو گیا۔ کہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ الآیۃ بطور ادب و انکساری فرمایا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے عدم علم غیب پر استدلال کرنا ایک حماقت ہے۔

تیسرا جواب اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہاں علم غیب کی نفی سمجھی جاتی ہے۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ یہاں علم غیب ذاتی کی نفی ہے جو اہل سنت کو مضر نہیں۔ کیونکہ ہم علم غیب عطائی کے قائل ہیں۔ لہٰذا علم غیب ذاتی کی نفی سے ہمارے دلوں میں کوئی فرق نہیں آتا۔ الحاصل ہمارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطائی حاصل ہے اور علم غیب ذاتی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دیکھو علامہ سلیمان نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا۔ فرماتے ہیں:۔

ای قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ نَّفْسِیْ یعنی فرما دو کہ میں غیب نہیں جانتا۔

فِیْهِ دَلَالَةٌ اَنَّ الْغَیْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا یَعْلَمُ اِلَّا اللّٰهُ
(تفسیر جمل جلد دوم ص۲۵۸)

پس اس آیت میں اس پر دلالت ہے کہ غیب بالاستقلال یعنی ذاتی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

چوتھا جواب علم دو قسم کا ہے۔ ایک قسم یہ ہے۔ کہ ایک چیز کا علم ہو۔ مگر اس چیز کے حصول یا دفع پر قدرت حاصل نہ ہو۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ایک وقت بڑھاپا آئے گا۔ اس وقت ہم کو بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے اپنے بڑھاپے کے دفع پر ہم کو قدرت نہیں۔ دوسرا قسم علم یہ ہے۔ کہ جس چیز کا علم ہو۔ اس شئی کے حصول یا دفع پر قدرت بھی ہو۔ اس کو علم ذاتی کہتے ہیں۔ جو لازم الوہیت ہے۔ اس آیت میں جس علم کی نفی ہے۔ وہ یہی علم دوسری قسم کا ہے۔ جو اللہ جل شانہ کے ساتھ خاص ہے۔ باقی رہا پہلی قسم کا علم اس کی نفی نہیں۔ اور اہل سنت کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم غیب حاصل ہے وہ پہلی قسم کا ہے۔ لہٰذا یہ آیت ہمارے دعویٰ کے مخالف نہیں۔

علامہ صاوی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کا ایک یہ مطلب بھی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

اَوْ اَنَّ عِلْمَهٗ بِالْمُغَیَّبِ کَلَاعِلْمٍ مِنْ حَیْثُ اَنَّهٗ لَا قُدْرَةَ لَهٗ عَلٰی تَغْیِیْرِ مَا قَدَّرَ اللّٰهُ وُقُوْعَهٗ فَیَکُوْنُ الْمَعْنٰی حِیْنَئِذٍ لَوْ کَانَ لِیْ عِلْمٌ حَقِیْقِیٌّ بِاَنْ اَقْدِرَ عَلٰی مَا اُرِیْدُ وُقُوْعَهٗ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ
(تفسیر صادی جلد دوم ص۹۷-۹۸)

یا دیہ جواب ہے) کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کا جاننا نہ جاننے کی طرح ہے اس لئے کہ آپ کو اس چیز کے بدلنے پر قدرت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی۔ پس اس وقت معنی یہ ہوگا۔ کہ اگر مجھ کو علم حقیقی ہوتا اس طرح کہ میں اپنی مراد کے واقع کرنے پر قادر ہوتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا۔

(۳) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ (پارہ ۷، سورت انعام)

اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے۔

منکرین اس آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ سوائے خدا کے کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔

جواب آیت بیشک حق ہے۔ لیکن اس سے یہ ثابت کرنا کہ حق سبحانہ نے کسی کو غیب کا علم تعلیم نہیں فرمایا۔ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ نہ یہ آیت کا ترجمہ اور نہ مفاد۔ بلکہ اس آیت میں علم ذاتی کی نفی ہے۔ یعنی بے تعلیم خود بخود علم غیب کوئی نہیں جانتا۔ اگر آیت کا یہ مطلب نہ ہو۔ بلکہ منکرین نے جو مطلب سمجھا ہے۔ وہ ہو۔ کہ اللہ جل شانہ کے سوا کسی کو غیب کا علم تعلیم الٰہی سے بھی نہیں ہو سکتا۔ تو دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ اوّل تو اللہ جل شانہ کا عجز لازم آئے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علم غیب سکھایا۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حاصل نہ ہُوا (نعوذ باللہ من ذٰلک) دوسری خرابی یہ لازم آئے گی۔ کہ اللہ جل شانہ کی پاک کلام میں تعارض و تناقض لازم آئے گا۔ جو محال ہے۔ کیونکہ اس آیت سے منکرین کے طریقہ پر علم غیب تعلیم الٰہی سے بھی کسی کو حاصل نہیں۔ اور دوسری آئتیں نص ہیں۔ اس مسئلہ میں کہ اولی العزم رسول کو علم غیب بتعلیم الٰہی حاصل ہے۔ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔

اللہ کی شان نہیں کہ تم (عام انسانوں) کو غیب پر مطلع فرمائے۔ لیکن اپنے رسولوں سے جسے چاہے چُن لیتا ہے۔

دوسرے مقام میں فرمایا:۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسولوں سے۔

ان دونوں آیتوں سے صاف ظاہر کہ اللہ تعالیٰ اپنے مجتبیٰ مرتضیٰ رسولوں کو غیب کی تعلیم دیتا ہے۔ مگر نجدیہ کہتے ہیں۔ کہ علم غیب انبیاء کرام اور رسل عظام کو

تعلیم الٰہی سے بھی حاصل نہیں ہے۔ تو بالضرور کلام خدا میں تناقض اور تعارض واقع ہُوا۔ اور یہ باطل ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ اس آیت کا مطلب وہ نہیں جو منکرین نے لیا ہے۔ بلکہ صحیح مطلب یہ ہے۔ کہ انبیاء اور رسل علیہم السّلام کو علم غیب خود بخود بلا تعلیم الٰہی نہیں ہے۔ البتہ بتعلیم الٰہی انبیاء علیہم السّلام علم غیب جانتے ہیں جیسا کہ بالا آیتوں کا مفاد ہے۔ یہی مطلب علّامہ صادی نے اپنے تفسیر میں بیان فرمایا کہ خبر کی تقدیم سے آیت میں حصر سمجھی جاتی ہے۔ مگر یہ حصر منافی نہیں ہے۔ جیسا کہ آگے ذکر فرمایا:۔

فَلَا یُنَافِی اَنَّ بَعْضَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ یُطْلِعُہُ اللّٰہُ عَلٰی بَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ الْحَادِثَۃِ قَالَ تَعَالٰی عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْہِرُ عَلٰی غَیْبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ۔

پس یہ آیت منافی نہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ بعض انبیاء اور اولیاء کو بعض غیبوں کی اطلاع دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا۔ مگر اپنے مرتضیٰ رسولوں سے۔

(صادی جلد دوم ص۱۷)

یہ ایک مختصر سا جواب تھا۔ جو عرض کیا گیا ہے۔ باقی اس کے تفصیلی جوابات علمائے اہل سنّت کی مبارک تصنیفات میں موجود ہے۔ ان کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ساتواں وعظ

دُوسری تقریر

(۴) قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ مگر اللہ

(پارہ ۲۰۔ سُورت نمل)

اس آیت سے بھی منکرین استدلال پکڑتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا انبیاء اور اولیاء کو علم غیب نہیں۔ اس کے چند جواب ہیں۔

جواب اوّل پہلا جواب تو ترجمہ سے واضح ہے۔ کہ انبیاء کرام علیہم السّلام خود بخود بغیر تعلیم الٰہی کے نہیں جانتے اور یہ بالکل حق ہے۔ اس میں یہ کہاں ہے۔ کہ انبیاء علیہم السّلام اور اولیاء کرام تعلیم الٰہی سے بھی نہیں جانتے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ذاتی علم غیب نہیں۔

جواب ثانی یا اس غیب سے مُراد جمیع غیوب مُراد ہیں۔ مطلب صاف ہے۔ کہ اللہ کے سوا تمام اور سارے غیبوں کو کوئی نہیں جانتا۔ یعنی معلومات باری تعالیٰ کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اور یہ حق ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السّلام اگرچہ کثیر علوم غیبیہ بتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ نے اس آیت کے یہی دو مطلب بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ حدیثیہ میں ہے۔

وَمَا ذَكَرْنَاهُ فِي الْآيَةِ صَرَّحَ بِهِ النَّوَوِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِي فَتَاوَاهُ فَقَالَ مَعْنَاهَا لَا يَعْلَمُ ذٰلِكَ اِسْتِقْلَالًا وَعِلْمَ اِحَاطَةٍ بِكُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ

ہم نے اس آیت کے متعلق جو کچھ کہا اس کی امام نووی نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ غیب مستقل طور پر کوئی نہیں جانتا۔ اور تمام معلومات الٰہیہ کو کوئی نہیں جانتا۔

(فتاوی حدیثیہ ص ۲۶۸)

۵۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ٥ (پارہ ۲۳۔ سورۂ یٰسٓ)

اور ہم نے اِن کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ اُن کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن

اس آیت سے منکرین یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شئ کا علم سکھایا۔ حالانکہ اس آیت سے ثابت

ہے۔ کہ شعر کا علم نہیں سکھایا لہذا تمہارا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ مگر مخالفین کی یہ دلیل بھی ان کی نادانی پر مبنی ہے۔ انہوں نے تفاسیر کا مطالعہ نہیں کیا اگر تفسیروں کا مطالعہ بنظر ایمان کرتے تو ان کا یہ شبہ خود بخود زائل ہو جاتا۔ دیکھو مفسّرین نے اس کی تفسیر تین طریقوں پر کی ہے جس سے مخالفین کے اس اعتراض کے تین جواب ہو جائیں گے :۔

جوابِ اوّل علم کا معنے جاننا ہے۔ مگر علم کا استعمال ملکہ (مشق۔ تجربہ) کے معنی میں بھی ذائع شائع ہے۔ ہمارے روزمرّہ کے محاورے میں کہا جاتا ہے کہ فلاں عالم لکھنا نہیں جانتا۔ کہ وہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت وہیئت نہیں جانتا۔ یہ سب کچھ جانتا ہے۔ مگر لکھنے کا ملکہ (تجربہ مشق) نہیں رکھتا۔ دیکھو یہاں علم بمعنی ملکہ ہے اور ایسا ہی کہا جاتا ہے۔ فلاں شخص روٹی پکانا نہیں جانتا یا روٹی پکانے کا علم نہیں رکھتا۔ اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ پکانے کا ملکہ نہیں ورنہ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ روٹی کس طرح پکتی ہے۔ یعنی روٹی پکانے کا ملکہ نہیں اور علم ہے۔ اور علم بمعنی ملکہ صرف ہمارے محاورات میں فقط نہیں آتا۔ بلکہ ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے دیکھو تلویح جو ایک درسی کتاب ہے اس میں ہے۔ ولا نسلم ان لا دلالۃ للفظ العلم علی التھیوء المخصوص فان معناہ ملکۃ یقتدر بھا علی ادراک جزئیات الاحکام واطلاق العلم علیھا شائع فی العرف۔ اسی طرح مولانا عبدالحق خیر آبادی اور ملا مبین رحمۃ اللہ علیہما مسلم الثبوت کی شرح میں فرماتے ہیں۔ لان المراد بالعلم الملکۃ۔ اب تو مخالف منکر کی آنکھ کھلی ہوگی۔ کہ علم بمعنی ملکہ شائع و ذائع ہے۔ خود احادیث پاک میں علم بمعنی ملکہ آیا ہے مسند الفردوس میں بکر بن عبداللہ بن ربیع سے مروی ہے عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلم علموا اولادکم السباحۃ والرمایۃ۔ حضور نے فرمایا۔ اپنی اولاد کو تیراکی اور تیراندازی کی تعلیم سکھاؤ۔ اب یہاں

منکرین علم کا معنی جاننا لیں۔ تو لازم آئے گا۔ کہ محض تیراکی اور تیر اندازی کا محض مفہوم جان لینا تعمیل ارشاد کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ ارشاد پاک سے مقصود مشق و محنت کرا کر تیر اندازی اور شناوری پر قادر کر دینا ہے۔ اب منکرین بتائیں کہ یہاں علم سے مُراد ملکہ ہے یا کچھ اور الحاصل بمعنی ملکہ عرف میں شائع ذائع ہے۔ لہٰذا اس آیت وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ میں بھی علم سے مُراد ملکہ ہے لہٰذا ملکہ کی نفی ہے نہ یہ معنی کہ حضور کو شعر کا علم ہی نہ تھا۔ جیسا کہ نجدیہ کہتے ہیں۔ مفسّرین نے اس آیت میں ملکہ کی ہی نفی کی ہے۔ تفسیر خازن میں ہے:۔

اَیْ مَا یَسْھُلُ لَهٗ وَمَا یَصْلُحُ مِنْهُ بِحَیْثُ لَوْ اَرَادَ نَظْمَ شِعْرٍ لَمْ یَتَاَتَّ لَهٗ ذٰلِكَ۔

یعنی آپ کو یہ شعر پڑھنا آسان نہ تھا اور آپ سے دُرست نہ ادا ہوتا تھا۔ اگر کسی شعر کو نظم فرمانے کا ارادہ فرماتے تو یہ نہ ہو سکتا تھا۔

(تفسیر خازن جلد چہارم صلا)

اور تفسیر مدارک میں ہے:۔

اَیْ جَعَلْنَاهُ بِحَیْثُ لَوْ اَرَادَ قَرْضَ شِعْرٍ لَمْ یَتَسَھَّلْ۔

یعنی ہم نے آپ کو اس طرح کیا ہے، کہ اگر شعر پڑھنے کا ارادہ فرمادیں، تو آسان نہ ہو گا۔

(تفسیر مدارک جلد چہارم صلا)

ان تفسیروں سے واضح ہے۔ کہ یہاں علم بمعنی ملکہ ہے کیونکہ اسی ملکہ (مشق تجربہ) کی نفی کی ہے۔ اور یہ نہیں کہا۔ کہ آپ کو شعر کا علم نہیں ہے۔ تاکہ علم کی نفی ہوتی اور منکرین کا استدلال صحیح ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ منکرین مخالفین کا یہ استدلال صریح البطلان ہے۔ افسوس ہے کہ منکرین اپنے دعوٰی پر کسی مفسّر کا قول پیش نہیں کر سکتے۔ اور پھر بھی اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں۔ حالانکہ مفسّرین کی تصریحات کثیرہ ان کے دعوٰی کے خلاف موجود ہیں۔ تفسیر خازن و مدارک کی تصریح آپ کے سامنے ذکر کر دی گئی ہے۔ اب

تفسیر روح البیان کی بھی تصریح ملاحظہ فرمائیے چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے:-

قِیْلَ کَانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یُحْسِنُ الشِّعْرَ وَلَا یَقُوْلُہٗ وَالْاَصَحُّ اِنَّہٗ کَانَ لَا یُحْسِنُہٗ وَلٰکِنْ کَانَ یُمَیِّزُ بَیْنَ جَیِّدِ الشِّعْرِ وَرَدِیْئِہٖ۔

بعض نے کہا کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم شعر بنا لیتے تھے مگر پڑھتے نہ تھے۔ زیادہ صحیح یہ ہے۔ کہ آپ شعر نہیں بنا سکتے تھے لیکن اچھے اور بُرے شعر میں تمیز کر سکتے تھے۔

(تفسیر روح البیان جلد سوم صفحہ ۲۸۲)

دیکھا کتنی وضاحت سے بیان فرمایا۔ کہ سردار دو جہان صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شعر کا علم حاصل تھا۔ جس کی بناء پر آپ عمدہ اور ردّی شعر میں امتیاز تام رکھتے تھے۔

اُمید ہے کہ مخالف منکر کو کوئی وسوسہ باقی نہیں رہا ہوگا۔ اگر کوئی وسوسہ تاحال باقی ہے تو اور سنیئے۔ یہی صاحب رُوح البیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وَلَمَّا کَانَ الشِّعْرُ مِمَّا لَا یَنْبَغِیْ لِلْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ لَمْ یَصْدُرْ مِنَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِطَرِیْقِ الْاِنْشَاءِ دُوْنَ الْاِنْشَادِ اِلَّا مَا کَانَ بِغَیْرِ قَصْدٍ مِنْہُ وَکَانَ کُلُّ کَمَالٍ بَشَرِیٍّ تَحْتَ عِلْمِہِ الْجَامِعِ فَکَانَ یُجِیْبُ کُلَّ فَصِیْحٍ وَبَلِیْغٍ وَشَاعِرٍ وَاَشْعَرَ وَکُلَّ قَبِیْلَۃٍ بِلُغَاتِہِمْ وَعِبَارَاتِہِمْ وَکَانَ یُعَلِّمُ الْکُتَّابَ عِلْمَ الْخَطِّ وَاَھْلَ

جبکہ شعر انبیاء کرام علیہم السّلام کی شان کے لائق نہیں اس لئے حضور نبی کریم سے بطریق انشاء نہ بطریق انشاد شعر صادر نہیں ہوا۔ مگر بلا قصد (حقیقت حال یہ ہے) کہ ہر بشری کمال آپ علم جامع کے تحت میں ہے پس آپ ہر فصیح و بلیغ اور شاعر و اشعر کو اور ہر قبیلہ کو ان کے لغات اور اُن ہی عبارات میں جواب دیتے تھے اور کاتبوں کو علم خط اور اہل حرفت کو ان کی حرفت تعلیم فرماتے تھے۔ اسی لئے تو

اَلْحُرُوْفِ حُرُوْفِ تَهَجُّهُمْ وَ لِذَا - كَانَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ - رحمۃ للعالمین ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہ وسلم۔

تفسیر روح البیان جلد سوم ص۸۷)

اب بحمد اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کوئی حجاب باقی نہ رہا، اور روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ آیت مَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ میں علم کی نفی نہیں بلکہ کی نفی ہے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شعر کے علم کا انکار منکرین کا خود ساختہ ہے اور تفاسیر معتبرہ کے خلاف ہے۔

دوسرا جواب شعر دو معنی میں مستعمل ہے اول کلام موزوں جس میں وزن کا قصد کیا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے۔ اَلشِّعْرُ هُوَ الْكَلَامُ الْمَوْزُوْنُ الَّذِيْ قُصِدَ اِلٰى وَزْنِهٖ اور مفردات امام راغب میں ہے۔ وصار فی التَّعَارُفِ اِسْمًا لِلْمَوْزُوْنِ الْمُقَفّٰى مِنَ الْكَلَامِ (مفردات ص۲۶۲) یعنی شعر عرف عام میں اس کلام کو کہتے ہو۔ جو موزوں ہو۔ شعر کا یہ معنی عرفی ہے اور شعر کا دوسرا معنی منطقی ہے۔ جس کی تعریف صاحب سلم نے یوں کی ہے۔ الشعر ہو المؤلف من المخیلات۔ یعنی شعر وہ قیاس ہے۔ جو مخیلہ مقدمات سے مرکب ہو۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے شعر منطق اسے کہتے ہیں۔ جو مقدمات کاذبہ سے مرکب ہو۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ قال بعضهم الشعر اِمَّا منطقی وهو المؤلف من المقدمات الكاذبة (تفسیر روح البیان جلد سوم ص۲۸۱) اور وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ میں جو لفظ شعر وارد ہے۔ اس سے منطقی معنے مراد ہیں۔ قرآن پاک نے شعر منطقی کی نفی فرمائی۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ ہم نے اپنے حبیب کو شعر یعنی کذب نہیں سکھایا نہ یہ اُن کی شان کے شایاں اور منصب کے لائق۔ مقصود یہ تھا۔ مگر مخالفین نے غلط سمجھا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ منکرین سے فہم قرآن بہت دور ہے۔ ان لوگوں نے ظاہر الفاظ دیکھ کر جو معنے ان کے خیال میں آئے استدلال کر لیا۔ اور یہ نہ جانا کہ مفسرین نے ان الفاظ کیا معنے مراد لیا

ہے۔ اور یہی ایک گمراہی کا طریقہ ہے۔ کہ مفسّرین کی تفسیروں کو دیکھنا اور جو معنے خیال میں آگئے ان پر حکم جڑ دینا۔ الحاصل یہاں شعر منطقی مراد ہے اگر تردّد ہو تو تفسیر روح البیان کا مطالعہ کرو۔ صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ والمراد بالشعر الواقع فی القرآن الشعر المنطقی سواء کان مجردا عن الوزن ام لا (تفسیر روح البیان جلد سوم ص۳) اور دیکھو امام راغب رحمۃ اللہ علیہ شعر کے معنے کی تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ کفّار جو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شاعر کہتے تھے۔ اس سے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ معاذ اللہ آپ کاذب ہیں۔ چنانچہ ان کی عبارت یہ ہے۔ وَاِنَّمَا رَمَوْهُ بِالْكَذِبِ فَاِنَّ الشِّعْرَ يُعَبَّرُ بِهِ عَنِ الْكَذِبِ وَالشَّاعِرُ الْكَاذِبُ حَتّٰى سَمّٰى قَوْمٌ الْاَدِلَّةَ الْكَاذِبَةَ الشِّعْرِيَّةَ وَلِهٰذَا قَالَ تَعَالٰى فِيْ وَصْفِ عَامَّةِ الشُّعَرَاءِ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ الاية (مفردات ص۲۶۲) اب تو سمجھ آگیا ہوگا۔ کہ یہاں شعر منطقی بمعنی کذب ہے لہٰذا اس آیت کو عدم علم شعر کی سند بنانا ایک نادانی اور سینہ زوری ہے۔

تیسرا جواب

علاوہ بریں مفسّرین نے اس آیت کا ایک یہ مطلب بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ قرآن مجید شاعروں کے اقوال نہیں۔ جو ہم نے اپنے حبیب محمّد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تعلیم کئے ہوں۔ بلکہ یہ قرآن معجز بیان کلام الٰہی ہے۔ کہ ایسا کلام بنانا مخلوق کی قدرت سے باہر ہے یا یہ کہ ہم نے اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قرآن میں شعر تعلیم نہ فرمایا یعنی قرآن پاک شعر نہیں۔ دیکھو تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:۔

اَیْ وَمَا عَلَّمْنَاهُ النَّبِیَّ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَوْلَ الشُّعَرَآءِ اَوْ وَمَا عَلَّمْنَاهُ بِتَعْلِيْمِ الْقُرْاٰنِ الشِّعْرَ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّ الْقُرْاٰنَ

یعنی ہم نے نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو شعراء کے اقوال نہیں سکھائے، یا ہم نے ان کو قرآن کی تعلیم سے شعر نہیں سکھایا۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن

لَيْسَ بِشِعْرٍ (مدارک جلد چہارم صلا) شعر نہیں ہے۔

فائدہ اس تفسیر سے تو صرف یہ ثابت ہوا۔ کہ قرآن مجید اور فرقان حمید شعر نہیں۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا۔ کہ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں تھا۔ اب بھی مخالف نہ سمجھے تو اس کی اپنی بدقسمتی اس میں ہمارا قصور کیا ہے۔ تاہم فقیر مخالف و منکر کی زائد تسلی کے لئے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ کہ کسی طرح منکر راہِ راست پر آجائے۔

حضرت نے فتوحات شریف کے باب ثانی میں وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِیْ لَهٗ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اِنَّ الشِّعْرَ مَحَلُّ الْاِجْمَالِ وَاللُّغْزِ وَالرَّمْزِ وَالتَّوْرِيَةِ اَيْ مَا رَمَزْنَا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا لَغَزْنَا وَلَا خَاطَبْنَاهُ بِشَيْءٍ وَنَحْنُ نُرِيْدُ شَيْئًا اٰخَرَ وَلَا اَجْمَلْنَا لَهُ الْخِطَابَ بِحَيْثُ لَمْ يَفْهَمْهُ (کبریت احمر صث)

بیشک شعر اجمال اور معما (پہلو دار بات) رمز اور اشارہ کا محل ہوتا ہے یعنی ہم نے حضور علیہ السلام کے لئے نہ اشارہ کیا نہ معمہ کی بات کی اور نہ ہم نے آپ کو ایسی چیز کے ساتھ خطاب کیا کہ ہماری مراد دوسری شئی ہو۔ نہ اجمالی خطاب کیا کہ آپ کو سمجھ نہ آئے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کی تعلیم معمہ اور اجمال کے پیرایہ میں شاعرانہ طریق پر نہ فرمائی۔ بلکہ علوم قرآنیہ کو حضور کے لئے واضح اور بے حجاب کر دیا کہ ہر شئی پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم یقینی حاصل ہو گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔ سبحان اللہ صاحبِ علم و عرفان حضرت شیخ اکبر تو اس آیت سے یہ سمجھے اور منکرین یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہ تھا۔ ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

قرآن مجید نے سچ فرمایا:۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔

آٹھواں وعظ

تیسری تقریر

(۶) مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ - (پارہ ۲۴ - سورۂ مؤمن)

ان میں سے کسی کا حال تم سے بیان فرمایا۔ اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا۔

منکرین نے اس سے یہ ثابت کیا۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بعضے انبیاء کا قصّہ بیان نہیں کیا۔ پھر وہ تمام چیزوں کے عالم کیسے ہوئے۔

جواب آیہ شریفہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہم نے بواسطہ وحی جلی (قرآن) کے قصّہ نہیں کیا۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ان بعض انبیاءٔ کا علم نہ تھا۔

۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بواسطہ وحی خفی کے علم عطا فرمایا

علاّمہ صادی زیر آیت فرماتے ہیں :۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَخْرُجْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی عَلِمَ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَاءِ تَفْصِیْلًا کَیْفَ لَا وَھُمْ مَخْلُوْقُوْنَ مِنْہُ وَصَلَّوْا خَلْفَہٗ لَیْلَۃَ الْاِسْرَاءِ فِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لٰکِنَّہٗ مِنَ الْعِلْمِ الْمَکْتُوْمِ وَاِنَّمَا تَرَکَ بَیَانَ قِصَصِھِمْ لِلْاُمَّۃِ رَحْمَۃً

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ جان لیا تمام انبیاء کو تفصیلاً۔ کیوں کر نہ جانیں۔ حالانکہ وہ سب پیغمبر آپ سے پیدا ہوئے۔ شب معراج بیت المقدس میں آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ لیکن یہ علم پوشیدہ رکھا گیا اور ان کے قصّے چھوڑ دیئے۔ اُمّت پر رحمت کرنے کے لئے

بِهِمْ فَلَمْ يُكَلِّفْهُمْ اِلَّا بِمَا يُطِيْقُوْنَ (تفسیر صاوی جلد چہارم صـ۱۴)

پس ان کو طاقت کے مطابق تکلیف دی۔

کیسے صاف الفاظ میں اقرار ہے کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کو تفصیلاً جانتے ہیں۔منکرین کا یہ اعتراض بڑا تعجب خیز ہے۔کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو بعض انبیاء علیہم کا علم نہیں۔حالانکہ وہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلّم انبیاء علیہم السلام کی تعداد بتلا رہے ہیں۔جب آپ کو ان کا علم ہی نہیں۔تو تعداد کیسی بتلائی جا سکتی ہے۔حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ عِدَّةُ الْاَنْبِيَاءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلٰثُمِائَةٍ وَّخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد کتنی ہے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، ان میں رسولوں کی تعداد تین سو پندرہ ہے۔

(صاوی جلد چہارم صـ۱۴)

اور سنیئے ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:۔

هٰذَا لَا يُنَافِيْ قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ لِاَنَّ الْمَنْفِيَّ هُوَ التَّفْصِيْلُ وَالثَّابِتُ هُوَ الْاِجْمَالُ اَوِ النَّفْيُ مُقَيَّدٌ بِالْوَحْيِ الْجَلِيِّ وَالثُّبُوْتُ مُتَحَقِّقٌ بِالْوَحْيِ الْخَفِيِّ (مرقات جلد اوّل صـ۵)

یہ کلام اللہ تعالیٰ کے اس قول کے منافی نہیں کہ بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے۔ان میں سے کسی کا حال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا حال بیان نہ فرمایا، کیونکہ منفی تفصیل ہے اور ثابت اجمال ہے یا نفی مقید ہے وحی جلی کے ساتھ اور ثبوت متحقق ہے وحی خفی کے ساتھ۔

(۷) يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر

مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝
(پارہ ۷، رکوع ۴ سورت مائدہ)

فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔

منکرین کا حال اس شخص کی طرح ہے۔ جو دریا میں ڈوب گیا ہو۔ اور زندگی سے مایوس ہو گیا ہو اور تنکے کا سہارا تلاش کر رہا ہو۔ منکرین کے پاس عدم علم غیب کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں صرف تنکے کا سہارا لے کر اپنے دل کو خوش کر لیتے ہیں۔ اس آیت کو اپنے دعویٰ کی سند سمجھتے ہیں۔ حالانکہ آیت پاک کو ان کے دعویٰ سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ مفسّرین نے اس آیت کے تین توجیہیں فرمائی ہیں۔

توجیہ اوّل یہاں جو انبیاء علیہم السّلام نے لَا عِلْمَ لَنَا فرمایا ہے۔ کہ ہمیں علم نہیں اس سے علم کی نفی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اَے خدا تیرے علم کے مقابلہ میں ہمیں علم نہیں۔ یعنی علم تو ہے۔ مگر تیرے علم کے سامنے گویا وہ علم ہی نہیں۔ تفسیر خازن میں ہے:-

فَعَلٰی هٰذَا الْقَوْلِ اِنَّمَا نَفَوْا الْعِلْمَ عَنْ اَنْفُسِهِمْ وَاِنْ كَانُوْا عُلَمَاءَ لِاَنَّ عِلْمَهُمْ صَارَ كَلَا عِلْمٍ عِنْدَ عِلْمِ اللّٰهِ
(تفسیر خازن جلد اوّل صفحہ ۴۹۷)

پس اس قول کی بناء پر پیغمبروں نے اپنی ذات سے علم کی نفی کی اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ ان کا علم اللہ تعالٰے کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہو گیا۔

دوسری توجیہ دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی۔ کہ انبیاء علیہم السّلام کو اگرچہ علم تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب کرتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ دیکھو تفسیر مدارک فرماتے ہیں:-

قَالُوْا ذٰلِكَ تَاَدُّبًا اَیْ عِلْمُنَا سَاقِطٌ مَعَ عِلْمِكَ ۔
(تفسیر مدارک جلد اوّل صفحہ ۴۹۷)

انبیاء علیہم السّلام نے یہ بطور ادب عرض کیا یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے۔

اسی طرح امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا :-

اِنَّ الرُّسُلَ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَمَّا عَلِمُوْا اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی عَالِمٌ لَا یَجْھَلُ وَعَلِیْمٌ لَا یَسْفَہُ عَادِلٌ لَا یَظْلِمُ عَلِمُوْا اَنَّ قَوْلَھُمْ لَا یُفِیْدُ خَیْرًا وَّلَا یَدْفَعُ شَرًّا فَالْاَدَبُ فِی السَّکُوْتِ وَتَفْوِیْضِ الْاَمْرِ اِلَی اللّٰہِ وَعَدْلِہٖ فَقَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا

(تفسیر کبیر بحوالہ خازن ص۴۹۷)

بیشک جبکہ رسل علیہم السلام نجان لیا کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے جاہل نہیں علیم ہے سفیہ نہیں۔ انصاف والا ہے۔ ظالم نہیں تو وہ سمجھ گئے کہ بیشک اُن کی بات نہ تو کسی بھلائی کا فائدہ دیتی ہے اور نہ کسی بُرائی کو دفع کرسکتی ہے لہٰذا خاموشی میں ہی ادب ہے اور معاملہ کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے عدل کی طرف سُپرد کر دینے میں ہے، لہٰذا انہوں نے عرض کر دیا کہ ہم کو علم نہیں۔

تیسری توجیہ اس آیت کی مختصر توجیہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے اس طرح جلالین بیان کی :-

ذَھَبَ عَنْھُمْ عِلْمُہٗ لِشِدَّۃِ ھَوْلِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَفَزَعِھِمْ ثُمَّ یَشْھَدُوْنَ عَلٰی اُمَمِھِمْ لَمَّا یَسْکُنُوْنَ۔

(تفسیر جلالین ص۱۱۰)

ان سے اس جواب کا علم چلا جائے گا واسطے سخت خوف روز قیامت کے اور ان کے گھبرانے سے پھر وہ شہادت دیں گے اپنی اُمتوں پر جبکہ سکون میں آئیں گے۔

کاش کہ منکرین صرف جلالین شریف ہی کا مطالعہ کر لیتے۔ تو ان کو زیادہ تگ ودو کی تکلیف نہ اُٹھانی پڑتی۔ اور نہ ہی ندامت کا سامنا کرنا پڑتا مگر ان کو ندامت کی کیا پرواہ ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے :-

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

(۸) وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا

وَلَا بِکُمْ (پارہ ۲۶ رکوع ا سورۃ احقاف) کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔

منکرین اس سے دلیل پکڑتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنی خبر تھی نہ کسی اور کی کہ قیامت میں ہم سے کیا معاملہ کیا جاوے گا۔ مفسرین نے اس کے دو جواب دیئے ہیں:۔

جواب اوّل یہاں علم کی نفی نہیں تاکہ مخالفین کا دعویٰ ثابت ہو۔ بلکہ درایت کی نفی ہے۔ اور درایت کا معنی اٹکل اور قیاس سے جاننا ہوتا ہے جیساکہ مفردات امام راغب صفحہ ۱۶۵ میں ہے۔ اَلدِّرَایَۃُ الْمَعْرِفَۃُ الْمُدْرَکَۃُ بِضَرْبٍ مِّنَ الْخَتْلِ۔ یعنی درایۃ اس معرفت کو کہتے ہیں۔ جو اٹکل سے حاصل ہو۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا۔ بلکہ وحی سے جانتا ہوں۔

جواب ثانی یہ آیت منسوخ ہے۔ اور منسوخ سے دلیل نہ پکڑے گا۔ مگر جاہل یا معاند۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

لَمَّا نَزَلَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ فَرِحَ الْمُشْرِکُوْنَ وَالْمُنَافِقُوْنَ وَقَالُوْا کَیْفَ نَتَّبِعُ نَبِیًّا لَا یَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِہٖ وَلَا بِنَا وَاِنَّہٗ لَا فَضْلَ لَہٗ عَلَیْنَا وَلَوْلَا اَنَّہٗ لَا مَا ابْتَدَعَ الَّذِیْ یَقُوْلُہٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِہٖ لَاَخْبَرَہُ الَّذِیْ بَعَثَہٗ بِمَا یَفْعَلُہٗ بِہٖ فَنُسِخَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ وَاَرْغَمَ اللہُ اَنْفَ الْکُفَّارِ بِنُزُوْلِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی لِیَغْفِرَ لَکَ اللہُ مَا

جبکہ یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک اور منافق لوگ خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ کیسے ہم ایسے نبی کا اتباع کریں جو یہ نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور ہمارے ساتھ کیا۔ بیشک اسے ہم پر کوئی فضیلت نہیں، اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوئے تو ان کو بھیجنے والا ان کو بتا دیتا جو کچھ ان سے معاملہ کرنا پس یہ آیت منسوخ ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے کفار کا ناک غبار آلودہ کیا اس آیت کے نزول کے

تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الْاٰيَاتِ فَقَالَتِ الصَّحَابَةُ هَنِيْئًا لَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ لَكَ مَا يَفْعَلُ بِكَ فَلَيْتَ شَعْرَنَا مَا هُوَ فَاعِلٌ بِنَا فَنَزَلَتْ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ الاية وَنَزَلَتْ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا فَهٰذِهِ الْاٰيَةُ نَزَلَتْ فِيْ اَوَائِلِ الْاِسْلَامِ قَبْلَ بَيَانِ مَآلِ النَّبِيِّ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ وَاِلَّا فَمَا خَرَجَ صَلَّى اللّٰهُ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى اَعْلَمَهُ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ مَا يَحْصُلُ لَهٗ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْكَافِرِيْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِجْمَالًا وَّتَفْصِيْلًا۔

(تفسیر صادی جلد چہارم ص ۶۳)

ساتھ لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ الاية صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے بیان فرما دیا۔ جو کچھ آپ کے ساتھ کرے گا کاش کہ ہم بھی جانتے کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ تو یہ آیت اتری لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الاية اور یہ آیت نازل ہوئی وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا۔ پس یہ آیت ابتدائے اسلام میں پہلے بیان کرنے انجام نبی پاک اور مؤمنوں اور کافروں کے نازل ہوئی ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں تشریف لے گئے یہانتک اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا جو کچھ آپکے ساتھ اور مؤمنوں کافروں کے ساتھ ہوگا دنیا اور آخرت میں اجمالاً اور تفصیلاً۔

اسی طرح معمولی تغیر کے ساتھ یہی عبارت تفسیر خازن ص ۱۲۳ جلد چہارم میں موجود ہے۔

فائدہ تفسیر صادی اور تفسیر خازن سے تین باتیں ثابت ہوئیں:-

۱۔ مخالفین کی پیش کردہ آیت منسوخ ہے جس سے دلیل پکڑنی کسی

صورت میں جائز نہیں۔

۲۔ اس آیت کو سن کر مشرکین اور منافقین بہت خوش ہوئے۔ ایسے ہی یہ آیت پیش کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ کہ ہم نے شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاتمہ سے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) جاہل ثابت کر لیا۔

۳۔ ہمارے آقا اپنے حال کو اور ایمانداروں اور کافروں کے احوالِ دنیا اور آخرت کو بخوبی جانتے ہیں باذن اللہ مخالفین نے تو اس آیت سے عدم علم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثابت کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مفسرین کے اقوال کی روشنی میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ثابت ہو گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؁

نواں وعظ

چوتھی تقریر

(۹) لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ — تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۲ سورت توبہ)

منکرین اس آیت سے سند پکڑتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کی خبر نہیں تھی۔ لہٰذا علم غیب کا دعویٰ غلط ہے۔

پہلا جواب اس آیت سے یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال کا علم بتعلیم الٰہی بھی نہیں ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ آپ منافقین کے حال کو اپنی فراست اور دانائی سے نہیں جانتے۔ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت لکھتے ہیں:۔

خَفِيَ عَلَيْكَ حَالُهُمْ مَعَ كَمَالِ — منافقین کا حال آپ پر مخفی رہا باوجود

فِطْنَتِكَ وَصِدْقِ فِرَاسَتِكَ (بیضاوی شریف) — آپ کی کامل دانائی اور سچی فراست کے۔

مگر آپ بتعلیم الٰہی منافقوں اور ان کے حال کو ضرور جانتے ہیں۔ صاحب جمل لکھتے ہیں:۔

مَعْنَى الْاٰيَةِ وَاِنَّكَ يَا مُحَمَّدُ لَتَعْرِفَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْمَا يُعَرِّضُوْنَ بِهٖ مِنَ الْقَوْلِ مِنْ تَهْجِيْنِ اَمْرِكَ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِيْنَ وَتَقْبِيْحِهٖ وَالْاِسْتِهْزَاءِ بِهٖ فَكَانَ بَعْدَ هٰذَا فَكَانَ بَعْدَ هٰذَا لَا يَتَكَلَّمُ مُنَافِقٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا عَرَفَهٗ بِقَوْلِهٖ

(جمل جلد چہارم ص۱۴۷)

آیت کا معنے یہ ہے کہ بیشک یارسول اللہ آپ منافقوں کو جانتے ہیں۔ جو کچھ وہ آپ کے امر اور مسلمانوں کے امر کی بُرائی واستہزاء وعیب کے ساتھ تعریض کرتے ہیں پس اس کے بعد کوئی منافق نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس کلام نہیں کرتا تھا۔ مگر آپ اس کو اس کے قول سے پہچان لیتے تھے۔

دُوسرا جواب یہ آیت پہلے نازل ہُوئی۔ اس کے بعد منافقین کا علم عطا فرمایا گیا۔ صاحب جمل علّامہ صاوی فرماتے ہیں:۔

فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ نَفَى عَنْهُ الْعِلْمَ بِحَالِ الْمُنَافِقِيْنَ هُنَا وَاَثْبَتَهٗ فِيْ قَوْلِهٖ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ فَالْجَوَابُ اَنَّ اٰيَةَ النَّفْيِ نَزَلَتْ قَبْلَ اٰيَةِ الْاِثْبَاتِ فَلَا تَنَافِيْ۔

(جمل بحوالہ حاشیہ جلالین ص۱۶۵ وصادی جلد دوم ص۱۴۱)

اگر تو یہ کہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منافقوں کے حال کے علم کی نفی اس جگہ کیلئے کی گئی حالانکہ اس قول وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ میں جاننے کا ثبوت ہے تو جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت اثبات کی آیت سے پہلے نازل ہوئی۔ لہٰذا منافات نہیں ہے۔

ان دونوں تفسیروں سے ثابت ہُوا۔ کہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بفضلِ

خدا منافقین کا پورا پورا علم تھا۔ نیز آپ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ منافقوں اور ان کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ مِنْکُمْ مُنَافِقِیْنَ فَمَنْ سَمَّیْتُہٗ فَلْیَقُمْ ثُمَّ قَالَ قُمْ یَا فُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ حَتّٰی سَمّٰی سِتَّۃً وَّثَلَاثِیْنَ

(تفسیر صادی جلد ثانی صہ ۱۴۱)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا بیشک بعض تم میں سے منافق ہیں۔ پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے پھر فرمایا اے فلاں کھڑا ہو بیشک تو منافق ہے۔ یہانتک کہ آپ نے چھتیس ۳۶ منافقوں کا نام لیا۔

ایک حدیث کے یہ الفاظ ہیں:۔

قَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطِیْبًا فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ فَقَالَ اُخْرُجْ یَا فُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ اُخْرُجْ یَا فُلَانُ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ فَاَخْرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ نَاسًا

(تفسیر خازن جلد دوم صہ ۲۵۷)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روز جمعہ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا اے فلانے نکل جا بیشک تو منافق ہے اے فلاں نکل جا بیشک تو منافق ہے پس آپ نے مسجد سے بہت سے آدمیوں کو نکالا۔

امید ہے کہ صاحب عقل سلیم کو اطمینان حاصل ہو گیا ہو گا کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کا پورا علم تھا ورنہ آپ کس طرح ان کا نام لے کر اٹھا سکتے تھے۔

(۱۰) وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۰ سورۂ بنی اسرائیل)

منکرین نے اپنی خوش فہمی سے اس آیت سے یہ سمجھے کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ تھا۔

جواب اوّل منکرین بھی عجیب دانشور ہیں کہ اس آیت سے علم رُوح کی نفی ثابت کرتے ہیں۔ بھلے مانسو اس آیت میں کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہیں تھا۔ آیت کا ترجمہ صرف اتنا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم سے رُوح کی نسبت سوال کرتے ہیں۔ تو آپ فرما دو کہ رُوح میرے رب کے امر سے ہے اور تم کو تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ اس سے یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ سردارِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہیں تھا۔ بلکہ پوچھنے والے کافروں سے فرمایا گیا کہ تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے جس کی وجہ تم رُوح کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ محقق علی الاطلاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہی بیان کر کے فرماتے ہیں کہ علامتِ نبوّت جو مقرر تھی وہ رُوح کی خبر نہ دینا تھی۔ نہ کہ رُوح کو نہ جاننا۔ خبر نہ دینا اور ہے اور نہ جاننا اور ہے۔ (مدارج حصہ دوم ص۵۶)

جواب دوم علمائے محققین کا فیصلہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم حاصل تھا۔ دیکھو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَلَا تَظُنَّ اَنَّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ مَكْشُوْفًا لِرَسُوْلِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّ مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الرُّوْحَ فَكَاَنَّهٗ لَمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ فَكَيْفَ يَعْرِفُ رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ مَكْشُوْفًا لِبَعْضِ	تو یہ گمان نہ کر تحقیق رُوح حضور علیہ السّلام کو ظاہر نہ تھی۔ کیونکہ جو رُوح کو نہیں جانتا، گویا اس نے اپنے نفس کو نہ جانا۔ اور جو اپنے نفس کو نہ جانے وہ اللہ کو کس طرح پہچان سکتا ہے۔ یہ بھی بعید نہیں کہ رُوح بعض اولیاء و علماء

الْاَوْلِيَآءِ وَالْعُلَمَآءِ (احیاء العلوم جلد اوّل ص۱۰) کو ظاہر ہو۔

علامہ یوسف بنہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لَیْسَ فِی الْاٰیَةِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَمْ یُطْلِعْ نَبِیَّهٗ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم عَلٰی حَقِیْقَةِ الرُّوْحِ بَلْ یُحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ اَطْلَعَهٗ وَلَمْ یَاْمُرْهُ اَنْ یُّطْلِعَهُمْ۔ (انوار محمدیہ ص۱۴۵)

آیت مبارکہ میں یہ کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حقیقت رُوح پر پر مطلع نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ احتمال ہے۔ کہ آپ کو اطلاع دی ہے۔ لیکن آگے اطلاع دینے کا امر نہیں فرمایا۔

محدّث دہلوی کا فیصلہ

حضرت عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان مختصر تو جواب اوّل میں گزرا۔ اب اُن کا ایمان افروز فیصلہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:۔

چگونہ جرأت کند مؤمن عارف کہ نفی علم بحقیقتِ رُوح از سید المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلّم کند و داده است او را حق سبحانہ علمِ ذات و صفاتِ خود و فتح کرده بود بر وے فتح مبین از علوم اوّلین و آخرین رُوحِ انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ وے۔ قطرہ است از دریا و ذرّہ است از بیداء۔ (مدارج جلد دوم ص۵٦)

مومن عارف یہ ہمّت کس طرح کر سکتا ہے کہ سید المرسلین اور امام العارفین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات سے حقیقتِ رُوح کی نفی کرے، حالانکہ اُن کو حق سبحانہ نے اپنی ذات و صفات کا علم عطا فرمایا۔ اور ان پر اوّلین و آخر کے علوم واضح طور پر کھول دیئے تو ان کی حقیقت جامعہ کے مقابل رُوح انسانی کی کیا حقیقت ہے (یہ علم رُوح تو اس) دریا کا ایک قطرہ ہے اور جنگل کا ایک ذرّہ ہے۔

فائدہ سبحان اللہ۔ حضرت کی اس مبارک اور نورانی عبارت سے ایمان کی

کلیاں شگفتہ ہو جاتی ہیں۔ اور منکرین کے شبہات کا قلع قمع کر دیتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے۔ کہ رُوح کا علم سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دریائے علم کا ایک قطرہ ہے۔ ساتھ یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مومن کامل اپنے آقائے رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے۔ رُوح کے علم کی نفی کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اس سے منکرین خود اپنے آپ کو سمجھ لیں کہ وہ کون ہیں۔

امام شعرانی کا فیصلہ اب امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ سنیئے:۔

اُوْتِیَ عِلْمَ کُلِّ شَیْئٍ حَتّٰی الرُّوْحِ (کشف الغمہ جلد دوم صفحہ ۴۴)

یعنی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہر شئی کا علم عطا فرمایا گیا یہانتک کہ رُوح کا علم بھی۔

(۱۱) یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰهَا (پارہ ۳۰ سورت نازعات)

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کے لئے ٹھیری ہے۔ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق۔

منکرین اس آیت کو اپنے دعویٰ کی دلیل بناتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قیامت کا علم نہ تھا۔ کہ کب ہو گی۔ لہٰذا علم غیب کلی آپ کو نہ ہوا اہل سنّت نے اس کے کئی جواب دیئے ہیں۔

جواب اوّل یہ آیت علم قیامت عطا ہونے سے پہلے کی ہے۔ بعد میں علم عطا کیا گیا۔ علّامہ صادی فرماتے ہیں:۔

هٰذَا قَبْلَ اِعْلَامِهٖ بِوَقْتِهَا فَلَا یُنَافِیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَخْرُجْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَعْلَمَهُ اللّٰهُ بِجَمِیْعِ مُغَیَّبَاتِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لٰکِنْ اُمِرَ بِکَتْمِ اَشْیَاءٍ مِّنْهَا

یہ آیت حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو قیامت کے وقت کی خبر دینے سے پہلے کی ہے لہٰذا یہ اس قول کے خلاف نہیں کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا سے تشریف نہ لے گئے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُنیا و آخرت

كَمَا تَقَدَّمَ التَّنْبِيهُ عَلَيْهِ غَيْرَ مَرَّةٍ۔
(صاوی جلد چہارم ص ۲۴۵)

کے تمام علم بتا دیئے۔ لیکن ان چیزوں کو چھپانے کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ اس پر کئی مرتبہ تنبیہ گزر چکی ہے۔

جواب دوم اس آیت سے کفار سائلین کو روکنا مقصود ہے۔ کہ تمہارا یہ سوال لغو ہے۔ آپ کے علم کی نفی نہیں۔ جیسا کہ علامہ خازن اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

وَقِيلَ مَعْنَاهُ فِيمَا إِنْكَارٌ لِسُؤَالِهِمْ أَيْ فِيمَا هٰذَا السُّؤَالُ ثُمَّ قَالَ أَنْتَ يَا مُحَمَّدُ مِنْ ذِكْرَاهَا أَيْ مِنْ عَلَامَتِهَا لِأَنَّكَ آخِرُ الرُّسُلِ فَكَفَاهُمْ ذٰلِكَ دَلِيلًا عَلٰى دُنُوِّهَا۔
(خازن جلد چہارم ص ۳۵۲)

اور کہا گیا ہے کہ معنی فِيمَا کفار کے سوال کا انکار ہے یعنی ان کا یہ سوال کس شمار میں ہے۔ پھر فرمایا کہ آپ ای محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں کیونکہ آپ آخری رسول ہیں۔ پس ان کو یہ دلیل کافی ہے۔ قیامت کے قریب ہونے پر۔

اسی طرح علامہ نسفی مدارک شریف میں لکھتے ہیں:۔

أَوْ فِيمَ إِنْكَارٌ لِسُؤَالِهِمْ عَنْهَا أَيْ فِيمَ هٰذَا السُّؤَالُ ثُمَّ قَالَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا أَيْ إِرْسَالُكَ وَأَنْتَ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَامَةٌ مِنْ عَلَامَاتِهَا فَلَا مَعْنٰى لِسُؤَالِهِمْ عَنْهَا۔
(مدارک جلد چہارم ص ۳۵۲)

یا فِيمَ کفار کے سوال قیامت سے جو ہے اس کا انکار ہے یعنی یہ سوال کس شمار میں ہے پھر فرمایا آپ اس کی نشانیوں سے ہیں۔ کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ قیامت کی نشانیوں سے ایک نشانی ہیں پس قیامت سے سوال کرنے کا کوئی مطلب ہی نہیں۔

فائدہ ان دونوں تفسیروں کا ماحصل یہ ہے کہ کفار کا قیامت کے متعلق سوال کرنا لغو ہے۔ آپ اس کی علامت ہیں تو وہ پھر کیوں پوچھتے

ہیں۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے علم قیامت کی نفی کہاں ہے۔ کہ منکرین کا دعویٰ ثابت ہو۔

جواب تیسرا علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی ایک یہ تفسیر بیان کی ہے:۔

قِيْلَ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا مُتَّصِلٌ بِالسُّؤَالِ اَيْ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا وَيَقُوْلُوْنَ اَيْنَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ثُمَّ اسْتَانَفَ فَقَالَ اِلٰى رَبِّكَ (تفسیر مدارک ص۳۵۲ جلد چہارم)	کہا گیا ہے کہ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا سوال سے متصل ہے یعنی کفار آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا قیام کب ہوگا اور کہتے ہیں کہ آپ کو اس کا علم کہاں سے آیا ہے پھر رب نے اپنی بات شروع کی تیرے رب کی طرف سے۔

الحاصل کفار نے پوچھا۔ آپ کو یہ علم کہاں سے حاصل ہوا ہے۔ تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے۔ اس تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ آپ کو علم قیامت ہے۔ جس کی مخالفین نفی کرتے ہیں۔

(۱۲) يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (پارہ ۹ سورت اعراف رکوع ۱۳)	تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے۔ تم فرماؤ۔ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

منکرین اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت نہیں ہے۔ اس شبہ کے بھی دو جواب ہیں۔ جو علمائے اہلِ سنّت نے ذکر فرمائے ہیں۔

جواب اوّل اس آیت میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے کہ جس کا یہ معنی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت نہیں سکھایا صرف یہ ہے کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور اس میں دینے کی نفی کہاں ہے تاکہ منکرین کو مفید ہو۔

جواب دوم یہ آیت علم قیامت دینے سے پہلے کی ہے۔ دیکھو علامہ صادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

وَالَّذِیْ یَجِبُ الْاِیْمَانُ بِہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ یَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَعْلَمَہُ اللّٰہُ بِجَمِیْعِ الْمُغَیَّبَاتِ الَّتِیْ تَحْصُلُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَھُوَ یَعْلَمُھَا کَمَا ھِیَ عَیْنَ یَقِیْنٍ لِمَا وَرَدَ رُفِعَتْ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ فِیْھَا کَمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذَا۔

(تفسیر صادی جلد دوم ص۹۷)

جس پر ایمان لانا ضروری ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے منتقل نہیں ہوئے۔ یہانتک کہ اللہ تعالےٰ آپکو تمام وہ غائب چیزیں بتا دیں جو کہ دنیا و آخرت میں ہونگی پس آپ اُن کو جانتے ہیں جس طرح کہ وہ ہیں عین الیقین، کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے کہ ہمارے سامنے دنیا پیش کی گئی پس ہم اسمیں اس طرح دیکھ رہے ہیں۔ جیساکہ اپنی اس ہتھیلی کو۔

اُمید ہے کہ اس تفسیر سے منکرین کے دل ضرور ٹھنڈے ہوگئے ہوں، ورنہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

(۱۴) یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ (پارہ ۹ سورۃ اعراف رکوع ۱۳)

تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھیری ہے تم فرماؤ کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے

اس آیت سے بھی مخالفین استدلال کرتے ہیں۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیامت نہیں ہے۔ اس کے وُہی سابقہ جواب ہیں۔ کہ اس میں علم عطا فرمانے کی نفی نہیں ہے۔ دُوسرے یہ آیت پہلے نازل ہوئی، اور علم بعد میں عطا فرمایا گیا۔ فلا اعتراض ولا شبھۃ علیہ۔

دسواں وعظ

پانچویں تقریر

(۱) اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ج وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ ج وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ط وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ o

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اُتارتا ہے بارش اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی۔ بیشک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے۔

(پارہ ۲۱ رکوع ۱۳ سورت لقمان)

یہ آیۂ شریفہ منکرین کی بڑی دستاویز ہے کہ اس کو ہمیشہ چھوٹا بڑا بے سمجھے پڑھ دیا کرتے ہیں۔ اور ان کا یہ زعم ہے۔ کہ یہ آیت حضور اقدس عالم ما کان ومایکون صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عالم جمیع اشیاء نہ ہونے پر نص ہے۔ مگر مخالفین کی یہ ایک خوش فہمی ہے ورنہ اس آیت سے ان کا دعوےٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسمیں صرف اتنا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اسمیں اس بات کی نفی ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا علم کسی کو عطا بھی نہیں فرمایا ہے اس کے علاوہ مفسرین محدثین اور اولیائے کرام کے ارشاداتِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ان پانچوں چیزوں کو بعطائے الٰہی بالیقین جانتے ہیں۔

مفسرین کے ارشادات

علامہ صادی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:۔

اَیْ مِنْ حَیْثُ ذَاتِہَا وَاَمَّا بِاِعْلَامِ اللّٰہِ لِلْعَبْدِ فَلَا مَانِعَ مِنْہُ کَالْاَنْبِیَاءِ وَبَعْضِ الْاَوْلِیَآءِ

یعنی ان باتوں کو کوئی اپنے آپ نہیں جانتا۔ لیکن کسی بندے کا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے جاننا اس سے کوئی مانع

قَالَ تَعَالٰی فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَلَا مَانِعَ مِنْ كَوْنِ اللّٰهِ یُطْلِعُ بَعْضَ عِبَادِهٖ الصَّالِحِیْنَ عَلٰی بَعْضِ هٰذِهِ الْمُغَیَّبَاتِ فَتَكُوْنُ مُعْجِزَةً لِّلنَّبِیِّ وَكَرَامَةً لِّلْوَلِیِّ وَلِذٰلِكَ قَالَ الْعُلَمَاءُ اَلْحَقُّ اِنَّهٗ لَمْ یَخْرُجْ نَبِیُّنَا مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی اَطْلَعَهٗ عَلٰی تِلْكَ الْخَمْسِ وَلٰكِنَّهٗ اُمِرَ بِكَتْمِهَا

(تفسیر صاوی جلد سوم ص ٢١٥)

نہیں جیسے کہ انبیاء اور بعض اولیاء رب نے فرمایا کہ اپنے غیب پر کسی کو ظاہر نہیں فرماتا سوائے برگزیدہ رسولوں کے پس اگر خدا تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو بعض غیبوں پر مطلع فرما دے تو کوئی مانع نہیں پس یہ علم نبی کا معجزہ اور ولی کی کرامت ہوگی اسی لئے علماء نے فرمایا کہ حق یہ ہے کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہانتک کہ اُن کو ان پانچوں باتوں پر رب تعالیٰ نے مطلع فرما دیا۔ لیکن آپ انکے چھپانے پر مامور تھے۔

حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اُستاد مکرم اورنگزیب اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں

وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اِنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسَةِ وَاِنْ كَانَ لَا یَعْلَمُهَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ لٰكِنْ یَجُوْزُ اَنْ یُّعَلِّمَهَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ مُّحِبِّیْهِ وَاَوْلِیَآئِهٖ بِقَرِیْنَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ بِمَعْنَی الْمُخْبِرِ۔

(تفسیر احمدی ص)

تیرے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ ان پانچوں باتوں کا علم اگرچہ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن جائز ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوبوں اور ولیوں میں سے جس کو چاہے سکھائے خدا کے اس قول کے قرینے سے اللہ تعالےٰ جاننے والا بتانے والا ہے خبیر بمعنی مخبر۔

صاحب تفسیر روح البیان اسی آیت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں:۔

وَمَا رُوِیَ عَنِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاَوْلِیَآءِ

اور جو غیب کی خبریں دینا انبیاء و اولیاء

مِنَ الْاَخْبَارِ عَنِ الْغُیُوْبِ فَبِتَعْلِیْمِ اللّٰہِ اِمَّا بِطَرِیْقِ الْوَحْیِ اَوْ بِطَرِیْقِ الْاِلْھَامِ وَالْکَشْفِ وَکَذَا اَخْبَرَ بَعْضُ الْاَوْلِیَآءِ عَنْ نُزُوْلِ الْمَطَرِ وَاَخْبَرَ عَمَّا فِی الرَّحِمِ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی فَوَقَعَ کَمَا اَخْبَرَ۔ (روح البیان ص۱۰۵ جلد ۷)	سے مروی ہیں۔پس یہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہیں یا وحی یا الہام کے طریق سے یا کشف سے اور اسی طرح بعض اولیاء نے بارش آنے کی خبر دی اور بعض نے رحم کے بچّہ لڑکے یا لڑکی کی خبر دی۔تو وہی ہُوا۔جو اُنہوں نے فرمایا تھا۔

فائدہ ان تفسیروں سے وضاحت سے ثابت ہوگیا۔کہ انبیاء کرام علیہ السلام و اولیاء کرام ان کلیات خمسہ کو اللہ تعالیٰ کی عطائے کریم سے جانتے ہیں۔منکرین کا مزعوم مردود ہوگیا۔

اکابر علمائے ملّت کے ارشادات حضرت محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی زیر آیت فرماتے ہیں:۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچ کس اینہا را نداند و آنہا از اُمور غیب اند کہ خبر خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بدانا ند بوحی و الہام (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۴۴)	مطلب یہ ہے کہ بغیر تعلیم خدا اٹکل سے کوئی شخص ان کو نہیں جانتا اور وہ اُمور غیب ہیں۔کہ سوائے خدا تعالیٰ کے ان کو کوئی نہیں جانتا مگر یہ کہ خود اللہ تعالیٰ کسی کو بتا دے وحی اور الہام سے۔

فائدہ محدّث علیہ الرحمۃ کی اس عبادت سے ایک ادنیٰ فارسی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان اُمور خمسہ کا علم عطا فرمایا ہے۔لہٰذا منکرین کا استدلال باطل ہُوا۔

حضرت عبدالوہاب امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اُوْتِیَ عِلْمُ کُلِّ شَیْئٍ حَتّٰی الرُّوْحِ	سرکار کو ہر شئی کا علم عطا فرمایا گیا یہاں

وَالْخَمْسِ الَّتِیْ فِیْ اٰیَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ (کشف الغمہ جلد دوم ص۴۲)

تک کہ رُوح اور کلیات خمسہ جو اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ میں مذکور ہیں۔

فائدہ امام شعرانی نے تو وہابیت و نجدیت کا مُنہ بالکل سیاہ کر دیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شئی کا علم عطا فرمایا گیا۔ اور یہ فرما کر رُوح اور کلیات خمسہ کا علم بھی سرکار کو ہے۔ وہابیت کی بقیہ جان کو جلا کر راکھ کر دیا۔

اولیائے کرام کے ارشادات

حضرت عبد العزیز عارف رحمۃ اللہ علیہ شیخ و مُرشد احمد بن مبارک فرماتے ہیں:

قُلْتُ لِلشَّیْخِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَاِنَّ عُلَمَآءَ الظَّاہِرِ مِنَ الْمُحَدِّثِیْنَ وَغَیْرِھِمْ اِخْتَلَفُوْا فِی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَلْ کَانَ یَعْلَمُ الْخَمْسَ الْمَذْکُوْرَاتِ فِیْ قَوْلِہٖ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الاٰیۃ فَقَالَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعَنْ سَادَتِنَا الْعُلَمَآءِ وَکَیْفَ یَخْفٰی اَمْرُ الْخَمْسِ عَلَیْہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَھْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِہِ الشَّرِیْفَۃِ لَا یُمْکِنُہُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَۃِ ھٰذِہِ الْخَمْسِ۔

میں نے اپنے شیخ عبد العزیز عارف رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ علمائے ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا جو اس آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الاٰیۃ میں مذکور ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ ان پانچوں کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ جبکہ ایک صاحب تصرف اُمتی کو بغیر ان پانچوں کے علم کے تصرف ممکن نہیں۔

(ابریز ص۱۶۷)

سیدی عبد العزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مبارک ارشاد:۔

فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْئٌ مِنَ الْخَمْسِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْاٰيَةِ الشَّرِيْفَةِ وَكَيْفَ يَخْفٰى عَلَيْهِ وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَةُ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ يَعْلَمُوْنَهَا وَهُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَكَيْفَ بِالْغَوْثِ فَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ الَّذِيْ هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْئٍ وَمِنْهُ كُلُّ شَيْئٍ ۔ (ابریز ص ۳۱۸)	حضور علیہ الصّلاۃ والسّلام پر ان پانچ مذکوریں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔ اور آپ پر یہ امور کیسے مخفی ہو سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی اُمّت کے سات قطب ان کو جانتے ہیں۔ وہ غوث سے کم مرتبہ ہیں۔ پس غوث کا کیا پوچھنا اور پھر سیّد اوّلین و آخرین کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں اور جن سے ہر چیز ہے۔

فائدہ ان دونوں مبارک ارشادوں سے واضح ہوگیا۔ کہ حضور اور حضور کے خدّام بھی ان پانچوں اُمور کے باذن اللہ عالم ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

حضرات! ان مذکورہ تصریحات سے ثابت ہوگیا ہے۔ کہ ان اُمورِ خمسہ کا علم پیارے مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اور آپ کے واسطے سے آپکے نیاز مند ولیوں کو بھی حاصل ہے۔ اب مزید اطمینان کے لئے جُدا جُدا ثابت کیا جاتا ہے۔ ان پانچوں میں سے ہر ایک کا علم سردارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حاصل ہے اور سوائے قیامت کے اور چیزوں کی خبریں بھی آپنے سنائی ہیں۔ سُنیئے:۔

قیامت کا علم

صاحب تفسیر روح البیان زیرِ آیت یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا کے تحت لکھتے ہیں:۔

قَدْ ذَهَبَ بَعْضُ الْمَشَايِخِ اِلٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْرِفُ وَقْتَ السَّاعَةِ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى	بے شک بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت کے وقت کو

وَهُوَ لَا يُنَافِي الْحَصْرَ فِي الْآيَةِ كَمَا لَا يَخْفٰى (روح البیان جلد دوم صفحہ ۳۸۹)

پہچانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے اور یہ حصر کے منافی نہیں جو آیت میں ہے۔

فائدہ اس سے ثابت ہوا۔ کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم حاصل ہے

مینہ برسنے کا علم نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل حدیث بیان کرتے سرکار کے یہ الفاظ ذکر فرمائے:۔

ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا لَا يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ الحدیث رواہ الترمذی (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۴)

(بعد فتنہ یاجوج و ماجوج کے) اللہ (ایک عالمگیر) مینہ بھیجے گا۔ جس سے کوئی مکان اور خیمہ محفوظ نہ رہے گا۔

فائدہ اب خوب ثابت ہو گیا۔ کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینہ برسنے کی خبر قبل از وقت سنائی۔ اور قبل از وقت بھی کیسی۔ سینکڑوں سال پہلے۔

اس کا علم کہ پیٹ میں کیا ہے اسی طرح ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے مافی الارحام کی بھی خبر دی یعنی قبل پیدائش بتا دیا۔ کہ لڑکا ہو گا یا لڑکی۔ چنانچہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدا ہونے کی خبر سنائی۔ جو بعد میں پیدا ہوں گے۔ جو صحیح حدیثوں میں مذکور اور عوام الناس میں مشہور ہے۔ یہ خبر آپ نے لڑکا پیدا ہونے کی اس وقت دی جبکہ نطفہ باپ کی پیٹھ میں نہیں بلکہ اس سے بھی بہت پہلے۔ ایسے ہی سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ ام فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں نے آج شب ایک نہایت ناپسند خواب دیکھا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ کیا۔ عرض کیا وہ بہت سخت ہے۔ فرمایا کیا ہے

عرض کیا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ گویا ایک ٹکڑا حضور والا کے جسم اقدس کا کاٹا گیا۔ اور میری گود میں رکھا گیا۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رَأَیْتِ خَیْرًا تَلِدُ فَاطِمَۃُ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ فَوَلَدَتْ فَاطِمَۃُ الْحُسَیْنَ فَکَانَ حِجْرِیْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ ص۵۷۲)	تو نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے لڑکا ہوگا اور وہ تیری گود میں ہوگا پس حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حسین کو جنا پس میری گود میں آیا۔ جیسے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

حضور تو حضور آپ کے خدام بھی جانتے ہیں۔ کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، ذرا بستان المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ کی ملاحظہ ہو کہ آپ فرماتے ہیں:۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی۔ وہ ایک دن شکستہ خاطر اور رنجیدہ دل ہو کر شیخ کی خدمت میں پہنچے، تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جو اپنے علم سے دنیا کو مالا مال کر دے گا (بستان المحدثین ص۱۹۴) اب ذرا انصاف فرمائیے کہ ایک ولی کو تو خبر ہے کہ بیٹا ہوگا۔ اور اس کا عالم ہونا بھی معلوم مگر یہ کہنا کہ خدا کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہیں کہ پیٹ میں کیا ہے کتنا ظلم وستم ہے۔

کل کی بات کا علم

منکرین کا یہ قول کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کی بات کا علم نہیں۔ عجیب مضحکہ خیز ہے۔ کل کی بات تو الگ ہے۔ آپ نے قیامت تک کی خبریں دے دیں۔ تو کیا کل کی بات باقی رہ گئی۔ سنو حضرت عمرو بن اخطب انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الْفَجْرَ وَ صَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ قَالَ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا رواہ مسلم

(مشکوٰۃ صـ ۵۴۳)

ہم کو ایک روز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ ہم کو دیا۔ یہاں تک ظہر کا وقت ہو گیا پس اُتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے اور ہمیں خطبہ دیا، یہاں تک کہ عصر آ گئی، پھر اترے اور نماز پڑھی، پھر منبر پر چڑھے (خطبہ دیا) یہانتک کہ سورج غروب ہو گیا، پس آپ نے ہم کو جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، خبر دے دی پس ہم میں وہی سب سے زیادہ عالم ہے جو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

فائدہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کی خبریں دے اس سے کل کی بات کا جاننا کب پوشیدہ ہو سکتی ہے۔ مگر مخالفین اور منکرین ایسے ضدی ہیں۔ جو کہ ایسی صریح حدیث کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اچھا اب ہم ایک ایسی حدیث ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس میں صاف لفظ غد موجود ہو اور حضور فرمائیں کہ میں کل کی بات جانتا ہوں۔ سنیئے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے یوم خیبر فرمایا:۔

لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ

(مشکوٰۃ صـ ۵۶۳)

میں ضرور یہ جھنڈا کل ایسے شخص کو دوں گا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح کرے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں

فائدہ اس حدیث پاک سے نصف النہار کی طرح واضح ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا صلّی اللہ علیہ وسلّم کل کی بات باذن اللہ جانتے ہیں۔

اس کا علم کہ کہاں مرے گا

ہمارے مولا و آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ جانتے تھے۔ کہ خود اور دوسرے کہاں وفات پائیں گے چنانچہ جب آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت خود بہ نفس نفیس اُن کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور جب وصیت فرما چکے۔ تو ارشاد فرمایا:۔

يَا مُعَاذُ اِنَّكَ عَسٰى اَنْ لَّا تَلْقَانِىْ بَعْدَ عَامِىْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِىْ هٰذَا وَقَبْرِىْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الحديث (مشکوٰۃ ص ۴۴۵)

اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد تیری ملاقات میرے ساتھ نہ ہو، اور شاید تم میری اس مسجد اور قبر پر گزرو۔ پس معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھبرا کر رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جُدائی میں رونے لگے۔

اس مبارک حدیث سے دو امر بخوبی ثابت ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہمارے آقا و مولا رحمۃ للعالمین علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو معلوم تھا۔ کہ میرا وصال اسی سال ہوگا۔ دُوسرے یہ کہ میری قبر انور اسی مدینہ اور مسجد نبوی کے پاس ہی بنے گی۔ اس سے ثابت ہُوا، کہ رسول پاک جانتے ہیں۔ کہ کس جگہ میں وصال ہوگا۔

دُوسروں کے مقام موت کو بھی جانتے ہیں

اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے ہمارے آقائے دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم جانتے ہیں۔ کہ لوگ کس جگہ مریں گے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ

بلاشک رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم کو دکھاتے تھے، اہل بدر کے گرنے اور مر

اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَؤُا الْحُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مرنے کی جگہ کل کی جگہ کل گزشتہ اور فرماتے یہ فلاں کے گرنے اور مرنے کی جگہ ہے اگر خدا نے چاہا اور یہ فلاں کا مصرع ہے انشاء اللہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو سچ کے ساتھ بھیجا نہیں۔ خطا کی انہوں نے ان حدود سے جو آپ نے معین فرمائی تھیں۔

الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۵۴۳)

فائدہ الغرض رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دست اقدس سے معین فرما دیا۔ کہ فلاں مشرک کل کو اس جگہ مرا پڑا ہوگا۔ اور فلاں مشرک فلاں جگہ پر۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ کل کو کیا ہوگا اور دوسرے یہ کہ کون کہاں مرے گا۔ یعنی مَا فِیْ غَدٍ اور بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ کا علم اللہ جل شانہ نے آپ کو مرحمت فرمایا ہے۔

گیارہواں وعظ

پہلی تقریر

منکرین کے احادیث پاک سے شبہات اور ان کے جوابات منکرین نفی علم غیب کے ثبوت میں بہت سی احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے جوابات شُرّاح اور اکابر علماء کے اقوال کی روشنی میں دیا جائے گا۔

(۱) مشکوٰۃ باب اعلان النکاح کی پہلی حدیث ہے کہ رُبَیِّعِ بنتِ معوّذ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حِيْنَ بُنِيَ عَلَيَّ فَجَلَسَ عَلٰى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي فَجَعَلَتْ جُوَيْرِيَاتٌ لَنَا يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَيَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِيْ يَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدٰهُنَّ وَفِيْنَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِيْ غَدٍ فَقَالَ دَعِيْ هٰذِهٖ وَقُوْلِيْ بِالَّذِيْ كُنْتِ تَقُوْلِيْنَ

رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص ۲۷۱)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اندر داخل ہوئے جبکہ مجھے خاوند کے گھر بھیجا گیا تھا۔ پس آپ بیٹھے میرے فرش پر مانند بیٹھنے تیرے میری نسبت پس شروع ہوئیں لڑکیاں ہماری دف بجاتی تھیں اور ندبہ کرتی تھیں میرے ان باپوں کے لئے جو روز بدر قتل کئے گئے تھے۔ اچانک ان کی ایک نے کہا۔ ہمارے درمیان پیغمبر ہے جو جانتا ہے جو کل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو چھوڑ دے اور کہہ جو تو کہہ رہی تھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ ورنہ آپ اس کو نہ روکتے۔

جواب یہ بھی وہابیوں منکروں کا ایک بڑا اعتراض ہے جس کو اُن کے مُرشد نے تقویۃ الایمان میں بھی لکھا ہے۔ مگر مقام غور ہے۔ کہ یہ مصرع خود ان بچیوں نے تو بنایا ہی نہیں اور نہ ہی کسی کافر و مشرک نے بنایا۔ کیونکہ وہ تو آپ کو نبی ہی نہیں مانتے۔ بالضرور کسی صحابی کا بنایا ہُوا ہوگا۔ مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو شعر کی مذمت کی اور نہ بنانے والا کو کافر مشرک کہا۔ نہ ہی لڑکیوں اور بچیوں کو توبہ اور تجدید اسلام کے لئے ارشاد فرمایا۔ اگر یہ مصرع بقول وہابیہ مشرکانہ ہوتا۔ تو ضرور سختی سے روکتے اور توبہ اور تجدید اسلام کا حکم فرماتے۔ پتہ چلا کہ یہ اعتقاد ہرگز مشرک نہیں۔ آپ نے فقط اس شعر کے گانے سے روکا اور کیوں روکا اس کی وجہ شراح حدیث نے بیان فرمائی۔

ملا علی قاری حنفی مرقات میں لکھتے ہیں:۔

انما منع لقولها وفينا نبيٌّ آه لكراهة نسبة علم الغيب اليه لانه لا يعلم الغيب الا الله وانما يعلم الرسل من الغيب ما اعلمه او لكراهة ان يذكر في اثناء ضرب الدف واثناء مرثية القتلى لعلو منصبه عنه (مرقات حاشیہ مشکوٰۃ صـ۲۷۱)	بیشک منع فرمایا اس لڑکی کے قول کو (وفینا نبیٌّ آہ) واسطے مکروہ سمجھنے علم غیب (ذاتی) کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اور بیشک رسول وہ غیب جانتے ہیں جو اللہ نے بتا دیا یا یہ ناپسند کیا کہ آپ کا ذکر دف بجانے میں اور مقتولین کے مرثیہ کے درمیان کیا جائے کیونکہ آپ کا درجہ اس سے اعلیٰ ہے۔

حضرت محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

گفتہ اند۔ کہ منع آں حضرت ازیں قول بجہت آنست کہ دروے اسناد علم غیب است بآنحضرت پس آنحضرت را ناخوش آمد وبعضے گویند بجہت آنست کہ ذکر شریف وے درا ثنائے لہو مناسب نہ باشد (اشعۃ اللمعات جلد ثالث صـ۱۱۷)	شارحین نے کہا کہ آپ کا منع فرمانا اس سے اس لئے تھا۔ کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہٰذا آپ کو پسند نہ آیا اور بعض نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ آپ کا ذکر مبارک کھیل کود میں مناسب نہیں ہے۔

فائدہ اس سے ظاہر ہو گیا کہ منع کی یہ وجہ نہ تھی۔ کہ آپ کو علم ما فی غد نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ مذکورہ بالا تھی۔ کیونکہ سابقہ صفحات میں علم ما فی غد کا آپ کے لئے ثابت ہو چکا ہے۔

(۲) عن رافع بن خديج قال قدم نبي الله صلى الله عليه وسلم المدينة وهم يابرون	حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پاک میں داخل ہوئے

النَّخلَ فَقَالَ مَا تَصنَعُونَ قَالُوا كُنَّا نَصنَعُهٗ قَالَ لَعَلَّكُم لَو لَم تَفعَلُوا كَانَ خَيرًا فَتَرَكُوهُ فَنَقَصَت قَالَ فَذَكَرُوا ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اِذَا اَمَرتُكُم بِشَیءٍ مِن اَمرِ دِینِکُم فَخُذُوا بِهٖ وَاِذَا اَمَرتُکُم بِشَیءٍ مِن رَّاْیِی فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۲۸)

اور لوگ کھجور کے نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے فرمایا کیا کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم ہمیشہ یہ کام کرتے ہیں۔ فرمایا شاید کہ اگر تم نہ کرو۔ یہ کام تو بہتر ہو۔ پس انہوں نے اس کام کو چھوڑ دیا۔ پس کھجور کا پھل کم ہو گیا، راوی نے کہا کہ لوگوں نے اس کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا تو آپ نے فرمایا بیشک میں انسان ہوں جبکہ میں تم کو کسی دینی امر کا حکم دوں، تو اس پر عمل کرو۔ اور جس وقت میں اپنی رائے سے کسی بات کا حکم دوں۔ تو بیشک میں انسان ہوں۔

بعض روایت میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم (اشعۃ اللمعات ص۱۲۹) یعنی تم دنیاوی امور خوب جانتے ہو۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا، کہ آپ کو یہ علم نہ تھا، کہ تلقیح روکنے سے پھل گھٹ جاویں گے نیز انصار کا علم آپ سے زیادہ ثابت ہوا۔

جواب سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اَنتُم اَعلَمُ بِاُمُورِ دُنیَاکُم اس سے یہ مطلب لینا۔ کہ آپ کو علم نہ تھا۔ بالکل غلط ہے۔ بلکہ آپ کا یہ فرمان اظہارِ ناراضگی تھا۔ کہ جب تم صبر نہیں کرتے تو دنیاوی معاملات تم جانو۔ جیسا کہ ہم کسی سے کوئی بات کہیں اور وہ اس میں کچھ تامل کرے تو کہتے ہیں بھائی تو جان اس سے علم کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔ اگر انصار ایک دو سال صبر کرتے۔ تو ضرور ان کو فائدہ ہوتا چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وَخَصَّهُ اللّٰهُ مِنَ الاِطِّلَاعِ عَلٰی — اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

جَمِيعِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ وَاسْتُشْكِلَ بِاَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَجَدَ الْاَنْصَارَ يُلَقِّحُوْنَ النَّخْلَ فَقَالَ لَوْ تَرَكْتُمُوْهُ فَتَرَكُوْهُ فَلَمْ يَخْرُجْ شَيْئًا اَوْ خَرَجَ شِيْصًا فَقَالَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْيَاكُمْ قَالَ الشَّيْخُ السَّنُوْسِيُّ اَرَادَ اَنْ يَحْمِلَهُمْ عَلٰى خَرْقِ الْعَوَائِدِ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى بَابِ التَّوَكُّلِ وَاَمَّا هُنَاكَ فَلَمْ يَمْتَثِلُوْا فَقَالَ اَنْتُمْ اَعْرَفُ بِدُنْيَاكُمْ وَلَوِ امْتَثَلُوْا وَتَحَمَّلُوْا فِيْ سَنَةٍ اَوْ سَنَتَيْنِ لَكُفُوْا اَمْرَ هٰذِهِ الْمِحْنَةِ

(شرح شفا ملا علی قاری بحث المعجزات)

کو تمام دینی و دُنیاوی مصلحتوں پر مطلع فرمانے سے خاص فرمایا اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ آپ نے انصار کو کھجوروں کی تلقیح کرتے ہوئے پایا تو فرمایا اگر تم اس کو چھوڑ دیتے (تو اچھا تھا) پس انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تو کچھ پھل نہ آیا یا ناقص آیا تو فرمایا تم اپنے دنیاوی اُمور کو خوب جانتے ہو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ آپنے چاہا تھا۔ کہ ان کو خلافِ عادت کام کر کے بابِ توکل تک پہنچا دیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا، تو فرما دیا کہ تم جانو دنیاوی امور کو۔ اگر وہ مان لیتے اور ایک سال یا دو سال نقصان برداشت کر لیتے تو اس محنت سے بچ جاتے۔

یہی ملا علی قاری شرح شفا جلد دوم ص۳۳۸ میں لکھتے ہیں:۔

وَلَوْ ثَبَتُوْا عَلٰى كَلَامِهٖ لَفَاقُوْا فِي الْفَنِّ وَلَارْتَفَعَ عَنْهُمْ كُلْفَةُ الْمُعَالَجَةِ

اگر وہ ثابت رہتے تو اس فن میں فوقیت لے جاتے اور اُن سے اس تلقیح کی محنت دُور ہو جاتی۔

فائدہ ان دونوں عبارتوں سے ظاہر ہے۔ کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا فرمایا تھا۔ وہ حق اور بجا تھا۔ اگر اُس کے موافق عمل کیا جاتا تو بیشک تمام تکلیفیں دُور ہو جاتیں۔ نیز آپ دینی اور دنیاوی امور سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

شما دانا ترین بکار ہائے دنیائے خود یعنی مرا کارے والتفات بداں نیست والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دانا ترست از ہمہ در ہمہ کارہائے دنیا و آخرت

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص۱۲۹)

تم دنیاوی کام زیادہ جانتے ہو کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ان کی طرف التفات نہیں ورنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا و آخرت کے کاموں میں تمام سے زیادہ دانا اور واقف ہیں۔

بارہواں وعظ

دوسری تقریر

(۳) عَنْ مَسْرُوْقٍ قَالَتْ عَائِشَۃُ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّهٗ اَوْكَتَمَ شَيْئًا مِّمَّا اُمِرَ بِهٖ اَوْيَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفِرْيَةَ رواه الترمذی

(مشکوٰۃ ص۵۰۱)

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جو تجھے خبر دے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا کسی ایسی چیز کو چھپایا جس کے ساتھ امر کئے گئے یا ان پانچ چیزوں کو جانتے تھے جن کا ذکر آیت اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ میں تو وہ شخص بڑا جھوٹا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ کلیاً خمسہ کو نہیں جانتے تھے۔

جواب۔ اس حدیث پاک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تین باتیں

بیان فرمائیں - ایک تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو نہیں دیکھا سو یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں - کیونکہ یہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے تھی - جو دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے نہیں مانی اور نہ ہی حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حدیث مرفوع ذکر کی - بلکہ صحابہ کرام نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مخالف وقوع رؤیت کا اثبات کیا اور اب تک جمہور علمائے اسلام اس کو مانتے چلے آتے ہیں چونکہ یہ مسئلہ بحث سے خارج ہے اس لیئے اس کو چھوڑا جاتا ہے -

دوم - کہ آپ نے کسی علم کو نہیں چھپایا - اس سے مراد یہ ہے کہ جن کی تبلیغ کا حکم تھا - ان میں سے کچھ نہیں چھپایا - جن کے چھپانے کا حکم تھا - وہ بیشک چھپائے تفسیر ابو سعود میں زیر آیت یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ لکھا ہے :-

اَیْ مِنَ الْاَحْکَامِ وَمَا یَتَعَلَّقُ بِھَا وَاَمَّا الْاَسْرَارُ الَّتِیْ اُخْتُصَّتْ بِھَا فَلَا یَجُوْزُ تَبْلِیْغُھَا	یعنی اس سے مراد احکام اور ان کے متعلقات ہیں - مگر وہ اسرار مخصوصہ ان کی تبلیغ جائز نہیں -

(تفسیر ابی سعود حاشیہ جلالین ص۱۰۴)

اسی طرح علامہ صاوی زیر آیت بالا لکھتے ہیں :-

اِعْلَمْ اَنَّ مَآ اُوْحِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ یَنْقَسِمُ اِلٰی ثَلَاثَۃِ اَقْسَامٍ مَآ اُمِرَ بِتَبْلِیْغِہٖ وَھُوَ الْقُرْاٰنُ وَالْاَحْکَامُ الْمُتَعَلِّقَۃُ بِالْخَلْقِ عُمُوْمًا فَقَدْ بَلَّغَہٗ وَلَمْ یَزِدْ عَلَیْہِ حَرْفًا وَلَمْ یَکْتُمْ مِنْہُ حَرْفًا وَمَآ اُمِرَ بِکِتْمِہٖ فَقَدْ	جان لو کہ جو چیز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی تین قسم ہے ایک وہ جس کی تبلیغ کا امر کیا گیا ہے جو وہ قرآن اور احکام ہیں جو تمام مخلوقات سے متعلق ہیں - بیشک آپ نے ان کی تبلیغ فرمادی اور نہ ان پر کوئی حرف زیادہ کیا اور نہ ہی چھپایا - دوسری قسم وہ ہے

كَتَمَهُ وَلَمْ يُبَلِّغْ مِنْهُ حَرْفًا وَهُوَ جَمِيْعُ الْاَسْرَارِ الَّتِيْ لَا تَلِيْقُ بِالْاُمَّةِ وَمَا خُيِّرَ فِيْ تَبْلِيْغِهٖ وَكِتْمِهٖ فَقَدْ كَتَمَ الْبَعْضَ وَبَلَّغَ الْبَعْضَ وَهُوَ الْاَسْرَارُ الَّتِيْ تَلِيْقُ بِالْاُمَّةِ۔

(تفسیر صاوی جلد اوّل ص ۲۵۶)

جس کے چھپانے کا حکم کیا گیا پس آپ نے اس کو چھپایا اور ایک حرف کی بھی تبلیغ نہیں فرمائی اور یہ وہ اسرار ہیں، جو اُمّت کے لائق نہیں تیسری قسم وہ ہے جس کے تبلیغ اور چھپانے میں اختیار دیا گیا ہے پس آپ نے ان سے بعض کو چھپایا اور بعض کو تبلیغ فرمائی اور یہ وہ اسرار ہیں جو اُمّت کے ساتھ لائق ہیں۔

اسی طرح حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ان پانچ چیزوں کو نہیں جانتے۔ اس سے مُراد یہ ہے کہ خود بخود نہیں جانتے۔ باقی بتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔ علمائے کرام نے اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل ہیچکس اینہا را نداند و آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بدانا ند بوحی والہام۔

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۴۴)

اس (آیت) سے مراد یہ ہے کہ بلا تعلیم الٰہی عقل کے حساب سے کوئی شخص ان کو نہیں جانتا۔ اور وہ امور غیب ہیں کہ ان کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا مگر یہ کہ خود خداوند کریم بذریعہ وحی اور الہام کسی کو بتلادے (تو ٹھیک ہے)

قطب الواصلین سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلیات خمسہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

كَيْفَ يَخْفٰى اَمْرُ الْخَمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ

امور خمسہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں حالانکہ

أَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ أُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ لَا يُمْكِنُهُ التَّصَرُّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ هٰذِهِ الْخَمْسِ (ابریز ص ۱۶۷)

آپ کی اُمّت شریفہ میں سے ایک بھی اہل تصرف کو ان کلیات خمسہ کے جاننے کے بغیر تصرف ناممکن ہے۔

الحاصل یہ بات ثابت ہو گئی کہ کلیات خمسہ مذکورہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ الایۃ کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء اور اولیاء کو حاصل ہے۔ تو یہ کہنے والا کہ سرکار اعظم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتعلیم الٰہی بھی کلیات خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے ان اُمور خمسہ کا علم نہیں دیا جاتا۔ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بدنصیب ہے کہ اپنی من گھڑت کے آگے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ذیشان کو بھول گیا۔ خدائے قدوس ہدایت عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بحرمت سید العالمین۔

(۴) منکرین کا حدیث پاک سے چوتھا شبہ کہ بخاری شریف ص ۴۸ جلد اوّل میں ہے۔ کہ ایک سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اُن کا ہار گم ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ صحابہ کے وہاں ٹھہر گئے اور ہار کو صحابہ کرام نے ڈھونڈا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شئی کا علم ہوتا، تو کیوں نہ بتاتے۔

جواب حقیقت یہ ہے کہ مخالفین کے دلائل کا دارومدار باطل اور غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے۔ جب یہ لوگ کسی آیت و حدیث سے وہ اپنا دعویٰ کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے۔ تو بمجبوری و ناچاری اپنی غلط رایوں کو بجائے قرآن حدیث اور کتب معتبرہ کے پیش کر دیتے ہیں۔ معلوم نہیں ہے کہ منکرین نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ میں سے کونسی دلیل قرار دے رکھا ہے۔ دینی مسائل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف زید و عمر اور ہر ما وشما کے منتشر خیالات پر موقوف نہیں ہیں۔ جب آیات و احادیث اور کتب معتبرہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہوا۔ تو مخالفین

کا وہم کس شمار و قطار میں ہے اپنے خیالات واہیہ کو آیات واحادیث کے مقابلہ میں اُن کا رد کرنے کے لئے پیش کرنا۔ مخالفین ہی کی جُرأت ہے۔ اس سوال کا دار و مدار صرف اس بات پر ہے۔ کہ سرکار نے نہ بتایا۔ اوّل تو اس میں کلام ہے مخالف کو اس پر دلیل لانی تھی۔ کوئی عبارت پیش کرنی تھی۔ مگر منکرین کے ہاں اس کی ضرورت ہی نہیں۔ جو بات مُنہ میں آگئی اُگل دی۔ حضور کی جس فضیلت کو چاہا محض بزور زباں انکار کر دیا۔ بخاری شریف میں ہے:۔

فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَ ھَا	رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو بھیجا، پس اس نے ہار کو پایا

(بخاری جلد اوّل ص۴۸)

بخاری شریف کا محشی لکھتا ہے:۔

یُحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَدَ ھَا۔	(اس میں) احتمال ہے کہ خود سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ہی وہ ہار پایا یعنی وَجَدَ کا فاعل خود حضور ہیں۔

(حاشیہ بخاری ص۴۸)

پھر مخالفین کے اس کہنے کے کیا معنی۔ کہ آپ نے نہ بتایا۔ دوسرے یہ کہ ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ آپ نے نہ بتایا۔ تو کیا نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو مستلزم ہے۔ یہ کہاں کی منطق ہے۔ اگر یہی قیاس ہے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ معاذ اللہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی جاہل ہے۔ کیونکہ کفار نابکار نے قیامت کے متعلق بہتیرا سوال کیا کہ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ۔ قیامت کس روز آئے گی۔ مگر اللہ سبحانہ نے نہ بتایا۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے۔ اور یہاں یہ حکمت تھی۔ کہ صدیقہ کا ہار گم ہو۔ مسلمان اس کی تلاش میں یہیں رُک جائیں۔ ظہر کا وقت آجائے۔ پانی نہ ملے۔ تب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی جائے کہ اب کیا کریں۔ تب آیت تیمم نازل ہو جس سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عظمت قیامت تک کے مسلمان معلوم کر لیں کہ اُن کی طفیل ہم کو تیمّم کا حکم ملا۔ اگر اسی وقت ہار بتا دیا

جاتا تو آیت تیمم کیوں نازل ہوتی - رب تعالیٰ کے کام اسباب سے متعلق ہوتے ہیں تعجب ہے کہ جو آنکھ قیامت تک حالات کو مشاہدہ کرے - اس سے اونٹ کے نیچے کی چیز کس طرح مخفی رہ جائے - شانِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پہچاننے کی خدا توفیق دے، آمین -

(۵) منکرین کا پانچواں شبہ یہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِيْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ - رواہ البخاری المسلم - (مشکوٰۃ ص۴۸۷)

(حوض پر) ہمارے پاس کچھ قومیں آئیں گی جن کو ہم پہچانتے ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے ہیں پھر ہمارے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی - ہم کہیں گے کہ یہ تو ہمارے لوگ ہیں - تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا نئے کام کئے - پس ہم فرمائیں گے - دوری ہو دوری ہو اس کو جو کہ میرے بعد دین بدلے -

اس سے معلوم ہوا - کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز مومن وکافر کی پہچان نہ ہوگی - کیونکہ آپ مرتدین کو فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابہ ہیں - ملائکہ عرض کریں گے - کہ آپ نہیں جانتے

جواب عجیب بات ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز مؤمن وکافر و مرتد کو نہ جانیں - آج تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سارے واقعہ کو جو قیامت کے روز پیش ہوگا - جانتے ہیں اور بیان فرما رہے ہیں اور فرماتے ہیں - کہ اَعْرِفُهُمْ ہم ان کو پہچانتے ہیں - کیا اس دن بھول جائیں گے - نیز متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور پر دنیا میں امت کے اعمال نیک یا بد پیش کئے گئے اور پیش ہوتے ہیں، اور آپ اپنی امت کے اعمال

کو جانتے ہیں پھر کس طرح ممکن ہے کہ منکرین کو اور ان کے اعمال کو قیامت کے روز نہ جانیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَسَیِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِیْ مَحَاسِنِ اَعْمَالِهَا الْاَذٰی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ وَوَجَدْتُ فِیْ مَسَاوِیْ اَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَکُوْنُ فِی الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ رواہ مسلم (مشکوٰۃ صہ ۶۹)	مجھ پر میری اُمّت کے نیک اور بُرے اعمال پیش کئے گئے پس میں نے اُن کے نیک اعمال میں اس موذی چیز کو پایا، جو راستہ سے ہٹائی گئی ہے اور ان کے بُرے اعمال میں تھوک پائی جو مسجد میں تھی۔ اور دفن نہیں کی گئی۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُجُوْرُ اُمَّتِیْ حَتّٰی الْقَذَاةُ یُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَعُرِضَتْ عَلَیَّ ذُنُوْبُ اُمَّتِیْ فَلَمْ اَرَ ذَنْبًا اَعْظَمَ مِنْ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ اَوْ اٰیَةٍ اُوْتِیْهَا رَجُلٌ ثُمَّ نَسِیَهَا۔ رواہ الترمذی وابوداؤد (مشکواۃ صہ ۶۹)	مجھ پر میری اُمّت کی نیکیاں پیش کی گئیں یہانتک کہ تنکا جس کو آدمی مسجد سے دور کرے اور مجھ پر میری اُمّت کے گناہ پیش کئے گئے۔ پس میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ دیکھا کہ آدمی کو قرآن کی کوئی سُورت یا آیت دی گئی، پھر وہ اُس کو بھول گیا۔

اِن دونوں مبارک حدیثوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ سرکارِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم دنیا میں ہی اُمّت کے اعمال بُرے اور نیک جانتے ہیں۔ تو قیامت کے روز ضرور جانیں گے۔ اور مؤمن و کافر کو خوب پہچانیں گے۔ نیز آج دنیا میں ہی سرکارِ

اعظم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہی امت کے اعمال برے اور نیک جانتے ہیں تو قیامت کے روز ضرور جانیں گے اور مومن و کافر کو خوب پہچانیں گے۔ نیز آج دنیا میں ہی سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی و دوزخ کو پہچانتے ہیں تو کیا قیامت کے روز جنتی اور دوزخی کو نہ پہچان سکیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْ يَدَيْهِ كِتَابَانِ فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ قُلْنَا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْ تُخْبِرَنَا فَقَالَ لِلَّذِيْ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا ثُمَّ قَالَ لِلَّذِيْ فِيْ شِمَالِهٖ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ فِيْهِ اَسْمَاءُ اَهْلِ النَّارِ وَاَسْمَاءُ اٰبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ ثُمَّ اُجْمِلَ عَلٰى اٰخِرِهِمْ فَلَا يُزَادُ فِيْهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ اَبَدًا۔

رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۲۱)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ اور آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، فرمایا۔ یہ دونوں کتابیں کیسی ہیں ہم نے عرض کی نہیں یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہم کو خبر دیں۔ پس فرمایا اس کتاب کے متعلق جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی۔ یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں جنتیوں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں پھر جمع کر دیا گیا آخر ان کے کو یعنی بطور میزان۔ ان میں کبھی بھی زیادتی اور نقصان نہ ہوگا پھر اس کتاب کے بارے میں فرمایا۔ جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے اس میں دوزخیوں کے نام اور ان کے باپوں اور قبیلوں کے نام ہیں۔ پھر جمع کر دیا گیا آخر ان کے کو یعنی بطور میزان پس ان میں کبھی بھی کمی بیشی نہ ہوگی۔

پس ثابت ہوا کہ سرکار جنتی دوزخی مومن اور کافر کو پہچانتے ہیں اور حوض کوثر پر بھی پہچان لیں گے۔ پس مخالفین کا یہ کہنا کہ آپ قیامت کے روز کافر اور مرتد کو نہ پہچانیں گے۔ لایعنی ہے۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامتیں ہونگی جس سے وہ پہچانے جائیں گے۔ مثلاً ان کا چہرا نورانی ہوگا۔ جیسا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ۔ اعمالنامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگیا اور ان کے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے۔ جیسا کہ خود سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۳۹)

بیشک میری اُمت روز قیامت غیر محجل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی، کہ ان کا سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے۔ پس تم میں سے جس سے ہو سکے اپنی چمک زیادہ کرے۔

اور کافروں مرتدوں کی یہ علامتیں نہ ہوں گی۔ پس بالفرض اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے علم نہ بھی ہوتا، تب بھی آپ ان علامتوں سے اپنے پرائے مومن کافر کو پہچان سکتے تھے۔ چہ جائیکہ پہلے سے معرفت ہو چکی ہو۔ دیکھو سرکار خود فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنی اُمت کے مومنوں کو قیامت کے روز پہچان لوں گا۔

قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا یَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَکُمْ سِیْمَاءُ لَیْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۳۸)

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ اس دن (حوض کوثر پر) ہم کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں۔ تمہاری خاص علامتیں ہونگی جو کسی دوسری اُمت کی نہیں ہوں گی۔ تو مجھ پر (حوض پر) اس شان سے

داخل ہوں گے تو وضو کے اثر سے تمہارے ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کی اجازت ملے گی۔ اور میں ہی سب سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔ میں اپنے آگے دیکھوں گا۔ اور اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ اسی طرح پیچھے اور دائیں اور بائیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اتنی امتوں میں اپنی امت کو کس طرح پہچانیں گے۔ فرمایا ان کے اعضاء وضو چمکتے ہوں گے۔ یہ نشانی کسی اور امت کی نہ ہوگی۔ میں اپنی امت کو پہچانوں گا۔ کہ ان کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ہونگے اور میں ان کو پہچان لوں گا۔ ان کے آگے ان کی اولاد دوڑتی ہوگی (مشکوٰۃ صہ)

افسوس صد افسوس خود سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرمائیں۔ کہ میں حوض کوثر پر اپنوں کو پہچانوں گا۔ مگر منکر وہابی کہے کہ آپ نہ پہچان سکیں گے۔

آپ نے ان کو صحابی کیوں کہا

باقی رہا کہ جب آپ جانتے تھے۔ کہ یہ میرے صحابی نہیں بلکہ مرتد ہیں۔ تو آپ نے ان کو اپنا صحابی کیوں فرمایا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو اپنا صحابی فرمانا بطور طعن کے ہوگا۔ کہ ان کو آنے دو۔ یہ تو ہمارے صحابہ ہیں اور ملائکہ کا عرض کرنا ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا۔ ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا۔

تیرہواں وعظ

تیسری تقریر

(۶) چھٹا شبہ | بخاری شریف جلد اول کتاب الجنائز صہ ۱۶۶ میں ہے وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ یعنی خدا کی

قسم میں نہیں جانتا۔ حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہیں ہے۔

جواب حدیث پاک میں اَدْرِیْ فرمایا گیا۔ جو درایۃ سے مشتق ہے اور درایت اٹکل اور قیاس سے کسی بات کے جان لینے کو کہتے ہیں۔ ردالمختار جلد اوّل صـ۹۳ میں ہے (والراجح الدرایۃ) بالرفع عطفا علی الاشبہ ای الراجح من جھۃ الدرایۃ ای ادراک العقلِ بالقیاس علی غیرہٖ (شامی جلد اوّل صـ۹۳) تو صاف یہ معنے ہوئے کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا اور بتعلیم الٰہی جاننے کا انکار کسی لفظ سے آیت اور حدیث کے نہیں نکلتا۔ مگر تعجب ہے کہ منکر نے شبہ کیا۔ اور یہ نتیجہ نکالا۔ کہ حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم نہیں تھا۔ کہ خُدائے قدوس آپ کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور اس سادہ لوح نے اتنا نہ سمجھ لیا۔ کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:۔

وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی — البتہ (آپ کی) آخرت دنیا سے بہتر ہے
وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی — اور تیرا رب تجھے عنقریب عطا فرمائے گا۔ کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔
(پارہ ۳۰)

یہ آیت صاف بتا رہی ہے۔ کہ محبوب خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم ہے۔ کہ میری آخرت بہترین ہوگی اور مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا جو سب سے بڑھ کر ہے، حاصل ہوگی پھر یہ کہنا کہ آپ کو اپنے خاتمہ کا علم نہیں تھا۔ کتنا زبردست دھوکہ دینا ہے۔ پھر مقام غور ہے۔ کہ آپ دنیا میں ہی فرما رہے ہیں۔ کہ میں سب سے پہلے درِ شفاعت کھولوں گا۔ اور سب سے پہلے میں اور میری اُمّت جنّت میں داخل ہوگی (یہ عام حدیثوں میں ہے) یہ سب کچھ صاف بتلا رہا ہے۔ کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بخوبی معلوم تھا۔ کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ الغرض منکر کا یہ شبہ یا تعصّب کی بنا پر ہے، یا جہالت سے ناشی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہدایت فرمائے آمین بحرمت سیّد العالمین۔

(۷) منکرین کا ساتواں شُبہ بُخاری جلد دوم کتاب المغازی باب حدیث افک

صـــ ۵۹۳ میں ہے۔ کہ کافروں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت باندھی تھی۔ تو حضرت کو نہایت رنج ہُوا تھا۔ بہت دنوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاک ہیں۔ اور کافر جھوٹے ہیں۔ تب حضرت کو خبر ہُوئی۔ اگر پہلے جانتے تو کیوں غم ہوتا۔

جواب منکرین کا یہ شبہ ایک سرمایۂ ناز ہے۔ جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرایا جاتا ہے۔ اور ہر ایک کی زبان پر اس بیباکی سے آتا ہے۔ کہ خدا کی پناہ مگر حقیقت میں یہ شبہ ایک ابلہ فریبی کے سوا اور کچھ نہیں۔ اصل میں بات یہ ہے۔ کہ بدنامی ہر شخص کے لئے غم کا باعث ہوتی ہے۔ اور خاص کر جھوٹی بدنامی۔ اگر کوئی اپنی بدنامی ہوتے دیکھے اور لوگوں کے طعن سنے اور یقینی طور پر جانے کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے۔ تو کیا حیادار کو رنج نہ ہوگا طبیعت پریشان نہ ہوگی۔ اگر رنج ہوگا تو کیا وہ بدگمانی کی دلیل بن جائے گا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی۔ پھر غم کیوں تھا، صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہوگئی تھی یہ وجہ غم اور پریشانی کی تھی نہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سفہائے زمانہ کا خیال ہے۔ کتب تفاسیر سے یہی مفہوم ہوتا ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر جلد ۶ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں:۔

فان قیل کیف جاز ان تکون امرأۃ النبی کافرۃ کامرأۃ نوح ولوط ولم یجز ان تکون فاجرۃ وایضا فلو لم یجز ذلک لکان الرسول اعرف الناس بامتناعہ ولو عرف ذلک لما ضاق قلبہ و	پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی بیویاں کافر تو ہوں۔ جیسا کہ حضرت لوط و نوح علیہم السلام کی مگر فاجرہ نہ ہوں۔ نیز اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کی بیویاں فاجرہ ہوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور معلوم

لما سأل عائشة كيفية الواقعة قلنا الجواب عن الاول ان الكفر ليس من المنفرات اما كونها فاجرة فمن المنفرات والجواب عن الثاني انه عليه السلام كثيرا ما كان يضيق قلبه من اقوال الكفار مع علمه بفساد تلك الاقوال قال الله تعالىٰ ولقد نعلم انك صدرك بما يقولون فكان هذا من هذا الباب
(تفسیر کبیر جلد ۲۳ ص ۱۷۳)

ہوتا جب حضرت کو معلوم ہوتا۔ کہ نبیوں کی بیویاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں، تو آپ تنگ دل نہ ہوتے اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے واقعہ کی کیفیت دریافت نہ فرماتے۔ پہلی بات کا جواب یہ ہے۔ کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں مگر بی بی کا فاجرہ ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے۔ کہ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کی باتوں سے تنگ دل ہو جایا کرتے تھے۔ باوجودیکہ حضور کو یہ معلوم ہوتا کہ کفار کے یہ اقوال فاسد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بیہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں۔ تو یہ واقعہ بھی اسی باب سے ہے۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگ دل ہونا کفار کی بیہودہ گوئی کی وجہ سے تھا۔ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی بیہودہ گوئی کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔ اور آپ کو علم تھا کہ صدیقہ پاک ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات تو ضرور معقول فرمائی ہے۔ مگر مخالف عنید اور بدبخت پلید نہیں مانے گا۔ جب تک دو الزام اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ لگائے۔ ایک عدم علم کا دوسرا یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے۔ خود سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میں جانتا ہوں۔ کہ صدیقہ پاک ہے۔ فرمایا:۔

وَاللّٰہِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَہْلِی اِلَّا خَیْرًا وَقَدْ ذَکَرُوْا رَجُلًا مَا

خدا کی قسم میں اپنی بی بی (صدیقہ) پر نہیں جانتا مگر خیر۔ اور بیشک انہوں نے ایسے

عَلِمْتُ عَلَیْهِ اِلَّاخَیْرًا مرد کا ذکر کیا جس پر میں نہیں جانتا مگر خیر۔

(بخاری جلد دوم صفحہ ۵۹۵)

اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکی پر یقین تھا۔ اور کفّار کی تہمت سے آپ کو شبہ تک نہیں ہُوا۔ اسی واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے۔ اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو علم نہ تھا۔ تو اس منکر متعصّب کا دُنیا میں تو کیا علاج مگر میدان حشر میں انشاءاللہ تعالیٰ اس بیباک کو ضرور اس بیباکی کی سزا ملیگی۔ کہ سرورِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جس چیز پر قسم کھا کر فرما دیا۔ کہ مَیں اپنی اہل پر خیر جانتا ہوں۔ یہ دشمن دین اسی کو کہے کہ آپ نہیں جانتے۔ معاذ اللہ۔ بحمد اللہ حدیث وتفسیر سے ثابت ہوا۔ کہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس واقعہ سے ناواقفیّت نہ تھی۔ نہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نسبت کوئی بدگمانی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آپ نے خود کیوں نہ بتایا

باقی رہا یہ اعتراض کہ جب آپ حضرت صدیقہ کی عصمت کو جانتے تھے۔ تو آپ نے عصمت کا خود کیوں نہ اظہار فرمایا، وحی کا انتظار کیوں کیا۔ تو اس کا جواب واضح ہے کہ اگر آپ وحی سے قبل عصمت کا اظہار فرما دیتے۔ تو منافقین کہتے کہ اپنی اہل خانہ کی حمایت کرتے ہیں۔ نیز مسلمانوں کو تہمت کے مسائل معلوم نہ ہوتے اور مقدمات کی تحقیقات کرنے کا طریقہ معلوم نہ ہوتا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صبر کا وہ ثواب نہ ملتا، جو اب ملا ہے۔ اس لئے وحی کا انتظار فرمایا کہ محبوبۂ محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عصمت کی گواہی خود اللہ تعالیٰ دے اور ان کی عصمت میں آیات نازل فرمائے۔ تاکہ قیامت تک کے مسلمان حضرت صدیقہ کی عصمت کی گیت گاتے رہیں۔

(۷) منکرین کا ساتواں شُبہ

ابوداؤد اور دارمی شریف میں ہے کہ سیّد دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نماز پڑھائی۔

تو اپنی پاپوش مبارک قدم سے اُتار دی۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بھی اپنی اپنی پاپوش اُتار دیں۔ سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فراغت نماز کے صحابہ سے دریافت فرمایا۔ کہ تم نے کس سبب سے اپنی اپنی پاپوش کو اُتار دیا۔ عرض کیا۔ کہ حضور نے قدم مبارک سے پاپوش مبارک اتار دی۔ لہٰذا ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی تھی۔ کہ ان میں نجاست ہے (مشکوٰۃ ص۷۳) پس اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو کیوں نجاست والی جوتیوں سے نماز پڑھتے۔

جواب معترض کا یہ کہنا کہ نجاست والے جوتے سے نماز پڑھی خلاف ادب اور اس کی نافہمی پر دال ہے۔ پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی۔ جس سے نماز جائز نہ ہوتی۔ ورنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محض پاپوش مبارک اتارنے پر اکتفا نہ فرماتے۔ بلکہ نماز ہی از سر نو پڑھتے۔ مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی۔ جس سے نماز درست نہ ہوتی۔ بلکہ جبرائیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہار عظمت و رفعت شان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ کہ کمال تنظیف و تطہیر سرکار کے حال کے لائق ہے۔ اس سے عدم علم سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال ایک خام خیال ہے۔

حضرت محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

وقذر بفتح قاف و ذال معجمہ در اصل	قذر اصل میں وہ چیز ہے کہ طبع اس کو
آنچہ مکروہ پندارد آں را طبع وظاہراً	ذرا ناپسند جانے اور ظاہری طور پر وہ
نجاستے نہ بود کہ نماز باآں درست نباشد	گندگی نہ تھی۔ کہ اس کے ساتھ نماز
بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش	درست نہ ہو۔ بلکہ وہ ایسی چیز تھی کہ
دارد والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے	طبیعت اس کو ناپسند رکھتی ہو ورنہ نماز

از نماز بآں گزاردہ بود وخبر دادن جبرئیل وبرآوردن از پا بجہت کمال تنظیف وتطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود۔

(اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص ۳۴۸)

نئے سرے سے پڑھتے کیونکہ بعض نماز اس کے ساتھ ادا کی تھی اور جبرئیل علیہ السلام کا خبر دینا اور پاؤں سے اُتارنا کمال تنظیف وتطہیر کے لئے تھا۔ جو آپ کے حال شریف کے لائق تھا۔

(۸) منکرین کا آٹھواں شبہ

واقعہ بیر معونہ ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کیا۔ کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں اگر وہ مسلمان ہو جائیں گے تو میں بھی ہو جاؤں گا۔ آپنے ستّر صحابہ جلیل القدر قاری قرآن اس کے ہمراہ کر دئے۔ وہ سب کے سب بیوفائی کے ساتھ شہید کر ڈالے گئے۔ جس پر آپ کو بڑا حزن وملال ہُوا۔ (مسلم جلد دوم ص ۱۳۹ مدارج النبوّت جلد دوم ص ۱۹۶) اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ میرے صحابہ کو شہید کر ڈالا جائے گا۔ تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔

جواب

اس تمام قصّہ کے نقل کرنے سے معترض کا جو مدّعا ہے۔ وہ یہی پچھلا فقرہ ہے۔ کہ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ صحابہ کو شہید کر ڈالیں گے۔ تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔ افسوس صد افسوس اے منکرو تم کو کیا کوئی کشف یا الہام ہُوا ہے۔ کہ سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو صحابہ کرام کے شہید ہونے کا علم نہیں تھا ہم تم سے پوچھتے ہیں۔ کہ سرکار کو علم تھا۔ اور اپنے صحابہ کو روانہ نہ فرماتے۔ تو روانہ نہ فرمانے کا باعث کیا ہے۔ صرف صحابہ کی حفاظت جان یا اور کچھ۔ اب ذرا ہوش سے سنئیے۔ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے حوصلے اور ہمتیں تمہاری طرح نہ تھیں کہ محض تن پروری مقصود ہوتی، جان کے لالچ میں دینی خدمت سے باز رہ سکتے۔ اور اس خیال سے کہ یہاں جان عزیز نذرِ اشاعت اسلام ہوتی ہے۔ درگزر

کرجاتے - ع کار پاکاں را قیاس از خود میگر۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ حضرات ہر وقت جان نذر خدا کرنے کو تیار رہتے تھے - ہر چند کہ سیّد عالم صلیّ اللہ علیہ وسلّم پر صحابہ کے پیش آنے والے جملہ واقعات ظاہر ہوں - مگر یہ موقع دَرگزر نہیں - کہ ایک شخص اشاعتِ اسلام کے لئے عرض کرتا ہے - کہ حضور اپنے نیاز مندوں کو اُس کی قوم کی ہدایت کے واسطے بھیج دیں - اور آپ اسے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعتِ اسلام اور ہدایت خلق سے جان زیادہ محبوب ہے - وہاں جو جائیں گے وہ مارے جائیں گے - اس لئے بخوفِ جان اعلائے کلمۃ اللہ کی کوشش نہیں کی جائے گی - ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ سب خرافات ہیں - وہاں اعلائے کلمۃ اللہ کے مقابلہ میں جان کی کچھ پرواہ نہیں تھی -

ادھر خود صحابہ کرام کو شوق شہادت گدگدا رہا تھا - اور جوش شہادت سے ان کے دل لبریز تھے - چنانچہ اس واقعہ بیر معونہ میں مقاتلہ کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے - اور ان میں سے حضرت منذر بن عمرو رہ گئے - تو کفّار نے ان سے کہا آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں - مگر آپ کے آرزومند شہادت دل ہرگز قبول نہ کیا - اور آپ نے بمقابلہ شہادت امن کی پیش کش کو ٹھکرا دیا - اور کفّار سے مقاتلہ کر کے درجہ شہادت حاصل کیا - (مدارج النبوت جلد دوم ص۱۹۸) اب بتاؤ کہ جو شخص یہ کہتا ہے - کہ حضور کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کر لینے سے حضور اقدس صلیّ اللہ علیہ وسلّم کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنی پڑے گی - تو کیا وہ منذر ابن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خودکشی کا الزام لگائے گا - کہ اُنہوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا - اسی واقعہ میں حضرت عمر بن اُمیّہ ضمری اور حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہما اُونٹوں کو چرانے کے لئے لے گئے تھے - جب واپس آئے اور لشکرگاہ کی طرف متوجّہ ہوئے - پرندوں کو گرد لشکر کے دیکھا - اور گرد وغبار اُٹھا ہوا معلوم ہُوا - اور کافر دل کے

سواروں کو بلندی پر کھڑا پایا۔ اور اپنے ساتھیوں کو شہید دیکھا۔ تو آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب مصلحت کیا ہے۔ عمر بن اُمیّہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہوئی۔ کہ سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے۔ حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے انکار کیا۔ کہ اب ہاتھ آئی ہوئی کیوں چھوڑیں۔ شہادت غنیمت ہے چنانچہ انہوں نے کفار سے مقاتلہ کیا اور ان کے چار آدمیوں کو قتل کیا اور حضرت حارث خود بھی شہید ہو گئے (مدارج النبوت جلد دوم ص۱۹۹) اب منکر حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی یہ کہے۔ کہ انہوں نے دیدہ و دانستہ اپنے آپ کو قتل کرا دیا۔ معاذ اللہ اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان صحابہ کرام نے قصداً دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں۔ کہ سیّدنا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم صحابہ کرام کو دیدہ و دانستہ روانہ فرما کر قتل عمد کے مرتکب ہوئے۔ والعیاذ باللہ۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام کی جانیں راہِ خدا میں نذر کیں۔ اور ان جانوں کے لئے اس سے عمدہ موقع اور کوئی نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی ہوتی ہے۔ کہ راہ خدا میں نثار ہو جائے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ دیکھو کفار نے قیامت کے متعلق بہت سوال کئے۔ مگر حق سبحانہ تعالیٰ نے انہیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے سینہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کے ہزاروں راز مخزون تھے۔ مگر آپ امین تھے۔ یہ شان تحمّل ہے کہ ایسے ایسے موقعوں پر سکوت فرما دیں۔ اور معاملہ اللہ جل شانہ کے سپرد کر دیں۔ کہ خود اللہ تعالیٰ بھی تو عالم ہیں۔ جو اس کی مرضی ہم اس پر راضی۔ بایں ہمہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس پیش آنے والے حادثہ کی طرف صحابہ کرام کے روانہ کرنے سے پہلے اشارہ فرما دیا تھا۔ کہ اِنِّیۡ اَخۡشٰی عَلَیۡھِمۡ اَھۡلَ نَجۡدٍ اس کا ترجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ من از اہل نجد ایمن نیستم مے ترسم کہ قصد ایشاں نمایند (مدارج جلد دوم صفحہ ۱۹۷)

چودھواں وعظ

چوتھی تقریر

(۹) منکرین کا نواں شبہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سنا۔ آپ نے باہر تشریف لاکر فرمایا۔ کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ پس جس کو میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں وہ سمجھے کہ جہنم کا ٹکڑا میں دلاتا ہوں (بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۶۵) اس حدیث سے صاف معلوم ہوا۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم غیب دان نہ تھے۔ اگر غیب جانتے تو خلاف فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا (یہ حدیث ترمذی صفحہ ۱۶۱ اور مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۶ میں بھی ہے۔

جواب ناظرین باانصاف کو مخالفین کے شبہے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ منکرین اپنے مدعا کے ثابت کرنے سے عاجز ہو کر اب محض زبان درازی پر آگئے ہیں۔ اور صرف اپنے قیاسات فاسدہ سے استدلال کرنے لگے ہیں۔ یہ حدیث جو معترض نے پیش کی ہے۔ اس میں ایک حرف بھی ایسا نہیں کہ جو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ منکرین نے اس حدیث سے کیا سمجھا کہ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو امور غیب کا علم تعلیم نہیں ہوا۔ سبحان اللہ یہ سمجھنا قابل تحسین و آفرین ہے۔ سنیئے

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے۔ کہ لوگ ایسا ارادہ نہ کریں کہ دوسروں کا حال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ فَاِنْ قَضَیْتُ لِاَحَدٍ مِنْکُمْ بِشَیْءٍ مِنْ حَقِّ اَخِیْهِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ مِنَ النَّارِ (ترمذی جلد اوّل صفحہ ۱۶) یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کی چیز دلا دوں۔ تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ۔ تو اس سے حاصل کیا۔ بفرضِ محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سن کر تمہیں دوسرے کا حق دلا دوں۔ تو کیا فائدہ وہ وہ تمہارے کام کا نہیں۔ بلکہ تمہارے ہی لئے وہ دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے۔ لہٰذا تم دوسرے کا حق لینے میں کوشش ہی نہ کرو۔ مقصود تو یہ تھا معترض صاحب نے اس سے انکارِ علمِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر استدلال کیا۔ اگر حضرت کسی کا حق (معاذ اللہ) کسی دوسرے کو دلا دیتے۔ تو بھی کچھ جائے عذر ہوتا۔ اور شبہ کا موقع ملتا۔ کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلا دیا۔ مگر یہاں تو شبہ کو ذرا بھر علاقہ نہیں۔ کیونکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کا حق دوسرے کو دلایا ہی نہیں۔ بلکہ جو لفظ فرمائے۔ وہ بھی قضیہ شرطیہ ہے۔ جو صدقِ مقدم کو مقتضی نہیں۔ ایک فرضِ محال ہے یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے۔ کہ اگر بالفرض ایسا ہو، تو بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں۔ اب ذرا معترض صاحب کان لگا کر سنیں۔

قرآن شریف میں ہے:۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۝	فرما دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر رحمٰن کے ولد ہو تو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں گا۔

یہاں بھی اپنے اجتہاد سے یہ کہہ دو۔ کہ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کے بیٹا ہونے کا خطرہ تھا (معاذ اللہ

حقیقت یہ ہے۔کہ یہ قضیہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے۔بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا ہے۔اور علیٰ ہذا اس حدیث پاک میں بھی جس سے منکرین نے اپنے مدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں۔مقدم ایک فرض محال ہے۔لہٰذا نا ممکن ہے۔کہ سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فیصلہ سے کسی کا حق دوسرے کو پہنچ جائے ادب کرو، اور رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ادب کرو۔اب ذرا شرح مشارق کا مطالعہ کرو۔وہ لکھتے ہیں۔ وان قولہ علیہ السّلام فمن قضیت لہ الحدیث شرطیۃ وھی لا تقتضی صدق المقدم فیکون من باب فرض المحال نظراً الی عدم جواز قرارہ علی الخطاء ویجوز ذلک اذا تعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التہدید والتفریع علی اللسن والاقدام علی تلحین الحجج فی اخذ اموال الناس

(۱۰) منکرین کا دسواں شبہ

حضرت کو شہد بہت پسند تھا۔اور آپ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اکثر تشریف فرما ہو کر شہد نوش فرماتے تھے۔حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مشورہ کیا۔کہ ہم میں سے جس کے پاس اوّل حضرت تشریف لائیں۔وہ آپ سے یہ کہدے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ اور آپ نے مغافیر کھائی ہے چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے۔لہٰذا آپ شہد پینا ترک فرمادیں گے۔اور حضرت زینب کے پاس نشست کم ہو جائے گی۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے قسم کھائی۔کہ اب کبھی شہد نہ پیونگا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک (مشکوٰۃ صفحہ ۲۸۳) اگر حضرت غیب دان ہوتے۔تو کیوں ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھاتے۔

جواب بیچارے مخالفین لکھتے لکھتے پریشان ہو گئے۔ مگر آج تک اتنا ثابت نہ کر سکے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔ نہ اس مضمون کی کوئی آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی نہ حدیث دکھانے کی ہمت۔ ہاں قیاس فاسد سینکڑوں ایجاد کر ڈالے۔ مگر ایسے فاسد قیاس عقلاء کے ہاں کب قابل التفات ہیں۔ ایسے شیطانی قیاس سے تو کلام الٰہی پر بھی شبہے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ ہر وقت ہر چیز کا علم حاصل نہیں۔ جب چاہتا ہے۔ کسی ترکیب سے کسی چیز کا علم حاصل کر لیتا ہے۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ کو یہ خبر ہی نہ تھی۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کون اتباع کرے گا اور کون نہ کرے گا۔ جب تو اس نے نماز میں قبلہ بدل دیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہی پھر گئے۔ اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ جنہوں نے حضرت کی موافقت کی وہ متبع اور باقی غیر متبع چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ۔ اس آیت میں إِلَّا لِنَعْلَمَ کے صاف شبہ پیدا ہوتا ہے۔ مگر یہ وہی شبہ شیطانی ہے۔ جو قابل التفات نہیں۔ ایسے شبہوں سے عدم علم ثابت نہیں ہو سکتا۔ اللہ جل شانہ علیم وخبیر ہے۔ اس نے اب علم حاصل نہیں کیا ہے۔ لہٰذا ایسے لفظوں سے یہ معنے سمجھ لینا اور انکار علم میں سند لانا کور باطنی اور نابینائی ہے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں منکرین ومخالفین شب و روز حیلہ ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ اور شبہ تلاش کرتے ہیں۔ اور اُن کو اپنے اس مدعا کی سند بناتے ہیں۔ مگر اس سے کیا نتیجہ۔ یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ یہی شبہ تحریم والا جو مخالفین نے پیش کیا ہے۔ ایسا لچر ہے۔ جس سے کوئی عقلمند عدم علم نہیں نکال سکتا۔ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر شہد چھوڑ دیا۔ تو اس کو عدم

علم سے کیا تعلق قرآن پاک کے مبارک الفاظ یہ ہیں۔ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ پاس خاطر ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا۔ اس لئے شہد چھوڑ دیا۔ اس کو علم سے کیا واسطہ۔ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم خوب جانتے تھے۔ کہ اس میں بدبُو نہیں ہوتی مگر اس لئے کہ طبع شریف میں کمال تحمّل اور بُردباری تھی۔ اور آپ کے اخلاق کریمہ ایسے تھے۔ کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ بناء علیہ اس وقت ازواج پاک سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی اور ان کی رضامندی کے لئے انہیں شہد چھوڑنے کا اطمینان دلایا۔ پھر اس پر یہ بھی منع فرمادیا۔ کہ اس کا کہیں نہ ذکر کیا جاوے۔ مُدّعا یہ تھا۔ کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا۔ انہیں شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دی جائے۔ کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا۔ اور آپ کو یہ منظور ہی نہیں۔ کہ کسی کی بھی دل شکنی ہو۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ جو امام بخاری و مسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کئے ہیں یہ ہیں:۔

فَدَخَلَ عَلٰی اَحَدِهِمَا فَقَالَتْ لَهٗ ذٰلِكَ فَقَالَ لَا بَاْسَ شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ فَلَنْ اَعُوْدَ لَهٗ وَقَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذٰلِكَ اَحَدًا يَبْتَغِيْ مَرْضَاةَ اَزْوَاجِهٖ (مشکوٰة صـ۲۸۳)

حضرت رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں سے کسی ایک پر داخل ہوئے تو انہوں نے اپنا منصوبہ بیان کیا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے تو آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ ہم نے تو زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے (فرمایا) اب ہم ان کی طرف نہ لوٹیں گے اور بے شک ہم نے قسم کھائی ہے۔ اور تم کسی کو اس شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا (اس سے) اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے تھے

اِن الفاظ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خوب

معلوم تھا۔ کہ ہمارے مُنہ سے مغافیر کی بُو نہیں آتی۔ اور ساتھ یہ بھی معلوم تھا۔ کہ ان کا منشاء یہ ہے۔ کہ آپ شہد پینا چھوڑ دیں۔ اس واسطے ان کی رضامندی کے لئے ارشاد فرمایا۔ کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ پھر شہد نہ پیوں گا۔ اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ تم کسی کو اس شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا اس لئے تھا۔ کہ اگر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خبر پہنچے گی تو ان کی دل شکنی ہوگی چنانچہ ملاّ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ المصابیح میں اسی لَا تُخْبِرِیْ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

اَلْاَظْهَرُ اِنَّهٗ لِئَلَّا يَنْكَسِرَ خَاطِرُ زَيْنَبَ مِنْ اِمْتِنَاعِهٖ مِنْ عَسْلِهَا۔ (حاشیہ مشکوٰۃ ص۲۸۳)

ظاہر ہے کہ آپ نے یہ اس لئے فرمایا تاکہ زینب کی دل شکنی نہ ہو بوجہ آپ کے ان کے شہد سے رُک جانے سے۔

ماحصل اس حدیث پاک سے انکار علم مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی۔ معلوم نہیں کہ معترض کس نشہ میں ہے۔ اور اس نے کیا سمجھ کر اعتراض کیا۔ حدیث شریف میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں۔ جس سے کسی طرح یہ ثابت ہو سکے۔ کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فلاں امر کا علم نہیں ملا۔

(۱۱) منکرین کا گیارھواں شبہ

بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

مَیں نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے متعلق گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور نے فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کی کہ مَیں۔ حضور نے فرمایا۔ مَیں مَیں گویا یہ کلمہ سرکار کو ناپسند ہُوا۔ رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۴۰۰) اگر آپ غیب دان ہوتے تو کیوں دریافت فرماتے کہ تم کون ہو۔ حضور کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب یہ شُبہ بھی ایسا ہی واہی ہے۔ جیسا کہ دوسرے گزر چکے ہیں۔ کیونکہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مَنْ ذَا فرمانا یعنی یہ کون ہے۔

حضور کے علم نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ ورنہ خود حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت خلیل علیہ السّلام سے کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی کے جواب میں فرمایا۔ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ کیا تم ایمان نہیں لائے۔ تو معترض یہاں بھی کہہ دے معاذاللہ کہ اگر اللہ جل شانہ عالم الغیب ہوتا۔ تو یہ کیوں فرماتا کہ کیا تم ایمان نہیں لائے معترض نا سمجھ ہے اُسے معلوم نہیں کہ ہر جگہ سوال کی علّت بے علمی نہیں ہوتی۔ مگر جو کم سمجھ حکمتیں نہ سمجھتا ہو اور کلام کی مراد سے ناواقف ہو وہ ایسے واہی شبہے بیان کر سکتا ہے۔ ورنہ کسی مسلمان کو تو ہمّت ہو نہیں سکتی اور سنو احادیث میں جا بجا مذکور ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا کہ میرے بندے کیا کرتے ہیں۔ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا۔ تو کیا اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندوں کا حال معلوم نہ تھا۔ استغفر اللہ۔

حضور کے دریافت فرمانے کی حکمت

ایمان والے جانتے ہیں۔ کہ حضور کے دریافت فرمانے کی یہ حکمت تھی۔ کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو یہ تعلیم دینی مقصود تھی۔ کہ تم کسی کے مکان پر جاؤ۔ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو۔ تو (میں) نہ کہہ دیا کرو۔ بلکہ نام بتلایا کرو۔ اور ایک لفظ میں کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہے ناپسند ہے۔

(۱۲) منکرین علم غیب کا بارہواں شبہ

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم سے صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ حضور قیامت میں اپنی اُمّتیوں کو کیسے پہچانیں گے۔ فرمایا آثار وضو سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ (مشکوٰۃ ص۴۰) اگر آپ غیب دان ہوتے تو کیوں یہ فرماتے۔

جواب یہ شبہ بھی محض لچر ہے۔ مخالفین کو ایسے شبہے کرنا شرعًا جائز نہیں

کیونکہ یہ حضرات اپنی زبانوں سے اسی مسئلہ علم مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم میں شب و روز کہتے رہتے ہیں۔ کہ حوض کوثر پر کچھ لوگ داخل ہوں گے حضور انہیں اپنے صحابی کہہ کر پکاریں گے۔ اور بلا دیں گے۔ فرشتے عرض کریں گے۔ کہ یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے۔ آپ کو ان کا حال معلوم نہیں۔ چنانچہ اس کا جواب پیچھے گزر چکا ہے۔ فقیر عرض کرتا ہے۔ کہ جو معترض نے اپنی زبان سے کہا ہے۔ کہ حضور اپنی اُمّت کو آثارِ وضو سے پہچانیں گے۔ تو بتاؤ کہ ان مرتدوں کے بھی ہاتھ پاؤں اور پیشانی چمکتی اور روشن ہو گی۔ جو حضور یہ فرما دیں گے کہ یہ میرے صحابی ہیں۔ اور اگر یہ نہ چمکتی ہوں گی۔ تو کیسے بلائیں گے۔ جب کہ آپ یہ کہتے ہیں۔ کہ حضور کو وہاں آثار وضو معرفت کا ذریعہ ہے۔ سوچو اور نادم ہو۔ اس موقعہ پر حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بیان فضیلت وضو منظور تھا۔ اس واسطے یہ فرمایا۔ کہ ہماری اُمّت کے اُوپر خاص کرم الٰہی ہے۔ اس ان وہ سب سے ممتاز ہو گی۔ معترض یہ سمجھ گیا۔ کہ شاید حضور کی معرفت اسی پر ہی موقوف ہے۔ آفرین ہے معترض کی سمجھ پر۔ دیکھو حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں:۔

و دیلمی از ابو نافع روایت میکند کہ آنحضرت فرمودند کہ مُثِّلَتْ لِیْ اُمَّتِیْ فِی الْمَآءِ وَالطِّیْنِ یعنی تصویراتِ اُمّت من در آب و گل ساختہ بمن نمودند۔	دیلمی نے ابو نافع سے روایت کی ہے کہ سرور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ مجھے میری اُمّت کی تصویر پانی اور مٹّی میں بنا کر دکھائی گئی ہیں۔

(تفسیر عزیزی پارہ الم صـ۱۶۷)

اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہمارے رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی اُمّت کو جانتے ہیں۔ لہٰذا قیامت کے روز اپنی اُمّت کو پہچاننا آثار وضو پر موقوف نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کو خود بخود بھی پہچان لیں گے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؂

پندرہواں وعظ

پانچویں تقریر

(۱۳) منکرین کا تیرہواں شبہ معراج کے بعد جب حضرت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے کافروں نے بیت المقدّس کا حال دریافت کیا۔ تو آپ متردد ہوئے۔ جب اللہ جل شانہ نے بیت المقدّس حضور کے سامنے کیا۔ تب حضور نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ اگر حضور غیب جانتے۔ تو آپ تردّد نہ کرتے اور فوراً بتا دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو ہر چیز کا علم نہیں۔

جواب مسلمان کو صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے جمیع اشیاء کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تو پھر اپنی طرف سے شبہ پیدا کرنا اور ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ کوئی اعتراض علم مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر گھڑیں۔ اس چیز کا انکار ہے۔ جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اور یہ سخت مذموم اور قبیح ہے۔ لہٰذا جب ہم رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا علم جمیع اشیاء پر ثابت کر چکے تو اب کسی کو اعتراض کی کیا گنجائش۔ اب جو کوئی اعتراض کرتا ہے۔ وہ آیت اور حدیث کا مقابلہ کرتا ہے۔ اب شُبہ کا جواب سنیئے۔ کہ ہر ذی عقل اگرچہ وہ علم نہ بھی رکھتا ہو تاہم اتنا تو ضرور جان سکتا ہے۔ کہ کفّار نے جو باتیں بیت المقدّس کے متعلق حضور سراپا نُور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کی تھیں۔ وہ ضرور حضور کو معلوم تھیں۔ اس لئے کہ اگر کفّار ایسے امر کا سوال کرتے۔ جس کے جاننے کا اقرار حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نہ کیا ہوتا۔ تو حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہرگز متردد اور غمگین نہ ہوتے بلکہ صاف یہ ارشاد فرما دیتے۔ کہ ہم نے اُس کے جاننے کا دعوٰی نہیں کیا۔ پھر تم

ہم سے اس کو کیوں دریافت کرتے ہو۔ مگر حسب بیان معترض حضور نے یہ نہ فرمایا۔ بلکہ متردد ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضور نے صراحتہً یا اشارۃً اُن باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا۔ جو کافروں نے دریافت کیں اور حضور کا فرمان سراسر حق و بجا ہے تو بالضرور حضور سراپا نور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بیت المقدس کے متعلق اُن باتوں کا علم تھا جو کفّار نے دریافت کی تھیں۔ پھر ان کو نہ بتانا یا متردّد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہونے سے ناشی۔ دوم یہ کہ خود حدیث شریف موجود ہے۔ کہ حضور بیت المقدّس تشریف لے گئے اور یُوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے۔ راستہ میں بیت المقدّس پر گزر رہے اور اس کو پُورے طور پر دیکھا بھی نہیں۔ بلکہ وہاں سواری یعنی بُراق سے اُتر کر مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ پھر وہاں دو ۲ رکعت نماز پڑھی۔ پھر باہر تشریف لائے اور جبرئیل علیہ السّلام ایک برتن شراب کا اور ایک دُودھ کا لائے۔ حضور نے دُودھ پسند فرمایا۔ جبرائیل علیہ السّلام نے عرض کیا۔ آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ حدیث کے الفاظ مشکوٰۃ شریف میں یہ ہیں:۔

اُتِیْتُ بِالْبُرَاقِ وَھُوَ دَابَّۃٌ اَبْیَضُ طَوِیْلٌ فَوْقَ الْحِمَارِ وَدُوْنَ الْبَغْلِ یَقَعُ حَافِرُہٗ عِنْدَ مُنْتَھٰی طَرْفِہٖ فَرَکِبْتُہٗ حَتّٰی اَتَیْتُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَرَبَطْتُہٗ بِالْحَلْقَۃِ الَّتِیْ تَرْبِطُ بِھَا الْاَنْبِیَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ الحدیث (مشکوٰۃ ص ۵۲۸)	مجھے بُراق دی گئی اور ایک جانور سفید دراز قد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا اس کا قدم منتہی نظر پر پڑتا تھا۔ میں اس پر سوار ہوا۔ یہانتک کہ میں بیت المقدّس میں آیا۔ تو براق کو اس حلقہ سے باندھا جس کے ساتھ انبیاء اپنی اپنی سواریوں کو باندھتے تھے فرمایا پھر میں مسجد میں داخل ہُوا۔ اس میں دو ۲ رکعت پڑھیں۔ پھر میں نکلا۔

حضور سراپا نور کا سیر کرنا اور بیت المقدس کا دیکھنا وہاں ٹھہرنا۔ سواری سے اُترنا۔ بُراق کو باندھنا۔ بیت المقدس میں داخل ہونا اور دو رکعتیں ادا فرمانا صاف بتا رہا ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وہاں کے حالات پر آگاہی تھی۔ پھر اگر حضور متردّد ہوئے ہوں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس طرف التفات نہ تھا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں۔ جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْئَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِيْ عَنْ اَشْيَآءَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كُرَبًا الحديث (مشکوٰۃ صـ ۵۲۹)

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ بیشک میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا اور قریش مجھ سے میری سیر کے متعلق سوال کرتے تھے۔ پس مجھ سے انہوں نے بیت المقدس کی چیزیں پوچھیں جن کو میں یاد نہیں رکھتا تھا۔ پس مجھے بہت غم لاحق ہوا۔

اور اس کے حاشیہ پر ہے۔ لَمْ اُثْبِتْهَا اَیْ لَمْ اَضْبِطْهَا وَلَمْ اَحْفَظْهَا صـ ۵۲۹ یعنی وہ مجھے یاد نہ رہیں۔ کیونکہ ان کی طرف التفات نہ رہی (لمعات حاشیہ مشکوٰۃ) صاف ظاہر ہے کہ یہاں التفات کی نفی ہے نہ کہ علم کی۔ تاکہ معترض کو مفید ہو۔ مخالفین کی زیادہ تسلّی کے لئے اشعۃ اللمعات کی ایک عبارت پیش کی جاتی ہے۔ اقول ظاہر آنکہ بجہت عدم توجہ بداں مثلاً ہمہ درہا و دریچہ ہا چہ قدر بُودند (حاشیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم صـ ۵۲۹)

(۱۴) چودھواں شبہ

قاضی خان میں ہے رجل تزوج امرأۃ بغیر شہود فقال الرجل والمرأۃ خدا را وپیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفراً لانہ اعتقد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وہو ما کان یعلم الغیب حین کان فی

الاحیاء فکیف بعد الموت یعنی ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا۔ خدا ور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ بنایا۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ کفر ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں۔ اور حال یہ ہے۔ کہ وہ زندگی میں بھی غیب نہیں جانتے تھے۔ پس بعد وفات کیوں کر جان سکتے ہیں۔

جواب معترض کا منشاء یہ ہے۔ کہ معتقد علم غیب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کرے۔ مگر ابھی اس کو یہ خبر نہیں کہ اس نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا۔ کیونکہ قاضی خان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی وہابی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں۔ کہ اللہ جل شانہ نے حضرت کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔ پس بموجب عبارت قاضی خوان تمام وہابی کافر بنیں گے۔ الحاصل اگر معاذ اللہ قاضی خان کی عبارت سے اہل سنّت پر الزام آئے گا۔ تو ہمارے مخالفین ضرور کافر ٹھہریں گے۔ اور اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا ہم نے ہی خطا کی۔ یہ تھا الزامی جواب، اب تحقیقی جواب بھی سنیئے۔ کہ قاضی خوان کی عبارت میں لفظ قَالُوا موجود ہے۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ کیونکہ قاضی خوان وغیرہ فقہا کی عادت ہے کہ وہ لفظ قَالُوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں۔ جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور ائمہ سے مروی نہ ہو۔ چنانچہ شامی جلد پنجم ص۲۲۵ میں ہے۔ لفظة قالوا تذکر فیما فیه خلاف یعنی لفظ قَالُوا وہاں بولا جاتا ہے۔ جہاں اختلاف ہو۔ اسی طرح غُنْیَةُ المُستَملِی شرح منیة المصلی بحث قنوت میں لکھتے ہیں:۔

کَلَامُ قَاضِی خَانَ یُشِیرُ اِلٰی عَدَمِ اِخْتِیَارِہٖ لَہٗ حَیْثُ قَالَ قَالُوْا لَا یُصَلِّیْ عَلَیْہِ فِی	قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے قَالُوْا الخ پس ان کے قَالُوا

الْقَعْدَةِ الْاَخِيْرَةِ فَفِيْ قَوْلِهٖ قَالُوْا اِشَارَةٌ اِلٰى عَدَمِ اسْتِحْسَانِهٖ لَهٗ وَاِلٰى اَنَّهٗ غَيْرُ مَرْوِيٍّ عَنِ الْاَئِمَّةِ كَمَا قُلْنَا فَاِنَّ ذٰلِكَ مُتَعَارَفٌ فِيْ عِبَارَاتِهِمْ لِمَنْ اسْتَقْرَاهَا	کے کہنے میں اشارہ ہے کہ یہ قول پسندیدہ نہیں اور یہ اماموں سے مروی نہیں۔ جیساکہ ہم نے بیان کیا ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں متعارف ہے۔ اس کے لئے جو اس کی تلاش کرے۔

حضرات! اب تو سب کو معلوم ہوگیا۔ کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خوان کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی وضعیف ومرجوح ہے۔ حتّٰی کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے۔ درمختار میں ہے:۔

اِنَّ الْحُكْمَ وَالْفُتْيَا بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوْحِ جَهْلٌ وَخَرْقٌ لِلْاِجْمَاعِ (درمختار حصہ اوّل ص۳۱)	بیشک مرجوح اور ضعیف قول کے ساتھ حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرق اجماع ہے۔

صاحب درمختار نے بھی قاضی خوان والا مسئلہ ذکر کیا اور لفظ قِیْلَ سے ذکر فرمایا۔ جیساکہ وہ لکھتے ہیں:۔

تَزَوَّجَ رَجُلٌ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لَمْ يَجُزْ بَلْ قِيْلَ يَكْفُرُ۔ (درمختار جلد دوم ص۱)	ایک شخص نے اللہ اور اُس کے رسول کی گواہی سے نکاح کیا۔ تو ناجائز ہوگا بلکہ کہا گیا ہے کہ کافر ہوجاتا ہے۔

اب فیصلہ ناظرین کے ذمّہ ہے۔ کہ درمختار اور قاضی خوان دونوں نے اس مسئلہ کو ذکر فرمایا۔ مگر ساتھ ہی اشارہ فرمایا۔ کہ تکفیر کا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔ یعنی کافر کہنا ایک ضعیف قول ہے۔ بلکہ صحیح اور قوی یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا۔ اور یہی علماء وفقہاء کے نزدیک راجح ہے۔ جیساکہ علّامہ شامی اسی درمختار کے قول قِیْلَ یَکْفُرُ کے ماتحت لکھتے ہیں:۔

لِاَنَّهٗ اِعْتَقَدَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ	یعنی کافر اس لئے ہوگا کہ اس نے اعتقاد

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ الْغَیْبِ قَالَ فِی التَّتَارْخَانِیَۃِ وَفِی الْحُجَّۃِ ذُکِرَ فِی الْمُلْتَقَطِ اَنَّہٗ لَا یَکْفُرُ لِاَنَّ الْاَشْیَاءَ تُعْرَضُ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ الرُّسُلَ یَعْرِفُوْنَ بَعْضَ الْغَیْبِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (شامی جلد دوم صـ۲۷۶)	رکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ تاتارخانیہ اور حجۃ میں ہے کہ ملتقط میں ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کافر نہ ہوگا کیونکہ تمام چیزیں رُوحِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہیں۔ اور تحقیق رسول بعض غیب جانتے ہیں۔ خود اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ مَیں غیب کا جاننے والا ہوں اور اپنے غیب پر کسی کو سوائے پسندیدہ رسول کے مسلط نہیں کرتا۔

بعض غیب جاننا صرف رسولوں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اولیاء بھی جانتے ہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

بَلْ ذَکَرُوْا فِیْ کُتُبِ الْعَقَائِدِ اَنَّ مِنْ جُمْلَۃِ کَرَامَاتِ الْاَوْلِیَاءِ الْاِطِّلَاعَ عَلٰی بَعْضِ الْمُغَیَّبَاتِ (شامی جلد دوم صـ۲۷۶)	بلکہ علمائے نے کتب عقاید میں ذکر کیا ہے کہ بعض غیب پر اطلاع پانا اولیأ اللہ کی من جملہ کرامتوں سے ہے۔

ان عبارتوں سے ثابت ہُوا۔ کہ محققین فقہا و علماء کے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام بعض غیب جانتے ہیں اور یہ عقیدہ کفر یہ نہیں ہے۔ لہٰذا منکرین کا اعتراض دفع ہوگیا۔

(۱۵) پندرہواں شبہ	شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:۔

ذَکَرَ الْحَنَفِیَّۃُ تَصْرِیْحًا بِالتَّکْفِیْرِ بِاِعْتِقَادِ اَنَّ النَّبِیَّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ	حنفیوں نے صراحتاً ذکر کیا کہ یہ اعتقاد کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے کفر

وَالسَّلَامُ يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (شرح فقہ اکبر ص۱۸۵)

ہے۔ واسطے معارضہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے فرمادو۔ کہ آسمانوں اور زمینوں میں غیب اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے لئے غیب ماننا کفر ہے۔

جواب معترض نے ملا علی قاری علیہ رحمتہ الباری کی عبارت پوری نقل نہیں کی ہے۔ اگر پوری عبارت نقل کرتا تو اعتراض ہوتا ہی نہیں۔

اب فقیر شرح فقہ اکبر کی پوری عبارت نقل کرتا ہے۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمْ يَعْلَمُوْا الْمُغَيَّبَاتِ مِنَ الْاَشْيَاءِ اِلَّا مَا اَعْلَمَهُمُ اللّٰهُ وَذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيْحًا بِالتَّكْفِيْرِ الخ (شرح فقہ اکبر ص۱۸۵)

پھر جان تو کہ انبیائے کرام غیب کی چیزوں کو نہیں جانتے سوائے اس کے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیں۔ اور حنفیوں نے تصریح کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو علم غیب جانے الخ

اب پورا مطلب معلوم ہو گیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کو علم غیب ذاتی ماننے کو ملا علی قاری کفر فرما رہے ہیں نہ کہ عطائی کو کیونکہ عطائی علم غیب کو تو مان رہے ہیں۔

الحاصل یہ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ذاتی غیب جانتا ہے۔ تو وہ واقعی کافر ہے۔ اگر علم غیب عطائی کا قائل ہو تو فقہائے کرام اس کو کافر نہیں کہتے۔ جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

حَاصِلُهٗ اِنَّ دَعْوَى الْغَيْبِ مُعَارِضَةٌ لِنَصِّ الْقُرْاٰنِ يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا اَسْنَدَ اِذَا

اس کا حاصل یہ ہے کہ دعویٰ علم غیب نص قرآنی کے خلاف ہے کہ اس سے کافر ہو جاتا ہے، مگر جب کہ اس کو صراحتاً

اَسْنَدَ ذٰلِكَ صَرِيْحًا اَوْ دَلَالَةً اِلٰى سَبَبٍ كَوَحْيٍ اَوْ اِلْهَامٍ	یا دلالۃً کسی سبب کی طرف نسبت کردے جیسے وحی یا الہام

(شامی حصّہ سوم ص۲۹۷)

حضرات! آپ نے یہ عبارات سنیں - تو آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا - کہ عقیدۂ علم غیب پر کفر کا فتویٰ لگانا غلط ہے - بلکہ فقہائے کرام کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے علم غیب جانتے ہیں - منکرین تو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے علم غیب ماننے کو کفر کہتے - حالانکہ فقہائے عظّام خود فقہا کے لئے علم غیب کا اثبات کرتے ہیں - در مختار میں ہے :-

وَفِيْهَا كُلُّ اِنْسَانٍ غَيْرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَعْلَمُ مَا اَرَادَ اللّٰهُ لَهٗ وَبِهٖ لِاَنَّ اِرَادَتَهٗ تَعَالٰى غَيْبٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ فَاِنَّهُمْ عَلِمُوْا اِرَادَتَهٗ تَعَالٰى بِهِمْ لِحَدِيْثِ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ -	اشباہ میں ہے - کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السّلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کیا ارادہ ہے اس کے ساتھ دارین میں اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے - مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں - اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں - حق تعالیٰ کے ارادے کو جو اُن کے ساتھ ہے - رسول صادق
(در مختار جلد اوّل ص۱۷)	

الصّدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے - (غایۃ الاعطار)

دیکھئے حضرات! فقہائے کرام کیا فرما رہے ہیں - کہ فقیہ بھی غیب جانتا ہے - مگر منکرین رسول پاک کے لئے بھی ماننے کو کفر بتاتے ہیں - اور طرفہ یہ کہ اس کی نسبت فقہاء کی طرف کرتے ہیں - فیا للعجب -

سولہواں وعظ

(تقریر نمبر ۶)

منکرین کے علم غیب پر شبہات اور اُن کے جوابات

(۱۶) **سولہواں شبہ** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بواسطہ فرشتوں کے پیش ہوتا ہے۔ کہ اگر حضرت غیب دان ہوتے تو بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب کم فہم منکر نے درود و سلام بواسطہ ملائکہ کے پہنچانے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم علم کی دلیل سمجھ لی۔ اور آپ کی رفعت شان پر دلیل نہ سمجھی۔ حالانکہ صلوٰۃ و سلام بواسطہ فرشتوں کے پیش کرانا حضور کی رفعت شان ظاہر کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ عالم غیب ہے۔ اور اس کے باوجود بارگاہ الٰہی میں اعمال خلق فرشتے ہی کرتے ہیں۔ تو یہ اعمال کا پیش ہونا عدم علم کی دلیل نہیں۔ بلکہ بارگاہ الٰہی کی رفعت شان کی دلیل ہے۔

(۱۷) **ستارہواں شبہ** جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں۔ پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے۔ (وہابی)

جواب یہ شبہ سخت جہالت سے ناشی ہے۔ کیونکہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہے گا۔ مگر دیہاتی امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحت آیت وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْھِمْ وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا کے فرماتے ہیں:۔

قُلْنَا لَا شَكَّ اِنَّ اِحْصَاءَ الْعَدَدِ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِی الْمُتَنَاھِیْ فَاَمَّا لَفْظَۃُ کُلِّ شَیْءٍ فَاِنَّھَا لَا تَدُلُّ عَلٰی کَوْنِہٖ غَیْرَ مُتَنَاہٍ لِاَنَّ الشَّیْءَ عِنْدَنَا ھُوَ الْمَوْجُوْدَاتُ

ہم کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیزیں ہو سکتا ہے۔ بہر حال کُلِّ شَیْءٍ کا لفظ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ شیءٌ غیر متناہی ہے۔ کیونکہ شیءٌ ہمارے

وَالْمَوْجُوْدَاتُ مُتَنَاهِيَةٌ فِی الْعَدَدِ (تفسیر کبیر جلد ۳۰ صفحہ ۱۷۰) ہاں موجودات ہی ہیں۔ اور موجودات شمار میں متناہی ہیں۔

تفسیر کبیر کی اس عبارت سے روشن ہے۔ کہ موجودات متناہی ہیں۔ مگر منکرین خواہ مخواہ محض تنقیص علم مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے موجودات کو غیر متناہی کہہ دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے۔ کہ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو سمجھیں۔ آمین۔

(۱۸) اٹھارہواں شبہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو علم غیب کب ملا۔ کبھی تم کہتے ہو۔ کہ معراج کی رات حلق میں قطرہ گرایا گیا۔ اس سے علم غیب حاصل ہوا۔ کبھی کہتے ہو کہ آپ نے خواب میں ربّ کو دیکھا کہ اس نے اپنا دستِ قدرت حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے شانہ پر رکھا۔ جس سے تمام علوم حاصل ہو گئے۔ اور کبھی کہتے ہو۔ کہ قرآن تمام چیزوں کا بیان بیان ہے جب وہ تمام نازل ہو چکا۔ تو آپ کو علم غیب مل گیا۔ ان میں سے کونسی بات درست ہے۔

جواب حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نفسِ علم غیب تو ولادت سے پہلے عطا ہو چکا تھا۔ کیونکہ آپ ولادت سے قبل عالمِ ارواح میں نبی تھے۔ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَآءِ۔ اور نبی اسی کو کہتے ہیں۔ جو غیب کی خبریں دے۔ باقی علم ماکان وما یکون کی تکمیل شب معراج میں ہوئی لیکن یہ تمام علوم شہودی تھے۔ کہ تمام اشیاء کو نظر سے مشاہدہ فرمایا۔ پھر قرآن پاک نے ان ہی دیکھی ہوئی چیزوں کا بیان فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ۔ قرآن پاک ہر شئی کا بیان اور معراج میں یہ ہوا۔ کہ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ۔ الغرض دیکھنا اور ہے اور بیان اور جیسا کہ حضرت آدم علیہ السّلام کو پیدا فرما کر تمام چیزیں دکھا دیں۔ تو مشاہدہ تھا پھر بعد میں ان کے نام بتائے یہ بیان تھا۔ لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں۔ کہ معراج میں بھی

علم ملا اور قرآن مجید سے بھی۔

آخری فیصلہ حیوانوں کی شہادت کو حضور غیب جانتے ہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَآءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِیْ حَتّٰی اِنْتَزَعَهَا مِنْهُ قَالَ فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَزَقَنِیْهِ اللّٰهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ قَالَ فَکَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کی طرف آیا اور ان سے ایک بکری پکڑی پس چرواہے نے بھیڑیئے کو تلاش کیا۔ یہاں تک کہ بکری کو اس سے چھڑا لیا کہا ابوہریرہ نے کہ بھیڑیا ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزّق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا۔ اور میں نے اس کو لے لیا۔ پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا۔ پس مرد نے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں (یعنی مدینہ پاک) میں ہے کہ وہ شخص گزشتہ اور آئندہ جو تمہارے بعد ہوگا سب کی خبریں دیتا ہے ابوہریرہ نے کہا کہ وہ چرواہا یہودی تھا پس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں آیا اور آپ کو خبر دی اور اسلام لایا پس اس کی خبر کی تصدیق نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم

نے فرمائی ۞

اس مُبارک حدیث سے معلوم ہُوا۔ کہ درندے اور حیوان کا بھی یہ عقیدہ ہے، کہ خُدا کا پیارا حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے علم غیب جانتے ہیں۔ مگر انسانوں سے ایک فرقہ نجدیہ وہابیہ ایسا بھی ہے۔ جو نبیٔ پاک صاحب لولاک رحمۃ للعالمین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے علم غیب تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ علم غیب کے قائل کی تکفیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے۔ سوا اس کے کیا کہا جائے۔ فقیر نے سُنّی بھائیوں کے لئے علم غیب کے متعلّق کافی وعظ لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ ہر سُنّی مسلمان تک یہ مسئلہ پہنچ جائے۔ کیونکہ اس زمانہ میں نجدی اور وہابی علم غیب کے بارے میں بہت شور و غل مچا رہے ہیں مسلمان اپنے سُنّی علماء کی تصنیفات پڑھ کر اپنے عقیدہ کو مستحکم اور مضبوط بنائیں۔

(فقیر نور محمّد قادری رضوی)

سترہواں وعظ

پہلی تقریر

حضرات! آجکل وہابیہ نجدیہ نے بڑا شور برپا کر رکھا ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دُور سے بُلانا اور یا رسول اللہ کہنا ایسا شرک ہے جس کی مغفرت نہیں ہوسکتی۔ وہابیہ کا یہ کہنا سراسر باطل ہے۔ بلکہ سلطان دارین کو نداء کرنا قرآن پاک صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے عمل سے ثابت ہے۔

قرآن پاک قرآن پاک نے بہت مقامات میں سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نداء فرمائی کہیں یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ فرمایا کسی جگہ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ فرمایا اور کسی مقام پر یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ

کہا۔ اور کہیں یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ فرمایا۔ ان مقامات میں سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پکارا گیا۔ اگر کسی مسلمان نے یہ آیات نماز میں پڑھیں۔ جن میں یہ نداء موجود ہے۔ تو وہابیہ کے نزدیک اس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اور تقویت الایمان کے حکم سے ایمان ہی رخصت ہوگیا معاذ اللہ۔ تو نماز کیسی ہوئی۔ وہابیہ کا عقیدہ عجیب ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والا اس عقیدہ کے مطابق مومن ہی رہ نہیں سکتا۔ اور نماز سرے سے ہی نہ ہوگی۔ لہٰذا وہابی لوگ نماز میں ایسی آیتیں پڑھیں جس میں کوئی نداء نہ ہو۔ فرض کرو۔ تو وہ نجدی ایسی آیات پڑھے جن میں اصلا نداء نہ ہو۔ تو آخر نماز میں تشہد تو پڑھے گا۔ کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ضرور پڑھے گا۔ تو یہاں سلطان دارین کو پکارے گا۔ تو مشرک ہو جائے گا۔ تو وہابی کو چاہیئے کہ نماز میں تشہد بھی ترک کردے۔ ورنہ وہ شرک سے نہیں بچ سکتا۔ یا پھر اپنے اس عقیدہ سے توبہ کرے۔ اگر وہابی یہ کہے کہ تشہد میں تو واقعہ معراج کی حکایت اور خبر مقصود ہے۔ تو اس کا یہ قول فقہاء کے نزدیک سراسر باطل ہے۔ درمختار میں ہے:۔

وَیَقْصِدُ بِاَلْفَاظِ التَّشَھُّدِ مَعَانِیَھَا مُرَادَةً لَہٗ عَلٰی وَجْہِ الْاِنْشَاءِ کَاَنَّہٗ یُحَیِّی اللّٰہَ وَیُسَلِّمُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَعَلٰی نَفْسِہٖ وَاَوْلِیَائِہٖ لَا الْاِخْبَارُ عَنْ ذٰلِكَ (درمختار ص۲۳۸)	تشہد کے الفاظ سے ان کے معانی اپنی مراد ہونے کا ارادہ کرے انشاء کے طور پر گویا نمازی اللہ کی تحیت کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اور اپنے اوپر اور اللہ کے ولیوں پر سلام پیش کرتا ہے۔ اخبار کا ارادہ نہ کرے۔

اس پر علّامہ ابن عابدین شامی ردالمختار میں فرماتے ہیں:۔

اَیْ لَا یَقْصِدُ الْاِخْبَارَ وَالْحِکَایَةَ یعنی التحیات میں السلام علیک

عَمَّا وَقَعَ فِی الْمِعْرَاجِ مِنْهُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مِنْ رَّبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ

(شامی ص۳۴۲)

ایہا النبی میں واقعہ معراج کی نقل حکایت کا ارادہ نہ کرے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رب تعالیٰ اور فرشتوں سے واقع ہوا ہے۔

لہٰذا وہابیوں کی یہ تاویل کہ واقعہ معراج کی نقل ہے۔ غلط ہوتی اور وہابی اپنے آپ کو مشرک سے کسی طرح بھی نہیں بچا سکتے۔ مگر صرف اس صورت میں کہ وہ اپنے عقیدہ سے توبہ کرے۔

حدیث پاک اوّل

(۱) حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک نابینا نے دربار رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں کھول دے۔ فرمایا جا وضو کر پھر دو رکعت پڑھ۔ پھر یہ دعا کر:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ قَالَ ابو اسحاق ھٰذا حدیث صحیح (ابن ماجہ ص۱۰۰)

یا رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اور تیری طرف بوسیلہ محمد نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد (یا رسول اللہ) میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنی اس حاجت میں کہ پوری ہو جائے یا رب حضور کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما۔ ابو اسحاق نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حصن حصین نے یہ حدیث ترمذی۔ ابن ماجہ، اور نسائی سے روایت کی ہے۔ الغرض حدیث مذکورہ صحیح ہے۔ محدثین نے اس کی تصحیح فرمائی۔ اور صحاح کی تینوں کتابوں میں مروی ہے۔

حضرات! ذرا غور فرمائیے۔ کہ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا محمد
اور یا رسول اللہ اپنے غلام کو تعلیم فرمایا۔ اور وہ بھی غائبانہ کیونکہ اس نے دوسری
جگہ وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے
نہ تھے۔ دوسرے اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام پاک کے وسیلہ سے دعا کہنا جائز ہے اور خود سرکار کا حکم ہے اگر
کوئی نجدی یہ کہے کہ یہ نداء اور وسیلہ آپ کی حیات طیبہ کے ساتھ خاص ہے۔
جب آپ دنیا سے انتقال فرما گئے۔ تو نہ آپ کو نداء جائز اور نہ ہی آپ کو
وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ وہابیوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ سلطان دارین
کو بعد از وصال پکارنا اور مشکل وقت استغاثہ کرنا خود صحابہ کا حکم بھی ہے اور
عمل بھی ہے۔ کیونکہ طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ کسی شخص کو حضرت خلیفۃ المؤمنین عثمان بن عفان رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ضروری کام تھا۔ جو پورا نہیں ہوتا تھا۔ اور حضرت
امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سائل کی طرف التفات نہیں
فرماتے تھے۔ سائل نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا
علاج دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ وضو کر کے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دعا
پڑھ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ
الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ
لِتُقْضٰى لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ اس کے بعد خلیفہ وقت کے پاس جانا چنانچہ
اس نے ایسا کیا۔ اور اس کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ کے
پاس گیا۔ دربان نے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور خلیفۃ المؤمنین کے پاس لے
گیا۔ تو خلیفہ وقت نے اس شخص کو اپنی خاص جگہ پر بٹھایا اور اس کی حاجت
پوچھی۔ اور اس کو پورا کیا۔ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب کبھی تجھے کوئی حاجت پیش
آئے۔ تو میرے پاس آنا۔ میں اس کو پورا کر دوں گا۔ سائل خوش و خورم ہو کر حضرت

عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا جزاک اللہ خیرا میں نے وہ دعا پڑھی اور میرا کام ہوگیا۔ حالانکہ اس سے پہلے خلیفہ وقت بالکل میری طرف التفات نہیں فرماتے تھے (جذب القلوب ص۲۱۹)

حضرات! اب دیکھا کہ خود صحابی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار کے وصال کے بعد مشکل کے وقت یا رسول اللہ پکارنا سکھایا اور جس نے یہ دعا پڑھ کر سرکار کو پکارا۔ یا تو وہ بھی صحابی ہوگا۔ ورنہ تابعی تو بالیقین ہے لہٰذا ثابت ہوگیا۔ کہ مشکل کے وقت یا رسول اللہ کہنا صحابی کا حکم ہے اور خود صحابی تا تابعی نے یا رسول اللہ (یا محمدؐ) مشکل وقت کہا۔ جس سے اس کی مشکل بھی حل ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

دوسری حدیث امام بخاری اپنی کتاب الادب المفرد میں فرماتے ہیں:۔

خَدِرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ۔

(الادب المفرد امام بخاری ص۲۴۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سُن ہوگیا، تو ایک شخص نے ان سے کہا کہ (ایسے وقت میں) آپ اس شخص کو یاد کریں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تو انہوں نے کہا یا محمدؐ۔

قاضی ابو الفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو یوں بیان کیا:۔

رُوِيَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُهٗ فَقِيْلَ لَهٗ اُذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ يَزُلْ عَنْكَ فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ۔ (شفا جلد دوم ص۱۸)

روایت ہے کہ تحقیق عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پاؤں سوگیا پس ان کو کہا گیا۔ اس کا ذکر کرو۔ جو تجھے زیادہ پیارا ہے۔ پس انہوں نے یا محمداہ کہا تو پاؤں کھل گیا۔

اسی مضمون کی حدیث حصن حصین ص۳۷۵ میں موجود ہے۔

حضرات! اس حدیث پاک سے شمس و امس کی طرح واضح ہے۔ کہ خود صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل وقت میں پکارتے اور وہ بھی غائبانہ اور ان کی مشکل حل ہو جاتی تھی۔ آج چودھویں صدی میں نجدیہ وہابیہ اسی پکارنے کو شرک اکبر خیال کرتے ہیں۔ گویا ان کے ہاں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شرک کا ارتکاب کر لیتے تھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ثُمَّ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

تیسری حدیث پاک ابن ابی شیبہ نے صحیح سند سے روایت کی ہے کہ خلافتِ فاروقی میں ایک بار قحط پڑا۔ ایک صاحب نے مزار اقدس حضور ملجائے بیکساں صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر عرض کی۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا یا رسول اللہ اپنی اُمّت کے لئے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگیئے۔ کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرت کے پاس خواب میں تشریف لائے۔ تو ارشاد فرمایا۔ اِئْتِ عُمَرَ فَاقْرَأْہُ السَّلَامَ وَاَخْبِرْھُمْ اَنَّھُمْ سَیُسْقَوْنَ۔ عمر کے پاس جا کر سلام پہنچا اور لوگوں کو خبردار کر دے کہ ابھی بارش ہو گی۔ رواہ البیہقی وابن ابی شیبہ بسند صحیح (جذب القلوب ص۲۲۱) اس مبارک حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ لوگ صحابہ پاک کے زمانہ میں سختی کے وقت روضہ اقدس پر حاضر ہوتے اور یا رسول اللہ عرض کرتے اور اپنی درخواستیں پیش کرتے اور اپنی مرادیں حاصل کرتے۔

چوتھی حدیث محمد بن محمد بن محمد ابن جزری شافعی رحمۃ اللہ اپنی کتاب حصن حصین میں طبرانی کی حدیث نقل فرماتے ہیں:۔

وَاِنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ (طبرانی) (حصن حصین ص۲۸۳)	(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر مدد چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو

حضرات! سن لو سرکار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے صاف اور کھلے ارشادات کو مدد چاہو تو اللہ کے بندوں کو پکارو۔ یا رسول اللہ یا شیخ عبدالقادر وغیرہ

پانچویں حدیث قاضی ابو الفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:۔

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

(شفا شریف جلد دوم ص ۵۳)

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جب مسجد میں داخل ہوتا ہوں۔ تو کہتا ہوں، السلام علیک ایّھا النّبیّ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرات وہابیہ غور کریں۔ کہ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی مسجد حاضر ہوتے ہیں۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور اپنے مولا و آقا کو غائبانہ پکارتے ہیں۔ اب بتاؤ ان حضرات پر تمہارا فتویٰ کیا ہے؟

اٹھارہواں وعظ

دوسری تقریر

سلف صالحین کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل وقت پکارنا

امام ابن جوزی نے کتاب عیون الحکایات میں تین اولیائے عظام کا عظیم الشان واقعہ بسند مسلسل روایت۔ اور اس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور میں بیان کیا۔ کہ وہ تین بھائی شہسوار اور بہادر شام کے رہنے والے تھے۔ کہ ہمیشہ راہِ خدا میں جہاد کرتے۔

فَاَسَرَهُمُ الرُّوْمُ مَرَّةً فَقَالَ لَهُمُ الْمَلِكُ اِنِّیْ اَجْعَلُ فِیْکُمُ الْمُلْکَ وَاُزَوِّجُکُمْ بَنَاتِیْ وَتَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ النَّصْرَانِیَّۃِ فَاَبَوْا وَقَالُوْا یَا مُحَمَّدَاہُ	ایک دفعہ نصارائے روم نے ان کو قید کر لیا۔ پس ان کو بادشاہ نے کہا۔ کہ بیشک میں تمہیں سلطنت دوں گا اور اپنی بیٹیاں تمہیں بیاہ دوں گا تم نصرانی ہو جاؤ، انہوں نے انکار کیا اور کہا یا محمداہ۔

تب بادشاہ نے دیگوں میں تیل گرم کرا کر دو صاحبوں کو اس میں ڈال دیا۔ تیسرے کو اللہ تعالیٰ نے ایک سبب پیدا فرما کر بچا لیا۔ وہ دونوں چھ مہینے کے بعد مع ایک جماعت ملائکہ کے بیداری میں ان کے پاس آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہاری شادی میں شریک ہونے کو بھیجا ہے۔ انہوں نے حال پوچھا تو فرمایا:-

مَا کَانَتْ اِلَّا الْغَطْسَۃَ الَّتِیْ رَاَیْتَ حَتّٰی خَرَجْنَا فِی الْفِرْدَوْسِ	وہ (تیل کی دیگ) نہیں تھی۔ مگر ایک غوطہ جو تم نے دیکھا یہاں تک کہ ہم جنّت فردوس میں جا نکلے۔

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کَانُوْا مَشْهُوْرِیْنَ بِذٰلِکَ مَعْرُوْفِیْنَ بِالشَّامِ فِی الزَّمَنِ الْاَوَّلِ۔ یعنی حضرات زمانۂ سلف میں شام میں مشہور تھے۔ اور ان کا یہ واقعہ معروف۔ پھر فرمایا شعراء نے ان کی منقبت میں قصیدے لکھے ان میں سے ایک یہ بیت ہے ؎

سَیُعْطِی الصَّادِقِیْنَ بِفَضْلِ صِدْقٍ ‌ ‌ نَجَاۃً فِی الْحَیَاۃِ وَفِی الْمَمَاتِ

یعنی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سچے ایمان والوں کو ان کے سچ کی برکت سے حیات و موت میں نجات بخشے گا۔ (ملخص شرح الصدور صہ ۸۹)

اس عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ سلف صالحین بھی مشکل کے وقت اپنے مولا و آقا جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پکارتے اور ندا کرتے تھے

حضرت امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان :-

اَبُوْ حَنِیْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَاْتِیَ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ اِلَی الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلُ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ -

(مسند امام اعظم ص۲۳۵ مترجم)

حضرت امام ابو حنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی - کہ سنّت یہ ہے کہ تو حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی قبر انور پر قبلہ کی طرف حاضر ہوا اور قبلہ کو پشت کرکے قبر مبارک کی طرف منہ کرکے عرض کرے السّلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ -

اس روایت سے ثابت ہوا - کہ سیّدنا امام الائمہ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ندا کرکے سلام عرض کرنا صحیح اور روا ہے -

بزرگانِ دین اور علمائے امّت کے ہاں یا رسول اللہ کہنا جائز ہے -

شیخ محقق مولانا عبد الحق محدّث دہلوی نے شیخ بہاء الحق والدین کا یہ قول نقل فرمایا :-

ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق است - یک طریق آنست یا احمد را در راستا بگوید و یا محمد در چپا بگوید و در دل ضرب کند یا رسول اللہ طریق دوم آنست کہ یا احمد را در راستا بگوید و چپا یا محمد

کشف ارواح کے لئے یا احمد یا محمد پڑھنے کے دو طریقے ہیں - ایک یہ کہ یا احمد کو دہنی طرف اور یا محمد کو اُلٹی جانب پڑھتے ہوئے دل میں یا رسول اللہ کی ضرب لگائے - دوسرا طریقہ یہ ہے - کہ یا احمد کو داہنی جانب اور

ودر دل وہم کند یا مصطفےٰ دیگر	یا محمد کو بائیں جانب کے اور دل میں
ذکر یا احمد یا محمد یا علی یا حسن یا	یا مصطفےٰ کا خیال کرے۔ دوسرے
حسین یا فاطمہ شش طرفے ذکر کند	ذکر کرے یا احمد یا محمد یا علی یا حسن
کشف جمیع ارواح شود ودیگر اسمائے	یا حسین یا فاطمہ کا چھ طرفہ ذکر کرے
ملائکہ مقرب ہمیں تاثیر دارند یا جبرئیل	تو تمام ارواح کا کشف ہو جاتا ہے
یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل	نیز مقرب فرشتوں کے نام بھی یہی
چہار ضربی دیگر ہم شیخ یعنی بگوید یا	اثر کرتے ہیں۔ یعنی یا جبرائیل
شیخ یا شیخ ہزار بار بگوید کہ حرف	یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل
ندا را از دل بکشد طرف راست اہر	کا چار ضربی ذکر کرے نیز شیخ بھی یعنی
دو لفظ شیخ را در دل ضرب کند۔	یا شیخ یا شیخ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے
(اخبار الاخیار صفحہ ۳۵۱)	کہ حرف ندا کو دل کی سیدھی جانب سے

کھینچے اور دونو لفظ شیخ کی ادائیگی کے ساتھ دل پر ضرب لگائے؛

اس عبارت سے ثابت ہوا۔ کہ اولیائے اُمت کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا باعث خیر و برکت ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار اعظم کو دُور سے پکارا اور عرض کی۔

اے محمد گر قیامت را برآری سر زخاک　　سر برآور دیں قیامت در میان خلق بین

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ بارگاہِ رسالت میں غائبانہ عرض کرتے ہیں:۔

زمہجوری برآمد جانِ عالم　　ترحم یا نبی اللہ ترحم　　(زلیخا)

صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں:۔

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ

سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے بہترین مخلوق آپ کے سوا میرا کوئی نہیں کہ مصیبت عامہ کے وقت جس کی

پناہ پکڑوں۔

الغرض اولیائے کرام اور علمائے عظام نے جو جو ندائیں عرض کی ہیں۔ ان سے دفتر کے دفتر بھرے ہوتے ہیں۔ جن کی اس مختصر وعظ میں نقل کی جگہ نہیں۔

وہابیہ کے پیشوا مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند اپنے قصیدہ میں لکھتا ہے:-

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے — کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

کہ دروں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام — کرے گا یا نبی اللہ کیا یہ میری پکار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی صہ ۱۸)

اکابر دیوبندیوں کے پیر مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرماتے ہیں:-

ای رسولِ کبریا فریاد ہے — یا محمد مصطفٰے فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل — اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

چہرۂ تاباں کو دکھلا دو مجھے — تم سے اے نور خدا فریاد ہے

قیدِ غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے — یا شہِ ہر دوسرا فریاد ہے

(مناجات صہ ۲۲)

یہی حاجی صاحب ایک غزل نعتیہ میں سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں پکارتے ہیں

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں — بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں بےطرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر — مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ۔

(گلزارِ معرفت صہ ۹)

حضرات! ذرا غور سے دیکھو اور سنو۔ حاجی صاحب نے سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریاد رس کہا۔ مشکل کشا مانا۔ غائبانہ پکارا۔ اور یا رسول اللہ کہا۔

اور آپ سے حاجت مانگیں اور آپ کو حاجت روا سمجھا۔ تعجب ہے۔ کہ پیر کا یہ عقیدہ ہو اور آجکل اُن کے ناخلف مُرید اسی عقیدہ کو کفر و شرک خالص کہتے ہیں ——— فقیر قادری کی خاص نصیحت :۔

حضرات اہل سنّت! ندائے غیب کا مسئلہ پُورے طور پر واضح ہو گیا۔ کہ مشکل یا غیر مشکل میں غائبانہ صورت میں یا رسول اللہ کہنا عمل صحابہ اور اکابر اُمّت کا ہے۔ مگر جن کے دلوں میں وہابیت کی مرض لگ چکی ہے۔ وہ اس مسئلہ کو نہ سمجھیں نہ مانیں۔ حالانکہ حیوان و نباتات بھی اس مسئلہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وقت مشکل یا رسول اللہ کہتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :۔

عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَحْرَاءَ فَنَادَتْهُ ظُبْيَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا حَاجَتُكِ قَالَتْ صَادَنِي هٰذَا الْاَعْرَابِيُّ وَلِي خَشْفَانِ فِي ذٰلِكَ الْجَبَلِ فَاَطْلِقْنِي حَتّٰى اَذْهَبَ فَاُرْضِعُهُمَا وَاَرْجِعُ قَالَ اَوَتَفْعَلِيْنَ قَالَتْ نَعَمْ فَاَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ وَرَجَعَتْ فَاَوْثَقَهَا فَانْتَبَهَ الْاَعْرَابِيُّ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ تُطْلِقُ هٰذِهِ الظَّبْيَةَ فَاَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُوْ فِي الصَّحْرَاءِ وَتَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم صحراء میں تھے۔ ایک ہرنی نے ندا کی یا رسول اللہ فرمایا کیا حاجت ہے عرض کیا۔ مجھ کو اس اعرابی نے پکڑ لیا۔ اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچّے ہیں۔ مجھے کھول دیجئے۔ تاکہ میں جاکر ان کو دودھ پلا آؤں۔ فرمایا کیا ایسا کرے گی۔ عرض کی ہاں حضور نے اس کو کھول دیا وہ چلی گئی اور واپس آگئی۔ پس آپ نے اس کو باندھ دیا پس اعرابی جاگ پڑا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ کچھ حکم ہے۔ فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ پس اس نے

اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ - (شفا شریف جلد اوّل صفحہ ۲۰۷)

ہرنی کو چھوڑ دیا - پس وہ جنگل میں دوڑتی ہوئی نکل گئی اور پڑھتی تھی اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشہد ان محمد ا رسول اللّٰہِ -

اس روایت سے ثابت ہوا - کہ جنگل کے حیوان بھی مشکل وقت اپنی مشکل کشائی کے لئے یا رسول اللہ کہتے ہیں -

شجر و حجر بھی یا رسول اللہ کہتے ہیں

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مَا اسْتَقْبَلَہٗ شَجَرٌ وَّلَا جَبَلٌ اِلَّا قَالَ لَہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ - (شفا شریف جلد اوّل صفحہ ۲۰۷)

نہ کوئی درخت اور نہ پہاڑ حضور کے سامنے آتا - مگر عرض کرتا السلام علیک یا رسول اللہ -

الحاصل قرآن و حدیث میں اور صحابہ اور اولیاء صلحاء علمائے اُمت کے نزدیک مشکل وقت یا رسول اللہ کہنا جائز ہے - اور جانور - شجر و حجر سب یا رسول اللہ کہتے ہیں - مگر منکر ہے تو ایک بدقسمت وہابی -

نعرۂ رسالت

وہابی یا رسول اللہ کے سخت منکر ہیں - اور نعرۂ رسالت لگانا شرک اکبر خیال کرتے ہیں - حالانکہ نعرۂ رسالت کا ثبوت حدیث پاک سے ہے -

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے - کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ داخل ہوئے -

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُیُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِی الطُّرُقِ یُنَادُوْنَ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (مسلم جلد دوم صفحہ ۴۱۹)

پس چڑھ گئے مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر اور متفرق ہو گئے بچے اور غلام گلی کوچوں میں پکارتے تھے (یعنی نعرے مارتے) یا محمد یا رسول یا محمد یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس حدیث پاک سے ظاہر باہر ثابت ہو رہا ہے۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام آپ کو نداء کرتے اور نعرہ لگاتے یا رسول اللہ یا رسول اللہ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

اُنیسواں وعظ

پہلی تقریر

سلطان دارین دارین کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰهُ وَتَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پارہ ۱۰ سورۃ توبہ) ترجمہ:۔ اور انہیں کیا برا لگا یہی نہ کہ اُنہیں دولت مند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

برادران اسلام! ہم جس دور میں جا رہے ہیں۔ بڑا پر فتن دور ہے۔ بڑا فتنہ وہابیت کا ہے۔ جس کا اصل اُصول انبیاء علیہم السلام کی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخیاں کرنا اور آنکے کمالات کا انکار کرنا وہابیت کا شیوہ و پیشہ ہے۔ سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ نہ کچھ کر سکتے اور نہ کچھ دے سکتے ہیں۔ عاجز بندے ہیں۔ (معاذ اللہ) وہابیوں کا بڑا پیر میاں اسمٰعیل دہلوی اپنی ایمانی کتاب تقویتہ الایمان میں لکھتا ہے۔ کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ص۲۳ اور رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا ص۶۶ (معاذ اللہ) اس وعظ میں یہ دکھایا جائے گا۔ کہ سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے فضل وکرم سے اپنے غلاموں کو دونوں جہان کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ کیونکہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے:۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (پارہ ۱۰۔ سورۃ توبہ)	اور انہیں کیا برا لگا یہی نا کہ انہیں غنی کر دیا۔ اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

اہل سُنّت! سُن لیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اللہ دولت مند کرتا ہے اور اس کا رسول بھی لوگوں کو غنی کرتا اور دولت مند فرماتا ہے۔ وہابیو مر جاؤ غیظ و غضب سے کٹ جاؤ۔ کیونکہ ارشاد خدا کے مطابق سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے غلاموں کو دین و دُنیا کی دولتوں سے غنی اور دولت مند فرماتے ہیں۔

اب دوسرا خداوندی ارشاد سنیئے۔ فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ (پارہ ۱۰۔ سورت توبہ)	اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اور رسول نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

سبحان اللہ کیا شان حبیب کردگار کی کہ اس آیت میں خود رب العزّت جَلّ و علا نے واضح الفاظ میں فرما دیا۔ کہ مَیں بھی دیتا ہوں اور میرا محبوب بھی دیتا ہے۔ اور ساتھ یہ بھی ہدایت فرمائی۔ کہ اللہ و رسول سے اُمید لگائے رکھو۔ کہ وہ اپنے فضل سے ہم کو دیں گے۔ الغرض خدا فرماتا ہے۔ کہ جو میرا رسول ہے وہ تو داتا ہے اور دیتا ہے۔ مگر وہابی کہتا ہے کہ رسول کچھ نہیں دے سکتا بے دین خدائے قدوس کا مقابلہ کرتا ہے۔ تف ہے اس بے دینی پر اللہ تعالیٰ کا جگمگاتا تیسرا ارشاد سنیئے۔ فرماتا ہے:۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ (پارہ ۲۲۔ سورۃ احزاب)	اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی۔

یعنی خود رب العالمین بھی نعمت عطا فرماتا ہے اور اس کا پیارا محبوب سیّد العالمین بھی نعمت دیتے ہیں۔ اس ارشاد نے تو وہابیت کا سارا گھر ہی جلا دیا ہے۔ مگر یہ قوم ہی بے شرم بے ادب گستاخ ہوتی ہے۔ کہ اتنی تصریحوں کے باوجود اہل سنّت سے جھگڑتے ہیں۔ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

اللہ تعالیٰ کا چوتھا روشن ارشاد:۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ (پارہ ۶ سورۃ المائدۃ)

بے شک تمہارا مددگار اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں۔

حضرات! اللہ جل شانہ نے مددگاروں کی فہرست بیان کی۔ کہ وہ اللہ اور اس کا رسول اور کامل مومن یعنی اولیائے کرام۔ وہابیوں نے بڑی کوشش کی۔ کہ رسول پاک کچھ نہیں کر سکتے۔ اور کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بے دینوں کا رد فرمایا ہے۔ کہ میری ذات بھی مدد کرتی ہے اور میرا رسول اور میرے ولی یہ سب ہی مددگار ہیں۔ تم جو کہتے ہو غلط ہے۔

حضرات اہل سنّت! خود سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد سنو اور ایمان تازہ کرو۔ فرماتے ہیں:۔

مَا یَنْقِمُ ابْنُ جَمِیْلٍ اِلَّآ اَنَّہٗ کَانَ فَقِیْرًا فَاَغْنَاہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔

ابن جمیل کو یہی ناگوار ہوا۔ کہ وہ فقیر تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے اس کو غنی کر دیا۔

(بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۹۸)

اس مبارک ارشاد میں خود سلطان دارین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے آپ کو ملایا اور واؤ ہی کے ساتھ عطف فرمایا۔ کہ اللہ بھی غنی کرتا ہے اور میں رسول بھی غنی کرتا ہوں۔ اب ذرا اسماعیلیوں وہابیوں سے پوچھو۔ کہ خدا را اپنے عقیدہ

سے باز آؤ۔ اور جن کا کلمہ پڑھتے ہو۔ ان ہی کی بات مان جاؤ۔ اور دونوں جہان کا داتا سمجھ لو۔

حبیب خدا حافظ ہیں

اللہ تعالیٰ کا پیارا محبوب اپنے غلاموں کے نگہبان اور محافظ ہیں۔ سرکار نے فرمایا:۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مَوْلٰی مَنْ لَا مَوْلٰی لَہٗ

اللہ اور اس کا رسول اس کے محافظ اور نگہبان ہیں جس کا کوئی نگہبان نہ ہو

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۱ جلد دوم صفحہ ۲۰)

حضور نعمت دیتے ہیں

حضور پرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فرمایا:۔

اَحَبُّ اَھْلِیْ اِلَیَّ مَنْ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْہِ۔

مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جسے اللہ نے نعمت دی اور میں نے اس کو نعمت دی۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۳ مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۲)

حضرت مولانا ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَۃِ اِلَّا وَقَدْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا اَنَّ الْمُرَادَ الْمَنْصُوْصُ عَلَیْہِ فِی الْکِتَابِ وَھُوَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ ھُوَ زَیْدٌ۔ (مرقات حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۲)

صحابہ سب ایسے ہی تھے جنہیں اللہ نے نعمت بخشی اور اللہ کے رسول نے نعمت بخشی۔ مگر یہاں مراد وہ ہے جس کی تصریح قرآن میں ارشاد ہوئی کہ جب تو فرماتا تھا اس سے جس کو اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی وہ زید بن حارثہ ہے۔

مسلمانو! سنو سرکار اعظم کیا فرماتے ہیں۔ اور علمائے محققین کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اسامہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کو اللہ تعالےٰ نے نعمت بخشی اور اس کو میں نے نعمت عطا فرمائی۔ پھر ملا

علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ کہ سرکار اعظم نے تمام صحابہ کرام کو نعمت بخشی

حضور نے رزّق دیا

حضور سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مَنِ اسْتَعْمَلْنَاهُ عَلٰى عَمَلٍ فَرَزَقْنَاهُ رِزْقًا الحدیث

جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزّق دیا۔

(ابو داؤد ص)

حضور پرنور نے اندھیری قبریں روشن فرمائیں

حضور پرنور صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ هٰذِهِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوَّةٌ عَلٰى اَهْلِهَا ظُلْمَةً وَّاِنِّيْ اُنَوِّرُهَا بِصَلٰوتِيْ عَلَيْهِمْ رواہ البخاری والمسلم ولفظ المسلم

بیشک یہ قبریں اپنے رہنے والوں پر اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور بیشک میں اپنی نماز سے انہیں روشن کر دیتا ہوں۔

(مشکوٰۃ ص ۱۴۵)

الحاصل سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم تو فرمائیں۔ کہ ہم غنی کرتے ہیں اور ہم نعمت دیتے ہیں اور ہم رزّق دیتے ہیں۔ اور ہم اندھیری قبریں روشن کرتے ہیں۔ مگر وہابی نجدی حضور پرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک ارشاد بھی نہیں مانتا اور یہی رٹ لگائے جاتا ہے۔ کہ آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

العیاذ باللہ۔ خدائے قدوس ہمیں راہِ مستقیم پر دائم قائم رکھے۔ اور ان دشمنوں سے محفوظ و مامون فرمائے۔ ثم آمین۔

حضور نے ابوطالب سے تخفیف عذاب فرمائی

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حضور اقدس رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی۔ کہ حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا۔ بے شک وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ تو رحمت عالم

صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان الفاظ میں جواب بیان فرمایا:۔

وَجَدْتُہٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُہٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ۔ (مسلم جلد اوّل صـ۱۱۵)	میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا۔ پس میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

ھُوَ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ وَلَوْلَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (بخاری جلد اوّل صـ۵۴۸ مسلم جلد اول صـ۱۱۵)	وہ پاؤں تک کی آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے۔

وہابیو! اب بتاؤ تم کہتے ہو۔ حضور کچھ نہیں کر سکتے اور مسلمانوں کے لئے دافع بلا نہیں بن سکتے۔ حالانکہ وہ رحمت عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم خود ایک کافر کے متعلق فرما رہے ہیں۔ کہ میں نے اسے غرق آتش سے کھینچ لیا۔ اسے میں نے نکال دیا۔ اب وہابیو جل جاؤ۔ راکھ ہو جاؤ۔ محبوب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خداداد اختیارات میں یہ بھی ہے۔ کہ اللہ کے قیدی کی سزا بدل دی۔ جس عذاب میں تھا۔ اس سے نکال لیا۔ فالحمد للّٰہ علٰی ذٰلک۔

حضور اہل ایمان کو جہنّم سے نکال کر جنّت میں داخل فرما دیں گے	حضور پر نور رحمت عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی خداداد طاقت سے گنہ گار ایمان داروں کو خود اپنے ہاتھ سے نکالیں گے

اور جنّت میں داخل فرما دیں گے۔ سرکار نے فرمایا:۔

اُخْرِجُھُمْ مِّنَ النَّارِ فَاُدْخِلُھُمُ الْجَنَّۃَ (بخاری جلد دوم صـ۹۷۱)	میں اُن کو دوزخ سے نکالوں گا اور میں ان کو جنّت میں داخل کروں گا۔

بیچارے وہابی نجدی نے بڑی کوشش کی۔ قرآن و حدیث پڑھ پڑھ کر اپنا

گلا پھاڑا کہ حضور کچھ اختیار نہیں رکھتے اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں نہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ مگر سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس ارشاد نے کہ مَیں ان کو دوزخ سے نکالوں گا۔ جنّت میں داخل کروں گا۔ وہابیہ کی ساری کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ مگر اندھے اتنے واضح ارشاد بھی نہیں مانتے؛

بلیسواں وعظ

دُوسری تقریر

سلطان دارین کونین کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

سلطان دارین کا حکم کہ مجھ سے مدد مانگو

وہابی کہتے ہیں کہ سرکار عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کچھ نہیں کر سکتے اور نہ ہی مدد کر سکتے ہیں۔ بلکہ غیر اللہ سے مدد لینا شرک کبر ہے۔ حالانکہ سرکار دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم خود فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے مدد طلب کرو لیجئے سرکار کا حکم وارشاد سنیئے۔ جب وفد ہوازن خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور اپنے اموال واہل وعیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے۔ سرکار سے مانگے اور طالب احسان والا ہوئے۔ تو سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اِذَا صَلَّیْتُمُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ فِیْ نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا (نسائی جلد ۲ صـ۱۱)	جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا، اور یوں کہنا ہم رسول اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔ مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں۔

یہ مبارک حدیث فرماتی ہے کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔ وہابیو اب بتاؤ اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے کیا معنے ہیں۔ تم تو کہتے تھے۔ کہ استعانت خدا ہی کے ساتھ خاص ہے غیر سے استعانت شرک اکبر ہے۔ اب بتاؤ کیا کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ نجدیو! خدا۔ رسول سے شرم کرو۔ منہ سے کیا کہہ رہے ہو۔ باقی زمان حیات دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں۔ بلکہ سراسر ضلالت ہے۔ قطع نظر اس سے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیات حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں۔ جو بات خدا کے لئے خاص ہو چکی ہے۔ غیر کے ساتھ شرک ٹھہر چکی۔ اس میں حیات و موت قرب و بعد ملکیت و بشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیسا، کیا بعد موت ہی شرکت خدا کی صلاحیت نہیں رہتی اور بحال حیات شریک ہو سکتے ہیں۔ یہ جنون وہابیہ کو ہر جگہ جاگتا ہے جس نے انہیں حمایت توحید کے زعم اُلٹا مشرک بنا دیا ہے۔ ایک بات کو کہیں گے۔ شرک ہے پھر کبھی موت و حیات کا فرق کریں گے۔ کبھی قرب و بعد کا کبھی کسی اور وجہ کا جس کا صاف حاصل یہ نکلے گا۔ کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق کو خدا کا شریک جانتے ہیں۔ کیونکہ وہ بات کو غیر کے لئے اس کا اثبات کا شرک تھا۔ ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔

حضرت مسیح کا پرندہ بنانا

اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو بڑی طاقتیں اور بہت سے کمالات عنایت فرماتا ہے۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی طاقت اور کمال عطا فرمایا کہ آپ نے خود خداداد طاقت و کمال کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں فرمایا ہے

اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ — مَیں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک

طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ (پارہ ۳ سورت آل عمران)

مارتا ہوں تو وہ فوراً پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مُردے زندہ کرتا ہوں۔ اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

سبحان اللہ۔ اس قدر خدا نے اپنے پیاروں کو کیا کیا طاقتیں عطا فرمائیں۔ اور قرآن نے بتائیں۔ حضرت مسیح نے ظاہر فرمائیں۔ جب خدا نے یہ کمالات حضرت مسیح علیہ السلام کو عطا فرمائے۔ تو اسی خدا نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بطریق اولیٰ یہ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ کیونکہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم السلام کے کمالات کے جامع ہیں۔ باوجودیکہ محبوب خدا اتنے کمالات کے جامع ہوں۔ پھر بھی وہابی کہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تو نجدی کا یہ قول سراسر ظلم اور ہٹ دھرمی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

حضور کا ایک بچی کو زندہ فرمانا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خداداد طاقت سے ایک بچی کو زندہ فرمایا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرَ لَہٗ اَنَّہٗ طَرَحَ بُنَیَّۃً لَّہٗ فِیْ وَادِیْ کَذَا فَانْطَلَقَ مَعَہٗ اِلَی الْوَادِیْ وَنَادَاھَا بِاسْمِھَا یَا فُلَانَۃُ اَجِیْبِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ فَخَرَجَتْ وَھِیَ تَقُوْلُ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ فَقَالَ لَھَا اِنَّ اَبَوَیْکَ

ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا عرض کی کہ میں نے اپنی چھوٹی بچی کو فلاں وادی میں پھینکا تھا۔ پس حضور اس کے ہمراہ اس وادی میں تشریف لے گئے۔ اس بچی کا نام لے کر پکارا اے فلاں اللہ کے حکم سے مجھے جواب دے تو وہ لبیک کہتی

قَدْ اَسْلَمَا فَاِنْ اَحْبَبْتِ اَنْ اُرُدَّكِ عَلَيْهِمَا قَالَتْ لَاحَاجَةَ لِيْ فِيْهِمَا وَجَدْتُ اللّٰهَ خَيْرًا لِّيْ مِنْهُمَا۔

(شفا جلد اوّل ص۲۱۱)

ہوئی نکلی۔ پس اسے فرمایا کہ بیشک تیرے والدین مسلمان ہوگئے ہیں۔ اگر تجھے پسند لگے تو میں تجھے ان کے پاس پہنچا دوں۔ تو بچی نے عرض کیا، (یا رسول اللہ) مجھے ان کی حاجت نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو ان سے بہتر پایا ہے۔

بیہقی نے دلائل میں اس حدیث کو اس طرح بیان فرمایا:۔

رَوَی الْبَیْهَقِیْ فِی الدَّلَائِلِ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا رَجُلًا اِلَی الْاِسْلَامِ فَقَالَ لَا اُؤْمِنُ بِكَ حَتّٰی تُحْيِیَ لِیْ اِبْنَتِیْ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرِنِیْ قَبْرَهَا فَاَرَاهُ اِيَّاهُ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فُلَانَةُ فَقَالَتْ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ فَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبِّيْنَ اَنْ تَرْجِعِیْ اِلَی الدُّنْيَا فَقَالَتْ لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ وَجَدْتُ اللّٰهَ خَيْرًا لِّیْ مِنْ اَبَوَیَّ وَوَجَدْتُ الْاٰخِرَةَ خَيْرًا لِّیْ مِنَ الدُّنْيَا۔

(انوار محمدیہ ص۲۹۵ ۔ معارج جلد اوّل ص۲۴۰)

نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو اسلام کی طرف بلایا۔ تو اس نے کہا، میں ایمان آپ کے ساتھ نہیں لاؤں گا۔ یہانتک کہ آپ میری بچّی زندہ کردیں۔ پس حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ اس نے آپ کو اس کی قبر دکھائی۔ پس آپ نے فرمایا اے فلانی تو لڑکی نے کہا لبیک سعدیک پس حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کیا تو دوست رکھتی ہے کہ دنیا کی طرف لوٹے تو اس نے کہا نہیں خدا کی قسم یا رسول اللہ بیشک میں نے اپنے والدین سے اللہ کو بہتر پایا اور دنیا سے آخرت کو اپنے لئے بہتر پایا۔

دیکھا حضرات اہل سنّت سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اس کے قادر

خدا نے کیا کیا، طاقتیں اور کیسے کیسے کمالات عطا فرمائے۔ کہ آپ نے اپنی خداداد طاقت سے مُردے زندہ کر دیئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ مگر نجدی پھر بھی تسلیم نہ کرے۔

حضور نے اندھے کو بینا کر دیا

نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ اندھے نے خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرماؤ کہ اللہ تعالیٰ بینائی عطا فرمائے۔ تو آپ نے فرمایا۔ جا اور وضو کر اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا پڑھ:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّکَ اَنْ یَّکْشِفَ عَنْ بَصَرِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ قَالَ فَرَجَعَ وَقَدْ کَشَفَ اللّٰہُ عَنْ بَصَرِہٖ۔

(شفا جلد اوّل صـ۲۱۲)

اے اللہ بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی حضرت محمدؐ رحمت والے صلّی اللہ علیہ کے واسطے متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد (یا رسول اللہ) بیشک میں متوجہ ہوتا ہوں، تیرے واسطے تیرے رب کی طرف کو مجھے بینا کر دے۔ اے اللہ حضور کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ راوی نے کہا۔ پس وہ واپس آیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اُس کی بینائی کو کھول دیا تھا یعنی بینا ہو چکا تھا۔

سبحان اللہ۔ رحمت عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے نابینا کو اور اندھے کو بینا اور آنکھ والا بنا دیا۔ مگر اندھا نجدی پھر بھی نہیں مانتا۔ خدا تعالیٰ اس کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور نے قتادہ کی نکلی ہوئی آنکھ درست کر دی

جنگِ اُحد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ تیر لگنے سے باہر نکل پڑی۔ اس آنکھ کو ہاتھ

میں پکڑ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی:۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ اِمْرَأَۃً اُحِبُّھَا وَ اَخْشٰی اِنْ رَأَتْنِیْ تَقْذَرُنِیْ فَاَخَذَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ وَرَدَّھَا اِلٰی مَوْضِعِھَا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اَکْسِہٖ جَمَالًا فَکَانَتْ اَحْسَنَ عَیْنَیْہِ وَاَحَدَّھُمَا نَظَرًا وَکَانَتْ لَا تَرْمَدُ اِذَا رَمِدَتِ الْاُخْرٰی رواہ الطبرانی و ابونعیم (انوار محمدیہ ص۲۹۷ ص۳۰۹ شفا جلد اول ص۲۱۲ ۔ مدارج جلد اول)

یا رسول اللہ بے شک میری عورت ہے جس کو میں دوست رکھتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دیکھے گی۔ تو مجھے مکروہ سمجھے گی پس رسولِ خدا نے آنکھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑا اور اس کو اپنے مقام میں رکھا۔ اور کہا، اے اللہ اس کو خوبصورتی پہنا اور عطا فرما۔ پس وہ آنکھ زیادہ خوب صورت اور بہت تیز نظر والی ہوگئی۔ اور بالکل دکھتی نہ تھی جبکہ دوسری دکھتی تھی۔

حضور نے ایک صحابی کی گئی ہوئی نظر واپس فرمائی

عقیلی نے حبیب بن فدیک سے روایت کی ہے کہ اس کے والد کی دونوں آنکھیں بالکل سفید ہوگئیں تھیں (یعنی موتیا چڑھ گیا تھا) کہ بالکل نظر نہیں آتا تھا۔

فَنَفَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ فَاَبْصَرَ فَرَاَیْتُہٗ یُدْخِلُ الْخَیْطَ فِی الْاِبْرَۃِ وَھُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ ۔ (شفا جلد اول ص۲۱۳ ۔ انوار محمدیہ ص۲۹۷ ص۱۳۹ ۔ مدارج جلد اول)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دونوں آنکھوں میں تھوکا تو وہ بینا ہوگیا۔ پس میں نے اس کو دیکھا۔ کہ سوئی میں تاگا ڈال لیتا تھا۔ حالانکہ اس کی عمر اسی سال کی تھی۔

حضور نے علی کی دکھتی آنکھ کو شفا دی

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کے روز

سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:-

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	کل میں ایسے شخص کو یہ جھنڈا دوں گا اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

صبح کے وقت صحابہ کرام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ہر ایک اس جھنڈے کا طلب گار تھا۔ مگر سرکار نے فرمایا:-

اَيْنَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَشْتَكِيْ عَيْنَيْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَيْهِ فَاُتِيَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَرَأَ حَتّٰى كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ الحديث رواه البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۵۶۳)	علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ صحابہ نے عرض کی۔ ان کی آنکھیں دُکھتی ہیں فرمایا کسی کو اس کی طرف بھیجو۔ پس ان کو (آپ کی خدمت میں) لایا گیا۔ پس رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ پس علی اچھے ہوگئے یہانتک کہ گویا ان کو درد تھا ہی نہیں۔

حضرات اہلِ سُنّت! آپ نے سلطان دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خداداد کمال ملاحظہ فرمایا ہے۔ آپ کا تصرّف اور اپنے غلاموں کو تندرست کرنا مراد پوری کرنا حاجت برلانا مشکل میں دستگیری فرمانا جس کو وہابیہ شرک کہتے ہیں۔

حضرات! اپنے رسول اور مولا و آقا کے تصرفات عامہ کے ثبوت کے لیئے چند اور احادیث پاک ذکر کی جاتی ہیں۔ تاکہ مومنین کے ایمان تازہ ہوں۔ اور منکرین کے لیئے تازیانہ عبرت بنیں۔

حضورؐ نے ٹوٹی ہوئی پنڈلی جوڑ دی

حضرت عبد اللہ بن عتیک

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابورافع یہودی کو قتل کر کے اس کے کوٹھے سے گر پڑے۔ اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ تو فرماتے ہیں:۔

فَعَصَبْتُهَا بِعِمَامَةٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰى اَصْحَابِىْ فَانْتَهَيْتُ اِلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِىْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص۵۳۱)

میں نے اس کو عمامہ سے باندھا اور اپنے اصحاب کی جانب چلا۔ پس حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پہنچا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا اپنا پاؤں بچھا دو میں نے اپنا پاؤں بچھا دیا آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا۔ تو یہ حال ہوا کہ گویا دُکھا بھی نہ تھا۔

سبحان اللہ دست اقدس پھیرنے سے ٹوٹی پنڈلی جُڑ گئی۔ وہابیو۔ آؤ اور ہمارے مولا و آقا کے خدا داد تصرّف دیکھو کہ کس طرح اپنے غلاموں کی مشکل میں دستگیری فرماتے ہیں۔

حضورؐ نے ایک اور ٹوٹی ہوئی پنڈلی جوڑی

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی جنگ خیبر میں ٹوٹ گئی۔ تو فرماتے ہیں کہ:۔

فَاَتَيْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَفَثَ فِيْهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص۵۳۳)

پس میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پس حضور نے تین دفعہ اس پر دم فرمایا۔ پس مجھے اس وقت تک تو شکایت ہوئی نہیں

حضرات! قابل غور یہ بات ہے کہ صحابہ کرام زخمی ہو کر حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں کیوں حاضر ہوئے۔ کیونکہ بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے۔ اور زخمی ڈاکٹر۔ جراح اور معالج جراحات کے پاس جاتا ہے۔ اسی لئے جنگوں میں جو زخمی ہوتے ہیں۔ وہ ان ڈاکٹروں کے پاس ہی جاتے ہیں۔

جو زخمیوں کے لئے مقرّر ہوتے ہیں۔ مگر یہ حضرات صحابہ کہیں نہ گئے۔ سیدھے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کا اعتقاد یہ تھا۔ کہ حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ سلطانِ دارین ہیں، اس در سے کونین کی نعمتیں ملتی ہیں مُرادیں پُوری ہوتی ہیں۔ بلائیں ٹلتی ہیں۔ مشکل کشائی ہوتی ہے۔ تندرستی ملتی ہے۔ اسی لئے جب ٹانگ ٹوٹی۔ مشکل رونما ہوئی۔ بلا میں مبتلا ہوئے صحّت کے حاجت مند ہوئے۔ تندرستی کی مُراد دل میں لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اپنے مولا و آقا کے صدقہ سے دم کے دم شفا پائی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

نور محمد قادری رضوی

اکیسواں وعظ

تیسری تقریر

سلطانِ دارین کونین کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

حضور کا ٹھوکر مارنا اور تندرستی آجانا

حضرت مشکل کشا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے فرماتے ہیں۔ کہ مَیں بیمار تھا۔ کہ سلطانِ دارین صلّی اللہ علیہ وسلّم مجھ پر گزرے شدّتِ مرض میں اس وقت یہ دُعا کر رہا تھا۔ کہ یارب اگر وقت آگیا ہے۔ تو مجھے موت کے ساتھ اس مرض کی تکلیف سے راحت دے اور اگر ابھی زندگی باقی ہے۔ تو تندرستی کے ساتھ زندگی میں وسعت فرما۔ اور اگر یہ مرض بلا ہے۔ تو صبر عنایت فرما۔ تب مولا و آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تم کیا کہہ رہے تھے۔ مَیں نے وہ کلمے دُہرا دیئے۔

فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِہٖ وَقَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِاشْفِهٖ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَجْعِيْ بَعْدُ رواه الترمذی وقال هٰذا حدیث حسن صحیح (مشکوٰۃ ص۵۶۵)	پس آپ نے اس پر اپنی لات ماری یعنی ٹھوکر ماری اور فرمایا اے خدا اس کو عافیت عطا فرمایا فرمایا شفا عطا فرما۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اس مرض کی کبھی شکایت ہی نہیں ہوئی۔

عجب شان ہے محبوب کبریا خلیفۂ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کہ بیمار کو پاؤں ماریں، لات ماریں، ٹھوکر ماریں اور بیمار صحّت یاب ہو جائے۔ وہابی کو تو ایسی حدیثیں نظر ہی نہیں آتیں۔ اندھا بن جاتا ہے۔

حضور کی مشت خاک سے لشکر کفّار کو شکست

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

غَزَوْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُنَيْنًا فَوَلّٰى صَحَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا غَشُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عَنِ الْبَغْلَةِ ثُمَّ قَبَضَ مِنْ تُرَابٍ مِنَ الْاَرْضِ ثُمَّ اسْتَقْبَلَ بِهٖ وُجُوْهَهُمْ فَقَالَ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْهُمْ اِنْسَانًا اِلَّا مَلَأَ عَيْنَيْهِ تُرَابًا بِتِلْكَ الْقَبْضَةِ فَوَلَّوْا	ہم نے جہاد کیا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی معیّت میں جنگ حنین میں پس صحابہ کرام کے قدم اُکھڑ گئے۔ پس جب کہ کافروں نے رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کو گھیر لیا۔ تو آپ خچّر سے نیچے اُترے زمین سے ایک مٹھی خاک کی لی اور اُن کے مونھوں پر ماری اور فرمایا۔ "بُرے ہوں ان کے چہرے"۔ پس نہیں پیدا فرمایا اللہ نے ان میں سے کسی انسان کو مگر بھر دیا اس کی دونوں آنکھوں کو

مُدۡ بِرِیۡنَ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۵۳۴) اس مٹھی سے مٹی سے پس وہ پشت دے کر بھاگ گئے۔

قربان جائیے۔ اس خدا داد طاقت و تصرف پر کہ ایک مشت خاک سے لشکر گراں کو شکست دی۔ اس کا نام ہے فتح و شکست دینا۔ یہاں مسلمانوں کو فتح دی اور کفار کو شکست مگر اندھے نجدیوں کو یہ چیز شرکِ نظر آتی ہے۔ یہ ان کی آنکھ کا قصور ہے۔ چاہیئے کہ اس کا علاج کرائیں۔

درخت کا چل کر خدمت اقدس میں حاضر ہونا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ ہم ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہمراہ تھے۔ ایک اعرابی حاضر ہُوا جب قریب ہُوا۔ تو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے عرض کی اور کون یہ گواہی دیتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:۔

هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا رواہ الدارمی (مشکوٰۃ ص۵۴۱)

یہ کیکر کا درخت۔ پس اس کو بلایا حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حالانکہ آپ وادی کے کنارے پر تھے۔ پس وہ متوجہ ہُوا زمین کو چیرتا ہُوا یہانتک کہ آپ کے آگے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے تین مرتبہ شہادت دلوائی۔ اس نے تین مرتبہ گواہی دی کہ حضور کا ارشاد حق ہے پھر وہ اپنی جگہ چلا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں کس دلیل سے

پہچانوں - کہ آپ نبی ہیں - فرمایا بایں دلیل کہ میں اس درخت خرما کے اس خوشہ کو بلاتا ہوں - وہ میری رسالت کی گواہی دے گا - حضور نے اس کو بلایا -

فَجَعَلَ یَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰی سَقَطَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ رواہ الترمذی (مشکواۃ ص۵۴۱)

وہ خوشہ درخت کھجور اُترنا شروع ہوا - یہانتک کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف گرا (اور شہادت دی) پھر فرمایا لوٹ جا پس وہ لوٹ گیا - پس اعرابی مسلمان ہوگیا -

حضرات! دیکھا اپنے آقا و مولا کی طاقتوں اور ان کے تصرفات کو - خوشہ کو حکم دیں - تو درخت سے اُتر کر حاضر ہو - درخت کو اشارہ ہو - تو زمین چیرتا ہُوا خدمت والا میں پہنچے - حضور کے مرتبہ کو پہچانے رسالت کی شہادت دے - عجیب وقت ہے خوشہ اور درخت تو سلطانِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خدادا تصرّف وکمال کا معترف ہے - اعرابی یہ دیکھ کر اسلام مے آتا ہے - مگر اندھے نجدی پر کچھ اثر نہیں - وہ احادیث پڑھتا ہے، سنتا ہے - مگر منکر کا منکر ہی رہتا ہے - وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ -

حضور کے دست مبارک سے پانی کے چشمے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ جنگ حدیبیہ میں پانی نہ رہا - لشکر پر پیاس کا غلبہ ہُوا - حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک چھاگل تھی - اس سے وضو فرمایا - صحابہ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا - کہ ہمارے پاس پینے اور وضو کرنے کے لئے پانی نہیں بجز حضور کی چھاگل کے تو

فَوَضَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فِی الرَّکْوَۃِ فَجَعَلَ الْمَآءُ یَفُوْرُ مِنْ بَیْنِ اَصَابِعِہٖ

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا دست اقدس چھاگل میں رکھا تو انگشت ہائے مبارک کے درمیان سے چشموں

كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ قَالَ فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قِيْلَ لِجَابِرٍ كَمْ كُنْتُمْ قَالَ لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا كُنَّا خَمْسَ عَشَرَةَ مِائَةً رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۵۳۲)

کی طرح پانی جوش مارنے لگا فرمایا راوی نے ہم نے پانی پیا اور وضو کیا حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا تم کتنے تھے فرمایا اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو سب کو کفایت کرتا۔ ہم پندرہ سو تھے۔

دیکھا حضرات ہمارے آقا و مولا سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکل میں دستگیری اور حاجت برآری سبحان اللہ خزائن الٰہیہ اس طرح ہاتھ میں ہیں کہ انگشت مبارک سے دریا جاری فرما دیئے۔ یہ معجزات ہیں۔ دلیل نبوت ہیں۔ کفار کو عاجز کر دیتے ہیں۔ مگر نجدی وہابی احادیث میں یہ سب کچھ دیکھ کر کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں کر سکتے اور آپ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

حضور نے ایک صاع آٹا سے سارے لشکر کو سیراب کرا دیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم خندق ہم خندق کھود رہے تھے۔ کہ ایک سخت چٹان برآمد ہوئی۔ پس صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چٹان کی شکایت کی تو آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں آتا ہوں۔ جب آپ نے قیام فرمایا۔ تو آپ کے شکم اقدس پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ اور ہم نے تین دن تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ نے کدال پکڑی اور اس کو مارا۔ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پس اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا تیرے پاس کوئی شئی ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سخت بھوکے ہیں تو اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں صرف ایک صاع جو تھے۔ اور ہمارا ایک گھریلو بھیڑ کا بچہ تھا۔ اس کو میں نے ذبح کیا اور جو پسائے اور گوشت ہانڈی میں

ڈالا- اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا- تو میں نے آہستہ سے عرض کیا- یا رسول اللہ ہم ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا ہے- اور جو کا ایک صاع پسایا ہے- آپ بمع ایک جماعت کے تشریف لائیے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا:-

یَا اَھْلَ الْخَنْدَقِ اِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُوْرًا فَحَیَّ ھَلًا بِکُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَکُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِیْنَکُمْ حَتّٰی اَجِیْءَ وَجَاءَ فَاَخْرَجْتُ لَہٗ عَجِیْنًا فَبَصَقَ فِیْہِ وَبَارَکَ ثُمَّ عَمَدَ اِلٰی بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ وَبَارَکَ ثُمَّ قَالَ اُدْعِیْ خَابِزَۃً فَلْتَخْبِزْ مَعَکِ وَاقْدَحِیْ مِنْ بُرْمَتِکُمْ وَلَا تُنْزِلُوْھَا وَھُمْ اَلْفٌ فَاُقْسِمُ بِاللّٰہِ لَاَکَلُوْا حَتّٰی تَرَکُوْہُ وَانْحَرَفُوْا وَاِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ کَمَا ھِیَ وَاِنَّ عَجِیْنَنَا لَیُخْبَزُ کَمَا ھُوَ رواہ البخاری والمسلم

(مشکوٰۃ ص۵۳۲)

اے اہل خندق بیشک جابر نے مہمانی کی ہے- پس تم جلدی چلو اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنی ہانڈی نہ اُتارنا اور اپنا آٹا نہ پکانا یہاں تک کہ میں آؤں اور آپ آئے پس (میری عورت نے) آپ کے سامنے آٹا حاضر کیا- آپ نے اس میں مبارک لب ڈالی اور برکت کی دعا فرمائی- پھر ہماری ہانڈی کی طرف قصد کیا- لعاب دہن ڈالی اور دعائے برکت کی- پھر فرمایا روٹی پکانے والی عورت بلاؤ جو تیرے ساتھ روٹی پکائے اور گوشت چمچے سے اپنی ہانڈی سے نکالو اور ہانڈی کو اُتارو نہیں (چولہے سے) (جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل خندق ایک ہزار تھے پس میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ان سب نے کھایا یہاں تک اس کو چھوڑ گئے- اور بے شک ہماری ہانڈی جوش مار رہی تھی جیسا کہ پہلے تھی اور بے شک ہمارا آٹا پکایا جا رہا تھا جیسا کہ تھا-

عجیب شان ہے محبوب خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستِ

اقدس اور لب مبارک ہیں، وہ برکت کہ ایک صاع آٹے کو لگ جائیں۔ تو اس آٹے سے ہزار آدمی سیر ہو جائیں۔ اور پھر بھی وہ اتنا ہی بچ جائے جتنا پہلے تھا۔ ثابت ہوا کہ دستِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وسلم) میں وہ خداداد طاقت ہے۔ کہ قلیل شئ کو کثیر بنا دیتے ہیں۔ سخت دل وہابی تو ایسی حدیثوں سے کیا متاثر ہو سکتے ہیں۔ مگر اہل اللہ تو ایسی حدیثیں سُن کر پھڑک جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ سے متاثر ہو کر لکھتے ہیں۔ اور خوب لکھتے ہیں:۔

ایں ہمہ از برکات آں سید السادات و منبع البرکات بود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ زمین و آسمان و ظاہر و باطن از برکات و نعم وے پُر است و تصوّر باید کرد کہ چہ ذوق و سرور ازیں سور در دلہائے اہل حضور حاصل شدہ باشد شادمان دلے خوشا باطنی کہ برکت آں رحمۃ العالمین دروے راہ یابد یکبار ایں فقیر در بازاریکہ در مسعی است از ترہ فروشے می شنود کہ بر ترہ ہائے خود آب می افشاند و مے گوید یا برکۃ النبی تعالیٰ وانزلی ثم لاترحلی۔ اے برکت پیغمبر بیا و بہ منزل من فرود آئی۔ پس ازاں ہرگز کوچ مکن۔

یہ سب کچھ حضور سرداروں کے سردار اور برکتوں کے منبع کی برکتوں سے صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ زمین اور آسمان ظاہر اور باطن سرکار کی برکتوں اور نعمتوں سے بھرا ہوا ہے اور خیال کرنا چاہیئے۔ کہ اس مہمانی سے اہل حضور کے دلوں میں کیسا ذوق و سرور حاصل ہوا ہوگا۔ وہ دل اور باطن خوش ہو کہ جس میں اس رحمۃ للعالمین کی برکت راہ پائے ایک دفعہ یہ فقیر اس بازار میں جو مسعی میں ہے۔ ایک سبزی فروش سے سن رہا تھا کہ وہ اپنی سبزی پر پانی چھڑکتے ہوئے یہ کہہ رہا تھا۔ اے نبی پاک کی برکت آ اور میرے گھر تشریف لا اور پھر یہاں سے ہرگز کوچ نہ کر۔

پھر حضرت محقق عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ حضور پر درود پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَزِدْ وَبَارِكْ وَكَرِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا وَبَرَكَتِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

ابیات۔ زمہجوری برآمد جان عالم" ترحم یا نبی اللہ ترحم

نہ آخر رحمۃ للعالمینی ‏ ‏ زمحروماں چرا غافل نشینی

رحمۃ للعالمین کی بے پناہ برکت کی مثال:۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میرے والد فوت ہو گئے۔ اور ان پر بہت قرضہ تھا۔ میں نے قرضخواہوں کو کہا۔ کہ تم اپنے قرضے کے عوض میری سب کھجوریں جو باغ سے اُتریں لے لو۔ مگر وہ نہ مانے۔ میں نے رحمۃ للعالمین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں۔ کہ میرا والد جنگ اُحد میں شہید ہو گیا ہے۔ بہت قرض چھوڑ گئے ہیں۔ لہٰذا آپ میرے ساتھ تشریف لائیں۔ تاکہ قرضخواہ آپ کو دیکھ کر کچھ رعایت کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو جا کر ایک طرف کھجوروں کا ڈھیر لگا دے چنانچہ میں نے جا کر ڈھیر لگا دیئے۔ پھر آپ کو بلا لے گیا۔ جبکہ قرضخواہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ مجھ پر ناراض ہونے لگے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال کو ملاحظہ فرمایا۔ بڑے ڈھیر کے ارد گرد تین دفعہ طواف فرمایا اور اس پر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا۔ قرضخواہوں کو بلا لاؤ۔ پس آپ ماپتے جاتے تھے اور ان کو ان کا قرضہ دیتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا قرضہ ادا فرما دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں (اس وقت) اس بات پر خوش کہ میرے باپ کا قرضہ ادا ہو جائے۔ اگرچہ ایک کھجور بھی گھر میں نہ لے جاؤں۔ لیکن اس کے باوجود جو کچھ اس وقت رحمۃ للعالمین کی برکت دیکھی۔ اس کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

فَسَلَّمَ اللّٰهُ الْبَیَادِرَ كُلَّهَا ‏ ‏ پس اللہ تعالیٰ نے سب ڈھیروں

وَحَتّٰی اُنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی الْبَیْدَرِ الَّذِیْ کَانَ عَلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّھَا لَمْ تَنْقُصْ تَمْرَۃٌ وَاحِدَۃٌ رواہ البخاری - (مشکوٰۃ ص ۵۳۷)

کو سلامت رکھا - (جن سے کچھ مانگا نہیں گیا تھا) اور یہانتک کہ میں اس ڈھیر کو دیکھتا ہوں جس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ گویا اس سے ایک دانہ کھجور کا بھی کم نہیں ہوا -

رحمۃ للعالمین کی بے پناہ برکت کی ایک مثال :-

حضرت ام معبد کے بھائی حُبیش بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں - کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ ابو بکر اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اور عبداللہ لیثی ہجرت کے ایام میں مدینہ پاک جاتے ہوئے حضرت ام معبد کے خیمہ میں تشریف لائے - ساتھیوں نے گوشت اور تمر پوچھے - تاکہ ان کو خرید لیں - مگر وہاں کوئی شئی دستیاب نہ ہوئی - کیونکہ قحط سالی کا زمانہ تھا اتنے آپ نے دیکھا کہ خیمے کی ایک جانب بکری کھڑی ہے - فرمایا اے ام معبد یہ بکری کیسی ہے - عرض کی یہ بیچاری کمزوری کی وجہ سے گھر رہ گئی ہے فرمایا کیا دودھ دے گی - ام معبد نے عرض کی - حضور اس میں دودھ کہاں یہ تو مشقت میں پڑی ہوئی ہے - فرمایا کیا اس کے دوھنے کی اجازت ہے عرض کی - میرے ماں باپ قربان جائیں - آپ پر اگر دودھ دیکھتے ہو تو دوہ لو - پس حضور نے بکری منگائی اور اس کے پستانوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ شریف پڑھی - ام معبد کے لئے اس کی بکریوں میں دعا دی - اس کے بعد راوی نے جو برکت دیکھی - اس کو یوں بیان کیا -

فَتَفَاجَّتْ عَلَیْہِ وَدَرَّتْ وَاجْتَرَّتْ فَدَعَا بِاِنَاءٍ یُرْبِضُ الرَّھْطَ فَحَلَبَ فِیْہِ ثَجًّا حَتّٰی عَلَاہُ الْبَھَاءُ

بکری نے پاؤں کھولے اور دودھ لائی اور جگالی کی - آپ نے برتن منگایا جو ایک گروہ کو سیراب کرتا تھا - آپ نے

ثُمَّ سَقَاهَا حَتّٰى رَوِيَتْ وَسَقٰى أَصْحَابَهُ حَتّٰى رَوُوْا ثُمَّ شَرِبَ اٰخِرَهُمْ ثُمَّ حَلَبَ فِيْهِ ثَانِيًا بَعْدَ بَدْءٍ حَتّٰى مَلَأَ الْإِنَاءَ ثُمَّ غَادَرَهُ عِنْدَهَا وَبَايَعَهَا وَارْتَحَلُوْا عَنْهَا رواه في شرح السُّنَّةِ۔ (مشکوٰۃ ص۵۴۴)

اس میں بہتا ہوا دودھ دوہا کہ اس پر جھاگ آ گئی پھر آپ نے ام معبد کو پلایا وہ سیراب ہو گئی اور اپنے دوستوں کو پلایا وہ بھی سیراب ہو گئے۔ پھر ان کے بعد خود نوش فرمایا پھر ساتھ ہی دوبارہ دوہا یہانتک کہ برتن کو بھر دیا پھر اس کو اس کے پاس چھوڑ دیا۔ اور ام معبد کو اپنی بیعت میں داخل کیا اور اس سے کوچ کر گئے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ برکت کی ایک اور مثال:۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طعام کی درخواست کی سلطان دارین نے اس کو نصف وسق جو عنایت فرمائے۔ (وہ اپنے گھر لے گیا) تو ہمیشہ وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مہمان اس نصف وسق جو کو کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ (ایک روز) اس نے اس کو ماپ لیا۔ تو (اس دن سے) ختم ہو گئے۔ پس وہ سرکار اعظم کے دربار میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا

لَوْ لَمْ تَكِلْهُ لَأَكَلْتُمْ مِنْهُ وَلَقَامَ لَكُمْ رواه مسلم (مشکوٰۃ ص۵۴۴)

اگر تو اس کو نہ ماپتا تو البتہ تم اس سے کھاتے رہتے اور وہ باقی موجود رہتا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ برکت کی ایک دیگر مثال۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں چند کھجوریں (اکیس[۲۱] دانے) لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ ان میں برکت کی دعا کیجئے۔ آپ نے ان کو ضم فرمایا۔ یعنی اکٹھا کیا۔ اور ان میں برکت کی دعا فرمائی۔ اور فرمایا:۔

خُذْ هُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِيْ مِزْوَدِكَ كُلَّمَا اَرَدْتَ اَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَادْخِلْ فِيْهِ يَدَكَ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَكُنَّا نَاكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حَقْوِيْ حَتّٰى كَانَ يَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ فَاِنَّهُ انْقَطَعَ رواه الترمذی

(مشکوٰۃ ص۵۴۲)

ان کو پکڑ لے اور اپنے توشہ دان میں ڈال دے اور جس وقت اس سے کچھ لینا چاہے تو اس میں اپنا ہاتھ ڈال پس اس کو پکڑ لے اور اس کو مت جھاڑو۔ پس اُٹھایا میں نے اس تمر سے اتنے اتنے وسق سے اللہ کے راستے میں پس ہم اس سے کھاتے تھے اور کھلاتے تھے اور وہ توشہ دان میری کمر سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہادت کا دن آیا پس تحقیق وہ ٹوٹ گیا اور گم ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب فساد عام ہو جاتا ہے۔ تو برکت چلی جاتی ہے۔ علماء بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن فرماتے تھے۔ کہ لوگوں کو ایک غم ہے اور مجھے دو غم ہیں۔ ایک تو توشہ دان کے گم ہونے اور ایک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہونے کا (اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۵۸۸)

سبحان اللہ! قربان جائیے۔ قدم مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر کہ آپ کی برکت سے چند کھجوریں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی سال کھاتے اور کھلاتے رہے اور وہ کم نہ ہوئیں۔ (نور محمد قادری)

بائیسواں وعظ

چوتھی تقریر

سلطان دارین کونین کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

حضور کو اونٹ بھی اپنا فریاد رس سمجھتے ہیں

حضرت یعلی بن مرۃ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے دیکھے۔

پہلا معجزہ ہم سیر کرتے ہوئے ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس سے پانی کھینچا جاتا تھا۔ اونٹ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آواز بلند کی اور فریاد کی اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آکر ٹھہر گئے اور فرمایا اس اونٹ کا مالک کہاں ہے۔ پس مالک آپ کے پاس آیا۔ فرمایا اس کو بیچ دے میرے ہاتھ۔ مالک نے عرض کی یا رسول اللہ بلکہ ہم آپ کو ہبہ کر دیتے ہیں۔ (مگر) یہ اونٹ ایسے گھر والوں کا ہے۔ جن کا گزارہ سوائے اس اونٹ کے اور کوئی نہیں ہے، حضور نے فرمایا۔ بہر حال جو تو نے اونٹ کا حال بیان کیا۔ لہٰذا میں تجھ سے خریدنے کی طلب نہیں کرتا۔ لیکن اس کی خبر گیری کے متعلق تجھے وصیت کرتا ہوں:۔

فَاِنَّہٗ شَکٰی کَثْرَۃَ الْعَمَلِ وَقِلَّۃَ الْعَلَفِ فَاَحْسِنُوْا اِلَیْہِ	کیونکہ اس نے زیادتی کام اور کمی چارہ کی شکایت کی ہے۔ پس اس سے احسان کرو۔

سبحان اللہ! اونٹ جیسے جانور تو سلطان دارین کو اپنا فریاد رس سمجھتے

ہیں۔ اور اپنی شکائتیں اور فریادیں ان کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ اور اپنا مقصود پاتے ہیں۔ اور وہابیہ انسان ہوکر بھی اپنے مولا و آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو بندہ ناچیز اور مجبور و عاجز سمجھتے ہیں۔ کہ وہ کچھ کر نہیں سکتے۔ العیاذ باللہ۔

دُوسرا معجزہ

راوی فرماتے ہیں۔ کہ ہم چلتے چلتے ایک منزل میں ٹھیرے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند فرمائی۔ پس ایک درخت زمین کو چیرتا ہُوا آیا اور آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانک دیا۔ پھر وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول بیدار ہوئے۔ تو میں نے درخت کا واقعہ خدمت اقدس میں ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

هِيَ شَجَرَةٌ اُسْتَأْذَنَتْ رَبَّهَا فِيْ اَنْ تُسَلِّمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنَ لَهَا۔

یہ ایک درخت ہے جس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرے پس اللہ تعالیٰ نے اس درخت کو اجازت دی ہے۔

اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ ثابت ہُوا۔ کہ ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے۔ کہ زمین کے درخت بھی آپ کو اور آپ کی رسالت کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ دُوسرا یہ مسئلہ ثابت ہُوا۔ کہ درختوں میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجود ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دُور دراز سے زمین کو چیرتے ہوئے بارگاہِ رسالت میں حاضری دیتے ہیں۔ اور سلام پیش کرتے ہیں۔ مگر وہابی ایسا بے محبت ہے۔ کہ سلام پیش کرنے کے لئے حضور اقدس تک سفر کرنے کو حرام سمجھتا ہے اور کہتا ہے۔ معلوم ہُوا۔ کہ وہ درختوں سے بھی کمتر ہے۔

تیسرا معجزہ یعلی بن مُرّہ فرماتے ہیں۔ پھر ہم چل پڑے اور ایک چشمہ پر پہنچے۔ ایک عورت ایک ایسے بچّہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائی جس کو جنون تھا یعنی جِنّ چمٹا ہوا تھا پس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس بچّے کی ناک پکڑی اور فرمایا:۔

اُخْرُجْ فَاِنِّیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ نکل جا بے شک میں محمّد ہوں۔ جو اللہ کا رسول ہے۔

پھر ہم وہاں سے چل پڑے۔ جب ہم واپس لوٹے۔ تو اس چشمہ پر سے گزرے تو حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس عورت سے بچّے کا حال پوچھا۔ تو عورت نے (ان الفاظ میں) جواب دیا:۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا رَأَيْنَا مِنْهُ رَيْبًا بَعْدَكَ۔ رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۰) قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے نہیں دیکھا۔ ہم نے اس بچّے سے کوئی مکروہ جو شک میں ڈالے آپ کے چلے جانے کے بعد

بیت

کم ابرئت وصبا باللمس راحتہ واطلقت اربا من ربقۃ اللمم

(اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۵۸۲)

بدبخت وہابی کہتا ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنا کچھ سنوار نہیں سکتے۔ دوسروں کو کیا فائدہ پہنچائیں گے۔ ادھر مبارک حدیث فرماتی ہے کہ سرکار عالم رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وہ خداداد طاقت حاصل ہے۔ کہ صرف زبان مبارک سے جھڑک دیں تو مجنوں کو صحّت اور شفا ہو جاتی ہے۔ اور جنون ایسا بھاگ جاتا ہے۔ کہ واپس آتا ہی نہیں۔

حضور نے مجنون بچہ کو تندرست فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔

کہ ایک عورت اپنا بچہ ساتھ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ میرے بیٹے کو جنون (دیوانگی) ہے اور وہ جنون اس کو صبح اور شام کے کھانے کے وقت پکڑ لیتا ہے۔ تب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس بچہ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ پس اس بچہ نے قے کی:۔

وَخَرَجَ مِنْ جَوْفِہٖ مِثْلُ الْجَرْوِ الْاَسْوَدِ یَسْعٰی رواہ الدارمی (مشکوٰۃ ص ۵۴۱)

اور نکلا اس کے پیٹ سے مثل چھوٹے بچے کتے کے سیاہ رنگ کا جو دوڑتا تھا۔

حضور کی زبان سے جو بات نکل جائے وہ ہو کر رہتی ہے

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے بائیں ہاتھ سے کھانے لگا۔ آپ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھا۔ وہ کہنے لگا۔ میں دائیں سے نہیں کھا سکتا۔ تب آپ نے فرمایا لَا اسْتَطَعْتَ تو ہرگز طاقت نہ رکھ سکے گا (دائیں ہاتھ سے کھانے کی) اس شخص کا دائیں سے نہ کھانا محض تکبر کی بنا پر تھا۔ راوی کہتا ہے۔ فَمَا رَفَعَھَا اِلٰی فِیْہِ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۵۳۶) یعنی پھر وہ شخص اپنے دائیں ہاتھ کو منہ کی طرف نہ لے جا سکا۔

الحمد للہ رب العالمین۔ سرکار اعظم کی زبان اقدس جو نکلا تھا وہ ہو کر رہا۔

اور سنیئے:۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا۔ وہ مرتد ہو گیا اور مشرکین کے ساتھ مل گیا۔ پس رسول خدا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَا تَقْبَلُہٗ بیشک، اس کو زمین قبول نہ کرے گی۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ابو طلحہ انصاری نے خبر دی کہ میں اس زمین میں گیا جہاں وہ مرا تھا۔

اور دفن کیا گیا تھا۔ تو دیکھا کہ وہ (مردود) قبر سے باہر پڑا ہوا ہے۔ ابوطلحہ نے پوچھا:۔

مَا شَانُ هٰذَا فَقَالُوْا دَفَنَّاهُ مِرَارًا فَلَمْ تَقْبَلْهُ الْاَرْضُ

رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۵۳۵)

اس مُردہ کا کیا حال ہے (کہ باہر پڑا ہُوا ہے) لوگوں نے کہا کہ ہم نے کئی دفعہ قبر میں اس کو دفن کیا پس زمین نے اُسے قبول نہ کیا۔

ارے بخاری اور مسلم کے نام رٹنے والو وہابیو۔ کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم بخاری اور مسلم کو بہت مانتے ہیں۔ اور بہت مانتے ہیں۔ دیکھو ان کتابوں میں کیا ہے اور تم کیا بکواس کرتے ہو۔ کہ حضور کے چاہنے اور کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ڈوب جاؤ۔ شرم سے۔

اور سنیئے:۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں اپنی والدہ کو جو مشرکہ تھی اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ایک روز میں اسے دعوت اسلام دی۔ تو اس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھے ایسی باتیں سنائیں جو مجھے ناپسند تھیں۔ پس میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور رو کر عرض کی یا رسول اللہ دُعا فرمائیے۔ کہ میری والدہ کو خدا ہدایت عطا فرمائے آپ نے یہ دُعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِ اُمَّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ خدایا ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔ پس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا سے خوش ہو کر باہر آیا۔ پس جبکہ میں اپنے گھر کے دروازے پر پہنچا۔ تو دیکھا تو وہ بند ہے۔ پس میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سُنی اور فرمایا (اندر مت آؤ) یہیں ٹھہرو اے ابوہریرۃ۔ ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے پانی کے چلنے کی آواز سُنی (جس سے وہ غسل کر رہی تھیں) پس والدہ نے غسل کیا اور قمیض پہنی اور جلدی اوڑھنی سر پر کی۔ اور دروازہ

کھولا۔ پھر کہا :۔

یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَبْکِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَیْرًا

رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۵۳۵)

اے ابوہریرہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پس رسول اللہ کی طرف واپس لوٹا اور میں خوشی سے روتا تھا پس حضور نے اللہ کی حمد کی اور خیر اور نیک کہا یعنی کلام اچھی فرمائی مثل دعا و بشارت ۔

دیکھا۔ سرکار کی زبان اقدس اتنا کلمہ نکلا۔ کہ الہیٰ ابوہریرۃ کی ماں کو اسلام عطا فرما۔ ابوہریرۃ جب گھر پہنچتا ہے تو والدہ کلمہ پڑھ کر سنا دیتی ہے سبحان اللہ۔ تیرے منہ سے جو بات نکلے ہو کر رہے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جو اسلام کا دعویٰ کرتا تھا کے متعلق فرمایا۔ یہ دوزخی ہے۔ جب کہ جنگ شروع ہوئی تو اس شخص نے حرب جنگ کی۔ اسے ایک زخم پہنچا۔ آپ کی خدمت میں ذکر کیا گیا یا رسول اللہ جس شخص کو آپ نے دوزخی فرمایا۔ اس نے بڑی جنگ کی اور مر گیا۔ فرمایا دوزخ کو پہنچا۔ راوی نے کہا کہ بعض لوگ قریب تھا کہ شک میں پڑیں۔ اتنے میں کسی نے کہا۔ کہ اس شخص نے زخم سے تنگ آکر خودکشی کر لی۔ سرکار کی حضور یہ بات عرض کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا اللّٰه اکبر اشهد انی عبد اللّٰه ورسوله آپنے بیان کو حکم دیا۔ کہ یہ منادی کر دے۔ کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہونگے۔ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَیُؤَیِّدُ هٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْکَافِرِ (بخاری جلد اوّل ص۴۳)

حضرت نے ابوہریرۃ کو قوت حافظہ عطا فرمائی

حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا - کہ تم لوگ کہتے ہو - کہ ابوہریرۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں بہت بیان کرتا ہے - خدا تعالیٰ ہمارے وعدہ کی جگہ ہے - کہ وہاں سچ اور جھوٹ کا پتہ چلے گا - (خود کثرت روایت کی وجہ بیان فرماتے ہیں) کہ مہاجر بھائی بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول تھے اور انصار بھائی کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول - اور میں ایک مسکین آدمی تھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لازم رہتا تھا - جو کچھ مل جاتا - پیٹ بھر لیتا - ایک دن سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَنْ يَبْسُطَ اَحَدٌ مِنْكُمْ ثَوْبَهٗ حَتّٰى اَقْضِىَ مَقَالَتِىْ هٰذِهٖ ثُمَّ يَجْمَعُهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ فَيَنْسٰى مِنْ مَقَالَتِىْ شَيْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَةً لَيْسَ عَلَىَّ ثَوْبٌ غَيْرُهَا حَتّٰى قَضَى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهٗ ثُمَّ جَمَعْتُهَا اِلٰى صَدْرِىْ فَوَالَّذِىْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِيْتُ مِنْ مَقَالَتِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِىْ هٰذَا رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

ہرگز نہیں فراخ کرے گا اور نہ کھولے گا ایک تم میں اپنے کپڑے کو یہانتک کہ میں پورا کروں اپنی اس بات کو پھر جمع کرے - اس کو اپنے سینے کی طرف پس بھول جائے میری حدیث سے کسی شئی کو کبھی پس میں نے گودڑی بچھادی کہ میرے بدن پر اس کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا یہاں تک پورا کیا نبی پاک نے اپنا مقالہ یعنی دعا جو پڑھی تھی - پھر میں نے اس کو جمع کیا طرف اپنے سینے کے پس قسم ہے اس ذات کی جس نے حضور کو بھیجا ہے - ساتھ حق نہیں بھولا - میں حضور کی حدیثوں کو جو میں نے سُنی ہیں - آج تک -

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا - کہ سلطان دارین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قوت حافظہ کی نعمت ایسی عنایت فرمائی - کہ جو حدیث ایک دفعہ

سُنّی وہ پھر قوت حافظہ سے نکلی نہیں۔

تئیسواں وعظ

پانچویں تقریر

سلطان دارین کونین کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت تمام جہان کے لئے۔

آیت پاک سے قطعی طور ثابت ہُوا۔ کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے۔ جب آپ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔ تو خواہ مخواہ آپ سارے جہان کے لئے نعمت ہیں مسلمانو! غور و تأمل کا مقام ہے۔ کہ سارے عالم کا خالق و مالک جل مجدہ تو فرمائے کہ میرا محبوب تمام جہان کے لئے رحمت ہیں۔ خواہ فرشتے ہوں یا انسان خواہ جن ہوں یا حیوان خواہ سُنّی ہوں یا وہابی۔ مگر کاش کہ چودھویں صدی کا موحد وہابی نجدی انکار کرتا ہے۔ کہ حضور نعمت نہیں ہیں۔ اور نہ کچھ دے سکتے ہیں نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ حالانکہ سرکار کی نعمت سارے جہان میں جاری و ساری ہے اور سارا جہان آپ ہی کے خوان نعمت سے سرفراز ہے۔

حضور دافع البلا ہیں آیت نے بتا دیا کہ حبیب خدا سارے جہان کے لئے رحمت ہیں۔ اور رحمت کی نقیض زحمت و عذاب ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک نقیض کے پائے جانے سے دوسری نقیض کا ارتفاع ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا رحمت کے پائے جانے سے زحمت اُٹھ جائے گی

اور دفع ہو جائے گی۔ پس آقائے دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم رحمت عالم ہیں۔ تو بالیقین دافع زحمت بھی ہیں۔

الحمد للہ۔ نص صریح سے ثابت ہوا۔ کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم دافع البلا ہیں۔ وہابیو غیض و غضب سے مر جاؤ۔ اگر سرکار کو نعمت دینے والا نہیں سمجھتے۔ تو چاہیئے کہ اس خدائی جہان سے باہر نکل جاؤ۔ اور کسی اور جہان میں گزارا کرو۔ نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (پارہ ۹ ۔ سورۃ انفال)

اللہ کی یہ شان نہیں کہ ان (کافروں) کو عذاب دے حالانکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔

مسلمانو! سنا ہے تمہارا خدا کیا فرماتا ہے۔ دھیان کرو۔ وہ دونوں جہانوں کا مالک و خالق ارشاد فرماتا ہے۔ کہ میرا حبیب (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کفّار کے لئے دافع بلا ہیں۔ تو بالضرور مسلمانوں کے لئے دافع بلا ہیں۔ اللہ تعالے فرماتا ہے۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم مؤمنوں کے لئے بڑے ہی مہربان و رحیم ہیں۔

نیز اللہ تعالے فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پارہ ۵ سورۃ النساء)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگے ان کے لئے رسول تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے

حضرات! وہ قادر ذات جل مجدہ و تعالیٰ اس بات پر بھی قادر تھا۔ کہ خود ہی بغیر حاضر ہونے دربار مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم میں گنہ گاروں کے گناہ بخش دیتا۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ بلکہ حکم دیا۔ کہ میرے محبوب کے دربار میں حاضر ہو کر توبہ

استغفار کرو۔ تب تمہاری توبہ قبول ہوگی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کی حاضری توبہ کے قبول ہونے کا سبب ہے۔ اُمید ہے کہ اتنی بات وہابی مانتے ہوں گے۔ مگر اب ذرا اس میں تدبّر کرو۔ اور تأمّل سے کام لو۔ کہ جب توبہ قبول ہوگی۔ تو کیا ہوگا یہی کہ عذاب الٰہی دفع ہوگا۔ عذاب الٰہی ایک بڑی مصیبت اور بلا ہے۔ جب حضور کی حاضری میں توبہ ہوتی ہے۔ تو بالضرور اس حاضری میں بلا دفع ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے فضل سے دافع البلا ہیں

کتب سابقہ کی شہادت کہ حبیب خدا دافع بلا ہیں

حضرت عبداللہ بن سلام جو یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور اشراف اور علمائے یہود سے تھے۔ جب حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ تو اسی روز حضرت عبداللہ اسلام سے مشرف ہوئے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ میں تجھے اس خدا کی قسم دلاتا ہوں۔ جس نے توراتِ شریف نازل فرمائی۔ کیا تو اپنی کتاب میں میری صفت پاتا ہے۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ ہاں یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب توراتِ شریف میں آپ کی یوں صفت بیان فرمائی۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا (الی قوله) لَنْ يَّقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيَفْتَحُ بِهٖ اَعْيُنًا عُمْيًا وَّاٰذَانًا صُمًّا وَّقُلُوْبًا غُلْفًا	اے نبی بیشک ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا اللہ تعالیٰ اس نبی کو نہ اٹھائے گا۔ یہاں تک کہ اس کے سبب ٹیڑھے دین کو سیدھا کر دے یہاں تک کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں۔ اور اس نبی کے واسطے سے کھولتا ہے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل ۞

بخاری جلد دوم ص۱۷۔ مدارج جلد اوّل ص۱۲۱۔ شفا جلد اوّل ص۱۵)

مسلمانو! سچ بتاؤ۔ جس ذات مقدسہ کے ذریعہ سے اندھی آنکھیں بہرے کان اور ڈھکے دل کھل جائیں۔ بھلا وہ دافع بلا نہیں ہے۔ ضرور ہے ولکن الوھابیۃ قوم لا یشعرون۔

اور سنیئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دافع البلا ہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ

(پارہ ۹۔ سورت اعراف)

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑھے کی جسے لکھا پائیں گے، اپنے توریت و انجیل میں وہ انہیں حکم دے گا۔ بھلائی کا اور روکے گا، برائی سے اور حلال کرے گا ان کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کرے گا، ان پر گندی چیزیں اور اتارے گا، ان پر سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو ان پر تھے۔

مسلمانو! اس مبارک آیت نے ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی ایک یہ تعریف فرمائی۔ کہ وہ خدا کا پیارا اپنی امت کا متوالا ہماری پشتوں سے بھاری بوجھ اتارتے ہیں اور ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دیتے ہیں مسلمانوں انصاف سے کہنا کیا بھاری بوجھ اتارنا اور تکلیفوں کے طوقوں کو کاٹ دینا کیا یہ دفع بلا نہیں ہے۔ ضرور ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دافع بلا ہیں۔

حضور اپنی امت کو پاک فرماتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں

سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ

والسّلام نے بارگاہِ خدا میں عرض کی:-

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (پارہ ۱ - سورت بقر)

اے رب ہمارے اور ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ ان پر تیری آیتیں پڑھے اور انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور وہ پیغمبر انہیں گناہوں سے پاک کردے۔ بیشک تو ہی غالب حکمت والا۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کی نظروں میں ہمارے آقا و مولا جناب محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنی اُمّت کو پاک فرماتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین ۝

ربّ کریم کی شہادت کو اس کا حبیب لبیب اُمّت کو پاک کرتے ہیں اور علم عطا فرماتے ہیں۔

كَمَا اَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ (پارہ ۲ سورت بقر)

جس طرح بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تمہیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمہیں پاکیزہ بناتا اور تمہیں قرآن و علم سکھاتا اور ان باتوں کا تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

دوسری شہادت:-

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انہیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے۔

قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ٥ (پارہ ۴)

اُنہیں قرآن و حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کھلی گمراہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تیسری شہادت:۔

هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیۡهِمۡ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَاِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ٥ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِهِمۡ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ٥ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ٥ (پارہ ۲۸ - سورۃ جمعہ)

اللہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر آیات الٰہی پڑھتا اور انہیں ستھرا کرتا اور انہیں کتاب و حقایق کا علم بخشتا ہے، اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے، نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا ان کی جنس کے اور لوگوں کو جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرات! یہ تینوں خدائی شہادتیں کیسی عمدہ پیرایہ میں شہادت دے رہی ہیں۔ کہ محبوب خدا سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کو گناہوں سے پاک ستھرا کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں۔ تیسری آیت مبارکہ نے اتنا اور زیادہ بیان فرمایا۔ کہ سلطان دارین کا علم عطا فرمانا، گناہوں سے پاک ستھرا کرنا صرف صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ قیامت تک کے مسلمان حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نعمتوں سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ اب بھی وہابی یہ بکے کہ حضور کچھ نہیں دے سکتے۔ اور نہ کچھ کر سکتے۔ تو یہ اُس کی قساوت قلبی اور بدبختی ہے۔

آخرین سے کیا مُراد ہے

اس مؤخر الذکر آیت مبارکہ میں وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡهُمۡ سے کون لوگ مُراد ہیں۔ قاضی بیضاوی علیہ رحمۃ الباری

لکھتے ہیں۔ هُمُ الَّذِیْنَ جَآءُ وْا بَعْدَ الصَّحَابَةِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی یہ دوسرے جن کو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم علم سے بھرپور کرتے اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ صحابہ کے بعد تمام مسلمان ہیں جو قیامت تک آنے والے ہیں۔

سرکار اعظم اپنی امّت کے پشت و پناہ ہیں

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور پُرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صفت تورات میں اس طرح ہے۔

یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ حِرْزًا لِّلْاُمِّیِّیْنَ (الیٰ قولہ تعالیٰ) یَعْفُوْ وَ یَغْفِرُ (بخاری جلد دوم ص ٧١٧ مدارج جلد اوّل ص ١٢١)

اے نبی بیشک ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اَن پڑھوں کے لیے پناہ معاف کرتا ہے، اور بخش دیتا ہے۔

محقق حضرت مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :۔

وی صلّی اللہ علیہ وسلّم پشت و پناہ تمامہ عالم است تخصیص بعرب بجہت بعثت وی در ایشاں وقرب ایشاں از وے باشد و یا بجہت بعثت وی در ایشاں وقرب ایشاں از وے باشد و یا بجہت غلو وانہماک ایں قوم در جہل وقساوت وبُعد از مقام علم وہدایت وحرز موضع حصین راگویند کہ نگاہ دارد از آفات ومراد ازاں حفظ وتحصین ایشاں است۔ از آفات نفس وغوائل شیطان (مدارج جلد اوّل ص ١٢١)

حضرات اہلِ سنّت! مقام غور ہے کہ حرز رب العزۃ جل وعلا کی صفتوں سے ایک صفت ہے۔ حدیث پاک میں ہے یَا حِرْزَ الضُّعَفَآءِ یَا کَنْزَ الْفُقَرَآءِ علامہ زرقانی شرح مواحب شریفہ میں فرماتے ہیں۔ جَعَلَهٗ نَفْسَهٗ حِرْزًا

مُبَالِغَةً لِحِفْظِہٖ لَهُمْ فِی الدَّارَیْنِ یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو پناہ دینے والے ہیں۔ مگر رب العزت جل وعلا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بطور مبالغہ خود پناہ فرمایا۔ جیسے عادل کو عادل اور عالم کو علم کہتے ہیں۔ اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا وآخرت میں اپنی اُمت کے حافظ اور نگہبان ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

مسلمانو! چودہویں صدی کے وہابی تو اس کو شرک کہتے ہیں۔ مگر توریت شریف وآسمانی کتاب ہے۔ اور اللہ کی کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک کو پشت وپناہ عالم بتاتی ہے۔ گویا کہ ان بے دینوں کے زعم کے مطابق آسمانی اور ربانی کتابیں بھی شرک کی تعلیم دیتی ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ هٰذِہِ الْعَقِیْدَۃِ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں۔ کہ توریت کے چوتھے سفر میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا

اِنَّ هَاجَرَ تَلِدُ وَیَکُوْنُ مِنْ وُّلْدِهَا مَنْ یَّدُہٗ فَوْقَ الْجَمِیْعِ مَبْسُوْطَۃٌ اِلَیْهِ بِالْخُشُوْعِ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۶۵)

البتہ ہاجرہ کی اولاد ہو گی اور اس کی اولاد میں وہ شخص ہو گا جس کا ہاتھ سب کے ہاتھ سے بالاتر ہو گا اور سب کے ہاتھ اس کی طرف عاجزی سے دراز ہوں گے۔

شاہ صاحب آگے لکھتے ہیں۔ کہ ظاہر ہے کہ حضرت ہاجرہ کی اولاد میں اس قسم کا شخص کہ جس کے ہاتھ سب سے بالاتر ہوں اور جملہ اہل عصر اس کے سامنے عاجزی سے جھکیں سوائے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی وقت

کوئی نہیں ہوا۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص۲۶۵)

حضرات! اس ربّانی کلام سے ثابت ہے۔ کہ رب العزۃ جل و علا نے اپنے حبیب کریم رؤف رحیم کو ایسا داتا اور سلطان دارین بنایا کہ تمام مخلوق کے ہاتھ اس کی بارگاہ کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے درِ اقدس سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ اسی لیے حضرت محقق علے الاطلاق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کار ہمہ بدست ہمت و کرامت اوست ہر چہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمُ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری　　بدرگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

مگر بے دین نجدی نہ قرآن مبارک کو مانتا ہے اور نہ ہی آسمانی کتب توریت شریف کو تسلیم کرتا ہے۔ بس یہی رٹ لگاتا ہے کہ رسول پاک کسی کو کچھ نہیں دے سکتے۔ خدائے قدوس نے سچ فرمایا وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ؕ

چوبیسواں وعظ

چھٹی تقریر

سلطان دارین کونین کی نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔

حضور ہمارے گناہ بخشتے ہیں

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب خیبر کو چلے، رات کا سفر تھا۔ قوم میں سے ایک صاحب نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ اے عامر

ہمیں کچھ اپنے اشعار نہیں سُناتے، اور حضرت عامر شاعر تھے۔ پس آپ سواری سے اُترے، اور قوم کو یہ شعر پڑھ کر سُنانے لگے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اھْتَدَیْنَا — اللہ گواہ ہے یا رسول اللہ اگر آپ نہ ہوتے ہم ہدایت نہ پاتے۔

وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا — ہم نہ زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے

فَاغْفِرْ فِدَآءً لَّکَ مَا اَبْقَیْنَا — بخش دیجئے ہم حضور پر قربان جو ہمارے رہ گئے ہیں۔

وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَیْنَا — جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو ہمیں ثابت قدم رکھیں۔

وَاَلْقِیَنْ سَکِیْنَۃً عَلَیْنَا — اور ہم پر حضور سکینہ اتاریں۔

اِنَّا اِذَا صِیْحَ بِنَا اَبَیْنَا — بیشک جب ہم بلائے جائیں ناحق کی کی طرف تو انکار کریں۔

وَبِالصِّیَاحِ عَوَّلُوْا عَلَیْنَا — اور غل مچا کر ہم پر مدد طلب کی ہے۔

سرکار اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ اشعار سماع فرما کر فرمایا:۔

مَنْ ھٰذَا السَّابِقُ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ الْاَکْوَعِ قَالَ یَرْحَمُہُ اللّٰہُ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ وَجَبَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ لَوْلَا اَمْتَعْتَنَا بِہٖ (بخاری جلد دوم صـ۶۰۲ـ مسلم جلد دوم صـ۱۱۱ـ) — یہ کون اُونٹوں کو چلانے والا ہے۔ صحابہ نے عرض کی۔ عامر بن اکوع حضور نے فرمایا اللہ اس پر رحمت کرے۔ حاضرین میں سے ایک شخص یعنی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ (آپ کی دعا سے عامر کے لئے) شہادت واجب ہو گئی۔ حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا۔ یعنی آپ ان کے لئے دُعا کو ذرا مؤخّر فرماتے تو ہم ان سے نفع حاصل کرتے۔

حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا کہ ان کے لئے شہادت واجب ہو گئی۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے۔ کہ جب کسی کے لئے دُعا رحمت

اور استغفار فرماتے تو وہ شہید ہو جاتا تھا (توشیح حاشیہ بخاری ص۶۰۳ اور مسلم جلد دوم ص۱۱۵) چنانچہ اس جنگ میں حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درجہ شہادت حاصل کیا۔

حضرات! اس حدیث پاک کے فوائد بیان کے قبل حدیث کی تھوڑی سی تشریح سن لیجئے۔ علامہ قسطلانی شارح بخاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:۔

(فَاغْفِرْ فِدَاءً لَّكَ) وَالْمُخَاطَبُ بِذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْ اِغْفِرْ لَنَا تَقْصِيْرَنَا فِيْ حَقِّكَ وَنَصْرِكَ اِذْ لَا يَتَصَوَّرُ اَنْ يُّقَالَ مِثْلُ هٰذَا الْكَلَامِ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَوْلُهُ اَللّٰهُمَّ لَمْ يَقْصُدْ بِهَا الدُّعَاءَ وَاِنَّمَا اُفْتُتِحَ بِهَا الْكَلَامُ (حاشیہ بخاری ص۶۰۳)

ان اشعار میں مخاطب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے ہوئے حضور معاف فرما دیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ایسی کلام سے خطاب کرنا متصور نہیں ہو سکتا رہا یہ کہ ان کا قول اَللّٰهُمَّ اس سے مقصود اللہ جل وعلا کو پکارنا نہیں۔ بلکہ اس کے نام سے ابتدائے کلام ہے۔

نیز صحیح مسلم ص۱۱۵ کی روایت میں ایک یہ مصرعہ بھی ہے۔ نَحْنُ عَنْ فَضْلِكَ مَا اسْتَغْنَيْنَا یعنی ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مبارک حدیث کے چار نورانی فائدے:۔

(۱) یارسول اللہ ہمارے گناہ بخش دیجئے۔ (۲) یارسول اللہ ہم پر سکینہ اتاریئے (۳) یارسول اللہ ہمیں ثابت قدم رکھئے۔ (۴) یارسول اللہ ہم حضور کے فضل کے محتاج ہیں۔ نجدیو! تم کیوں کہتے ہو کہ حضور کچھ نہیں دے سکتے اور ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ صحابی رسول تو سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو گناہ بخشنے والا اور سکینہ نازل فرمانے والا اور ثابت قدم

رکھنے والا فرما رہا ہے۔ اور اپنے آپ کو حضور کے فضل کی طرف محتاج کر رہا ہے۔ پھر یہ کیسے یا تم سچے یا حضور کا صحابی سچا۔ مگر بالیقین صحابی سچا ہے۔ جھوٹے ہو تو تم وہابی۔

اللہ و رسول کی طرف توبہ کرنا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک تکیہ خریدا جس میں تصویریں تھیں۔

فَلَمَّا رَاٰهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَی الْبَابِ فَلَمْ یَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْهِهِ الْكَرَاهِیَةَ قَالَتْ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ وَاِلٰی رَسُوْلِهٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ الحدیث رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۳۸۵)

جبکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ پس اندر داخل نہ ہوتے۔ پس میں نے آپ کے چہرۂ اقدس میں ناراضگی کا معلوم کیا تو عرض کی یا رسول اللہ میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں۔ میں نے کیا گناہ کیا۔

حضرات! جبکہ اللہ تعالیٰ کا سچا رسول کچھ نہیں دے سکتے اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں۔ تو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیوں رسول پاک کی طرف توبہ کی۔ معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گناہوں کے بخشانے کا وسیلہ عظمیٰ ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

حضور کفر مٹاتے ہیں

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْكُفْرَ

بیشک میرے متعدد نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں یعنی کفر و شرک مٹانے والا کہ اللہ تعالیٰ

وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیَّ رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۵۱۵)

میرے ذریعہ سے کفر مٹاتا ہے میں حاشر ہوں یعنی مخلوق کو حشر دینے والا ہوں کہ میرے قدموں پر تمام لوگوں کا حشر ہوگا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات اہلِ سُنّت! تمہارا اور ہمارا مولا و آقا صلی اللہ علیہ وسلم کفر و شرک کو مٹاتے ہیں۔ مگر وہابیہ آن پڑھ کہتے ہیں۔ کہ رسول پاک کچھ نہیں کر سکتے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

نیز یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ تمام بلاؤں سے بڑی بلا کفر ہے۔ تو جو اللہ کا حبیب کفر مٹاتا ہے۔ اور شرک کو دفع فرماتا ہے۔ وہ دافع البلاء نہ ہوا تو کیا ہوا۔ ضرور بالضرور ہمارے رسولِ معظم باذنہ تعالیٰ دافع البلاء ہیں۔ لٰکِنَّ الْوَھَابِیَّۃَ قَوْمٌ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

حدیث پاک کے لفظ حاشر نے جان وہابیت کو جلا کر راکھ بنا دیا۔

وہابیو! اللہ تعالیٰ کا پیارا حبیب یہ کیا فرما رہے کہ میں حاشر ہوں یعنی مَیں حشر دینے والا ہوں۔ اپنے قدموں پر تمام لوگوں کو حشر دوں گا۔ تم نے تو قرآن مجید سے یہ سُنا ہوگا۔ کہ حشر کرنا نشر کرنا خدا کی شان ہے۔ یہاں بھی تم یہی کہوگے کہ نبی نے اپنے آپ کو خدا کی شان میں ملا دیا۔ تو کیا تمہارا ایمان سلامت رہے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں نے ابھی تک شان خدا کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہیں۔ تو خدا کی بعض شانیں ضرور نبی کی شان ہیں۔ کیونکہ موجبہ کلیہ کو اس کا عکس موجبہ جزئیہ لازم ہے۔ ہاں وہ شان جس سے خُدائی لازم آئے نبی کے لئے نہیں ہو سکتی۔ مگر دفع بلا یا سماع ندا یا فریاد کو پہنچنا یا مراد کا دینا وغیرہ اُمور کہ عطائے رحمانی اور وساطت فیض ربّانی سے مانے جاتے ہیں۔ لازم الوہیت نہیں۔ وَلٰکِنْ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوْرًا مَالَہٗ مِنْ نُوْرٍ۔

حضورؐ دنیا و آخرت میں مؤمنوں کے مددگار ہیں

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ اِلَّا اَنَا اَوْلٰی بِهٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اِقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فَاَیُّمَا مُؤْمِنٍ مَّاتَ وَتَرَكَ مَالًا فَلْیَرِثْهُ عَصَبَتُهٗ مَنْ كَانُوْا وَمَنْ تَرَكَ دَیْنًا اَوْ ضِیَاعًا فَلْیَأْتِنِیْ فَاَنَا مَوْلَاهُ

(بخاری جلد اول صـ۳۲۳ - جلد دوم صـ۸۰۵ مسلم جلد دوم صـ۳۶)

کوئی مومن ایسا نہیں کہ میں دنیا و آخرت میں اس کا والی نہ ہوں اگر چاہو تو یہ آیہ کریمہ پڑھو کہ نبی زیادہ والی ہے مؤمنوں کا ان کی جانوں سے - پس جو مؤمن مرجائے اور مال چھوڑ جائے تو اس مال کے وارث اس کے حصّے دار ہونگے جو بھی ہوں، جو شخص قرض یا بیکس بچّے چھوڑ جائے - وہ میری پناہ میں آئے - پس میں اس کا مولے ہوں -

امام حسین عمدۃ القاری میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں - اَلْمَوْلٰی النَّاصِرُ یعنی مولا بمعنی مددگار ہیں - مدارج میں ہے کہ انما ولیکم اللہ و رسولہ اور حضور نے فرمایا انا ولی کل مومن اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہ اینجا محب وناصر است (مدارج اوّل صـ۲۱۲)

الحمد للہ ہمارے آقاء و مولا صلی اللہ علیہ وسلّم ہر مؤمن کے مددگار ہیں - صرف دنیا ہی میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی صرف ظاہری حیات میں فقط مددگار نہیں - بلکہ بعد از وصال بھی مددگار ہیں - حدیث پاک سے یہی کچھ مفہوم ہوتا ہے - مگر وہابی بتائیں کہ وہ مؤمن ہیں یا نہیں - اگر ہیں تو ہر مؤمن کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم مددگار ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، تو وہابی یہ نعمت عظمیٰ کیوں قبول نہیں کرتے - اگر وہ مؤمن نہیں تو وہ ٹھیک

کہتے ہیں۔ کہ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم مددگار نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ ایمان داروں کے مددگار ہیں۔ بے ایمانوں کی مدد نہیں فرماتے۔ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ٥

آخری فیصلہ دیوبندیوں کے پیرو مُرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے :-

حضرات اہلِ سنّت! وہابی نجدی اپنے وعظوں اور تقریروں میں بیان کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کسی غیر خواہ وہ نبی ہو یا ولی، غوث ہو قطب ہو۔ مدد لینا حرام ہے اور کسی نبی اور ولی کو مشکل کشا کہنا شرک اکبر ہے۔ اور بے موقعہ آیات مبارکہ پڑھ کر عوام النّاس کو دھوکہ دیتے ہیں۔ قرآن و حدیث تو اس مسئلہ سے مالا مال ہیں۔ اور ہم نے سُنّی بھائیوں کے لئے قرآن و حدیث سے اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔ مگر دیوبندی وہابی کو قرآن و حدیث کی قدر۔ لہٰذا ہم ان کے پیرو مرشد حضرت مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں۔ کہ نبی اور ولی مدد فرماتے ہیں۔ اور وہ بعونہ تعالیٰ مشکل کشا ہوتے ہیں۔ آپ ذرا غور سے سُنتے جائیں۔

علی مشکل کشا ہیں

دُور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے اب
کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب
ہادیٔ عالم علی مشکل کے واسطے
(ارشاد مرشد ص۱۳)

حضور مشکل کُشا ہیں

اے رسولِ کبریا فریاد ہے ٭ یا محمّد مصطفےٰ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل ٭ اے میرے مشکل کشا فریاد ہے
(مناجات ص۲۲)

دیوبندی وہابی نبی اور ولی سے مدد طلب کرنا۔ اور ان سے فریاد چاہنا اور مصائب میں ان کو دُور سے پکارنا کفر و شرک خیال کرتے ہیں۔ اب ان کے شرک کو تھوڑا سا سرکاؤ۔ کچھ اُوپر کے اشعار سے یہ شرک سرک گیا ہے اور

کچھ ان اشعار سے سرک جائے گا۔ اور نبی ولی سے مدد طلب کرنا فریاد چاہنا اور مصائب میں ان کو پکارنا خالص ایمان باقی رہ جائے گا۔ سنیئے:-

حضورؐ کو مصائب میں پکارنا

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر — میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ
اگرچہ ہوں نہ لائق ان کے پر امید ہے تم سے — کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یا رسول اللہ
خدا کیواسطے رحمت کے پانی سے مرے آ کر — تپ ہجراں کی آتش کو بجھاؤ یا رسول اللہ
پھنسا کر اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ (گلزار معرفت) ص ۵۰۲

دیوبندی وہابیوں سے سوال

وہابیو! تم جو منبروں پر عوام کو مغالطہ دینے کے لئے یہ آیتیں پڑھتے ہو:-

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ اور وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۰ (پارہ ۲۶۔ سورت احقاف) اور قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا أَوْ أَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۰ (پارہ ۲۶ سورت احقاف) اور وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۰ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ أَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۰ (پارہ ۱۴ سورت نحل) اور وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ط (پارہ ۲۳ سورۃ زمر) اور وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ إِلَّا هُوَ ط وَإِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ
(پارہ ۷ سورت انعام)

تو پھر تمہارا مرشد رسول پاک کو کیوں مشکل کشا اور اپنا مددگار رہنا ہے اور ان سے اپنی کشتی کیوں پار لگاتا ہے۔ تمہارے عقیدے کے مطابق تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ مشرک ثابت ہوتے ہیں۔

پھر وہابی حضرت شیخ محی الدین عربی رحمۃ علیہ کی اس کلام کا کیا جواب دیں گے۔ جو آپ فرماتے ہیں:۔

فھو ممد بجمیع الناس اولا و آخر فھو ممد بکل نبی و ولی سابق علی ظھورہ حال کونہ فی الغیب و ممد ایضا لکل ولی لاحق بہ فیوصلہ بذلک الامداد الی مرتبۃ کمالہ فی حال کونہ موجوداً فی عالم الشھادۃ وفی حال کونہ منتقلا الی الغیب الذی ھو البرزخ والدار الآخرۃ فان انوار رسالتہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر منقطعۃ عن العالم من المتقدمین والمتاخرین۔ (الیواقیت الجواہر ص۲ جلد دوم)

خلاصہ مطلب یہ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں اور نبیوں اور ولیوں کے عالم شہادت۔ برزخ و آخرت میں مددگار رہیں۔ کیونکہ آپ کی رسالت کے انوار تمام عالم میں چمکتے ہیں۔

حضرات! وہابی بے بصر بدزبان کہتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی قدرت نہیں، کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی قدرت رکھتے ہیں اپنی جان تک کے نفع و نقصان کے مالک نہیں دوسروں کا تو کیا کر سکیں۔ اللہ کے یہاں کا معاملہ ان کے اختیار سے باہر ہے وہاں کسی کی حمایت نہیں کر سکتے۔ کسی کے وکیل نہیں بن سکتے۔ مگر ان اندھوں کو کون سمجھائے کہ قرآن کی روشنی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وہ خداداد طاقت رکھتے ہیں۔ کہ انسانوں کا کفر دور کرتے ہیں۔ انہیں ایمان جیسی دولت عطا فرماتے ہیں۔ اب ذرا گوش ہوش سے سنیئے قرآن فرماتا ہے:۔

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ — یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اُتاری

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ٥ (پارہ ۱۳ع سورت ابراہیم)	تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف ان کے رب کی اجازت سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ پارہ ۱۳ع سورت ابراہیم)	بے شک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف

حضرات اہلِ سُنّت! یہ اندھیریاں اور نُور سے کیا مراد ہیں۔ اندھیریاں کفر وضلالات ہیں، اور نور ایمان اور ہدایات ہیں۔ اہل سُنّت کے نزدیک ایمان و کفر میں واسطہ اور منزلہ نہیں۔ کفر سے نکالنا ایمان میں داخل کرنا ہے۔ قرآن عزیز صاف ارشاد فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السّلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی عطا فرمائی اور اس اُمّت مرحومہ کو مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کفر سے چھڑاتے ہیں اور ایمان عطا فرماتے ہیں اگر انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو اس کام کی طاقت نہ ہوتی تو رب العزّۃ جل وعلا کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکالنا تو معاذ اللہ تکلیف مالایطاق ہوتا۔ جو عند العقل اور شرع مطہر محال ہے۔ الحاصل ثابت ہُوا کہ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام ایمان کی دولت جو سب دولتوں سے ارفع وبالا ہے۔ اپنے نیازمندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ مگر اندھے نجدی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السّلام کچھ نہیں دے سکتے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ۔

وہابیوں کا اعتراض وہابی عطائے رسول کے انکار پر فوراً یہ آیت پڑھ دیتے ہیں۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی آپ ہدایت و ایمان نہیں دے سکتے۔

جواب وہابی بعض کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور

یہی یہودیوں کا کام ہے۔ رب قہار فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔ ان بے بصروں اندھوں کو اتنا معلوم نہیں کہ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ میں عطائے ذاتی کی نفی ہے۔ جو خاصہ خدا ہے۔ یہ کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ ہر شئی یہانتک کہ ایک ٹیڈی پیسہ بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا اور ایک عطا باذن اللہ ہے۔ لہذا عطائے باذن اللہ کی نفی اس آیت میں نہیں ہے اور ہماری پیش کردہ آیات کریمہ میں عطائے باذن اللہ کا ثبوت ہے۔ اسی فرق کو نہ جاننے سے وہابی گمراہ ہوگئے۔

وہابی اسلام کی شان و شوکت کو ختم کر رہے ہیں

حضرات اہل سنت اہر مذہب و ملت والے اپنے مذہب کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اس کے بانی کی شان و شوکت بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ہندو کہتے ہیں۔ کہ میرا دھرم بہت اچھا ہے۔ اور ہمارے راجچندر وہ قوت رکھتا ہے کہ سیتا سے شادی کرنے کے لئے ایک کمان کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ عیسائی بھی کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مذہب بہت عمدہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مذہب کے بانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ شان تھی۔ کہ مردوں کو زندہ کر کے اپنا کلمہ پڑھاتے تھے۔ یہودی کہتے ہیں۔ کہ ہمارا مذہب خوب ہے۔ کیونکہ ہمارے مذہب کے پیشوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ طاقت تھی۔ کہ پتھر پر اپنا عصا مار کر چشمے جاری کر دیئے۔ مگر وہابی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے نبی تو بندۂ مجبور تھے۔ وہ کچھ نہ کر سکتے تھے۔ اور نہ دے سکتے تھے اور ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔ اب غور کرو۔ کہ ان وہابی ظالموں نے اسلام کی شان و شوکت ختم نہیں کر دی۔ غیر مسلم یہ سن کر صرف یہ کہہ دیں گے۔ کہ ایسے اسلام کی ہم کو ضرورت ہی نہیں جس کے بانی اتنا مجبور اور بے بس ہے۔ کہ وہ کر نہیں سکتا، کچھ دے نہیں سکتا۔ اس کے چاہنے سے کچھ ہوتا نہیں۔ البتہ اہل سنت غیر مسلم کو

یوں جواب دے سکتا ہے۔ کہ اے ہندیو! اگر رام چندر نے ایک بھاری کمان کو توڑ ڈالا۔ تو ہمارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد قدرت ملاحظہ کرو۔ کہ آپ نے زمین پر کھڑے ہو کر آسمانی چاند کو توڑ کر دو ٹکڑے کر کے دکھا دیا۔ اور اے عیسائیو! اگر عیسیٰ علیہ السّلام نے مُردوں کو زندہ کر کے کلمہ پڑھوایا ہے۔ تو خدا کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنی خداداد طاقت سے جنگل کے درختوں اور کنکروں سے اپنا کلمہ پڑھوایا۔ استن حنانہ جو ایک خشک لکڑی تھی۔ زندہ فرمایا اور کلام کرنے لگا۔ دیکھو بخاری شریف۔ اور اے یہودیو! اگرچہ موسیٰ علیہ السّلام نے اپنا عصا مار کر پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کر دیئے۔ تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان خداداد ملاحظہ کرو۔ کہ جنہوں نے اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرما دیئے۔ الغرض اسلام کی شان وشوکت دکھانے کے لئے بانیٔ اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان وشوکت بیان از حد ضروری ہے۔ کاش وہابیوں نے اس زرّیں اُصول کو اپنی حماقت سے نہ سمجھا۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ؕ

پچیسواں وعظ

پہلی تقریر

حبیب کبریا باذن اللہ کونین کے مالک ومختار ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿پارہ ۳۰﴾ — ہم نے اپنے محبوب کو کوثر سے سرفراز فرمایا۔

حضرات اہل سُنّت! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم تمام آدم علیہ السّلام

اور اولاد آدم کے رُوحانی باپ ہیں جیسا کہ آدم علیٰ نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سب کے جسمانی باپ ہیں۔ شیخ تقی الدین بن ابی منصور علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

فَهُوَ اَبُو الرُّوحَانِيَّةِ كُلِّهَا كَمَا كَانَ اٰدَمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبَا الْجِسْمَانِيَّاتِ كُلِّهَا (الیواقیت والجواہر حصہ دوم ص۱۸)

حضور صلی اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سب کے رُوحانی باپ ہیں جیسا کہ آدم علیہ السّلام سب کے جسمانی باپ ہیں۔

ایسا ہی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم تمام جہان میں سب مخلوق انبیاء غیر انبیا کے بادشاہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور نائب اعظم ہیں۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيُّ الْاَنْبِيَاءِ فَهُوَ كَسُلْطَانِ الْاَعْظَمِ وَجَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ كَاُمَرَاءِ الْعَسَاكِرِ (الیواقیت والجواہر جلد دوم ص۳۹)

بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم انبیاء کے نبی ہیں، پس وہ سلطان اعظم کی طرح ہیں۔ اور تمام انبیاء لشکروں کے امیر کی طرح ہیں۔

خداوند کریم نے آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے متعلق فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ط یعنی آدم علیہ السّلام کو میں اپنی زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو زمینِ خدا میں آدم صفی اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام خلیفے اور نائب خدا ہوئے اور خود آدم علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ ہیں شیخ اکبر ابن عربی فتوحات میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ کہ تمام بنی آدم کا میں سردار ہوں اور فخر نہیں اس لئے درست ہے کہ:۔

اِنَّمَا كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ لِاَنَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نُوَّابٌ

بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم تمام بنی آدم کے سردار اس لئے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام حضور صلی اللہ علیہ

لَهٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ اِلَی الرُّسُلِ وَھُوَ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ	وسلّم کے نائب ہیں - آدم علیہ السّلام سے لے کر آخری رسول حضرت عیسیٰ علیہ السّلام تک -

(الیواقیت والجواہر جلد دوم صـ۲۲)

جب زمین خدا میں آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اللّٰہ رب العالمین کے خلیفہ اور نائب ہوئے اور آدم علیہ السّلام حضور پُر نور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے خلیفہ اور نائب ہیں - تو نتیجہ یہی نکلے گا - کہ حضرت محمّد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم زمین خدا میں اللّٰہ رب العزّۃ جلّ وعلا کے خلیفۂ اعظم اور نائب اعظم ہیں -

محقّق علی الاطلاق حضرت عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللّٰہ علیہ کیا خوب فرماتے ہیں :-

وی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم محبوب الٰہی وسرور کائنات ومظہر فیوض نامتناہی اوست جل وعلا وخلیفہ رب العالمین ونائب مالک یوم الدین اوست و مقامے کہ اورا باشد ہیچ یکے را نباشد وجاہے کہ اوراست کسے را نہ بود امروز وفردا روز اوست وحکم حکم او بحکم رب العالمین - (مدارج حصّہ اوّل صـ۳۱۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ اسی لئے اللّٰہ تعالیٰ نے جہاں اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا - وہیں ساتھ ہی اپنے خلیفہ اعظم حضرت محمّد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے - اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اللّٰہ تعالیٰ کی طاعت کرو - اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کرو - پس حضور اقدس صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اللّٰہ رب العالمین کے نائب اعظم ہیں - اور دونوں جہان میں اپنے رب کی عطا سے بادشاہی کرتے ہیں - اور قاعدہ ہے - کہ ہر بادشاہ کا نائب بادشاہ کی اجازت سے خزانوں کا مالک اور ہر سیاہی سفیدی کا مالک ومختار ہوتا ہے - جس کو جو چاہے بخشتا ہے - بلاتشبیہ سرکار دوعالم صلّی

اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے خلیفہ اعظم ہیں۔ رب کے سب خزانوں کے مالک ہیں۔ اور ہر سیاہی وسفیدی کے مختار ہیں۔ افسوس کہ وہابیہ نائب خدا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مِلک واختیار کی نفی کرتے ہیں امام الوہابیہ تقویۃ الایمان میں لکھتا ہے۔ جس کا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک ثم نعوذ باللہ من ذلک! اب ذرا کتاب وسنت سے شہنشاہ دوعالم سلطان دارین صلی اللہ علیہ وسلم کا مِلک واختیار اور مملکت خدا میں سلطنت مصطفیٰ ملاحظہ کیجئے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ — بے شک یا رسول اللہ ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔

(پارہ ۳۰)

کوثر کی تفسیر کوثر کیا ہے اس میں سولہ [۱۶] قول ہیں۔ (۱) نہر جنت میں (۲) حوض کوثر (۳) نبوت (۴) قرآن (۵) اسلام (۶) تیسیر القرآن وتخفیف الشرعیۃ (۷) کثرت اصحاب وامت اور اتباع (۸) رفعت ذکر (۹) نور قلبی (۱۰) شفاعت (۱۱) معجزات (۱۲) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (۱۳) فقاہت فی الدین (۱۴) پانچ نمازیں (۱۵) عظمت (۱۶) دینی ودنیاوی خیر کثیر (صاوی جلد رابع صفحہ ۳۰۶) مگر درحقیقت ان اقوال میں تضاد نہیں ہے کیونکہ آخری معنی دینی ودنیاوی خیر مراد لی جائے۔ تو اس میں نہر۔ حوض کوثر۔ نبوت۔ قرآن وغیرہ سب داخل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب خیر کثیر دنیاوی ودینی کے افراد ہیں۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ھو الخیر الکثیر فقیل لہ ان ناسا یقولون ھو نھر فی الجنۃ فقال ھو من الخیر الکثیر (تفسیر نسفی جلد رابع صفحہ ۳۸۰) ایسا ہی تفسیر ابن کثیر اور درمنثور میں ہے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دینی ودنیاوی کثیر بھلائیاں اپنے محبوب معظم کو عطا فرما دیں۔ اَعْطَیْنَا کے لفظ ماضی سے معلوم ہوا۔ کہ خیر کثیر عطا ہو چکی

ہے۔ اور قبضہ ہوچکا ہے۔ اور حضور اقدس صلّی اللہ علیہ اس خیر کثیر کے مالک بن چکے ہیں۔ جب اللہ کا پیارا محبوب بعطائے الٰہی خیر کثیر کے مالک ہیں۔ تو امام الوہابیہ کیوں کہتا ہے۔ کہ جس کا نام محمّد اور علی ہے۔ وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ اگر کوثر سے مراد فقط ایک ہی چیز ہو تب بھی امام امام الوہابیہ کے قول کی تردید کے لئے کافی وافی ہے۔ کیونکہ اس کا یہ مقولہ کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں۔ سالبہ کلیہ ہے، اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے۔ پس جب سرور کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم صرف ایک چیز ہی کے مالک ہو گئے۔ تو موجبہ جزئیہ صادق آوے گا۔ پس ثابت ہُوا۔ کہ امام الوہابیہ کا یہ مقولہ قرآن پاک کے اس ارشاد کے بالکل مخالف ہے

کوثر کا ماخذ

کوثر کا ماخذ کثرت ہے۔ اور اس کا وزن فَوعَل ہے۔ جو مبالغہ کے لئے استعمال ہوتا۔ جیسا کہ تفسیر مدارک میں ہے،

لہٰذا کوثر ایک تو خود کثرت سے ماخوذ پھر صیغہ مبالغہ کا بھی اس لئے اس کا معنی بہت ہی زیادہ ہوگا۔ اس لئے علّامہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

فَوعَل من الکثرۃ وصف مبالغۃ فی المبالغ الغایۃ فی الکثرۃ۔

(صاوی جلد چہارم ص۳۰۶) سبحان اللہ۔ اللہ رب العزّۃ جلّ وعلانے تمام دنیا کی نعمتوں کو قلیل فرمایا یعنی بہت تھوڑی ہیں۔ مگر جو اپنے محبوب کو عطا فرمایا۔ وہ کثیر نہیں اکثر نہیں بلکہ کوثر ہے نہیں سمجھا تو یوں سمجھو۔ یعنی زیادہ نہیں۔ بہت زیادہ نہیں بلکہ بہت ہی زیادہ ہے۔ ثابت ہُوا کہ ہمارے مولا وآقا کی ملکیت کا دنیا ایک کروڑواں حصّہ بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(۲) اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔

(پارہ ۲۶ سورت فتح)

اس آیت سے ثابت ہُوا۔ کہ رب العزّۃ جلّ وعلانے اپنے محبوب کو فتح دی۔

فتح سے یا تو ملکوں کا فتح کرنا مراد ہے۔ جیسا کہ تفاسیر میں فرمایا گیا ہے۔ اَلْفَتْحُ هُوَ الظَّفَرُ بِالْبِلَادِ عَنْوَةً اَوْ صُلْحًا (تفسیر صاوی جلد چہارم صـ۸۔ تفسیر نسفی جلد رابع صـ۱۵۶) پھر یہ بھی ملاحظہ کرو کہ فَتَحْنَا کا معمول اور مفعول حذف کیا گیا۔ ای البلاد تاکہ تعمیم پر دلالت کرے۔ (تفسیر صاوی جلد چہارم صـ۸) تو معنی یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کے لئے بے شمار ملک اور شہر فتح فرما دیئے۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کے لئے ملک وشہر فتح فرمائیے۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کے لئے ملک وشہر فتح ہوں۔ وہ مفتوحہ ملک اور شہر کا مالک و بادشاہ ہوتا ہے۔ پس ہمارے آقا و مولا اپنے رب کا پیارا ملکوں اور شہروں اور علاقوں کے مالک اور بادشاہ ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ یا فتح کے معنی لغوی کھولنا ہو۔ تو آیت کا مطلب یہ بنے گا۔ اے محبوب ہم نے تمہارے لئے بند دروازے کھول دیئے۔ جنّت کا دروازہ کھول دیا۔ دیدارِ الٰہی کا دروازہ کھول دیا۔ شفاعت کا دروازہ کھول دیا۔ یعنی ہر نعمت کا دروازہ کھول دیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(۳) وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پارہ ۳۰ سورت ضحیٰ)	اے محبوب تم کو تمہارا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اس آیت میں کسی خاص عطائے نعمت کا ذکر نہیں فرمایا۔ کہ کیا نعمت دیں گے اس لئے کہ پتہ چلے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب عطائیں۔ بے شمار ہیں۔ حدو قیاس سے باہر ہیں۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

اَلْمُنَاسِبُ اَنْ يُّبْقٰى عَلٰى عُمُوْمِهٖ لِاَنَّ اِعْطَاءَهٗ حَتّٰى يَرْضٰى لَيْسَ قَاصِرًا عَلَى الْاٰخِرَةِ بَلْ عَامٌّ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِلٰى قوله مِمَّا لَا يَعْلَمُ كُنْهَهٗ	لائق یہ ہے اس کو اپنے عموم پر باقی رکھا جائے۔ اس لئے کہ خدا کی اتنی عطا کہ آپ راضی ہو جائیں۔ آخرت (کی عطاؤں) پر بند نہیں بلکہ عام ہیں۔ دنیا اور آخرت (اتنی) کہ ان کی

سِوَاہُ تعالیٰ (تفسیر صاوی جلد رابع ص۲۷۸) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا

حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث زیر آیت فرماتے ہیں:-

عطایائے الٰہی کہ در حق آنجناب از ابتدائے آفرینش رُوحِ مبارک ایشاں تا انتہائے دخول بہشت واقع شدہ ومیشود و خواہد شد بیرون از حیط قیاس و حد بیان است۔ (تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ ص۲۱۸)

اللہ تعالیٰ کی وہ عطائیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کے حق میں آپ کی رُوحِ مبارک کی پیدائش سے لے کر تا دخولِ جنّت واقع ہوئیں اور ہوتی ہیں اور ہوں گی۔ قیاس و حد کے دائرہ سے باہر ہیں۔

حضرات! جب اللہ تعالیٰ اپنے خزانوں سے بے شمار عطائیں دی ہیں یا دے گا تو کیا آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم ان عطایائے الٰہی کے مالک ہوئے یا ہوں گے یا نہیں۔ بالضرور کہنا پڑے گا۔ کہ آپ مالک ہیں اور ہوں گے بھی تو پھر وہابی یہ شور کیوں مچاتے ہیں۔ کہ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کسی چیز کے مالک و مختار نہیں ولکن الوھابیۃ قوم لا یعلمون۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۴) وَ وَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی (پارہ ۳۰ سورت ضحیٰ)

اور آپ کو حاجت مند پایا، پس غنی کر دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین کے کئی اقوال ہیں۔ مگر بہتر تفسیر وہ ہے جو امام جلیل اسماعیل بن کثیر دمشقی نے اپنی ابن کثیر میں بیان کیا ہے لکھتے ہیں:-

اَیْ كُنْتَ فَقِیْرًا ذَا عِیَالٍ فَاَغْنَاكَ اللّٰہُ عَمَّنْ سِوَاہُ (تفسیر ابن کثیر جلد رابع ص۵۲۳)

آپ حاجت مند صاحب عیال تھے پس اللہ تعالےٰ آپ اپنے ماسوا سے غنی کر دیا۔

یعنی تجھے اتنے خزانوں سے مالا مال کر دیا۔ کہ آپ ماسوی اللہ سے بے پرواہ ہو گئے۔

اب ذرا ان خزانوں کی فہرست بھی ملاحظہ فرمایئے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قَدْ أُوْتِيَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ وَمَفَاتِيْحَ الْبِلَادِ وَاُحِلَّتْ لَهُ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تُحَلَّ لِنَبِيٍّ قَبْلَهُ وَفُتِحَ عَلَيْهِ فِيْ حَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَادُ الْحِجَازِ وَالْيَمَنِ وَجَمِيْعُ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَمَا دَانٰى ذٰلِكَ مِنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَجُلِبَتْ اِلَيْهِ مِنْ اَخْمَاسِهَا وَجِزْيَتِهَا وَصَدَقَاتِهَا مَا لَا يُجْبٰى لِلْمُلُوْكِ اِلَّا بَعْضُهٗ وَهَادَتْهُ جَمَاعَةٌ مِّنْ مُّلُوْكِ الْاَقَالِيْمِ۔

(شفا جلد اوّل ص ۵۵)

بیشک آپ کو زمین کے خزانے اور شہروں کی چابیاں دی گئیں ہیں۔ اور آپ کے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں حالانکہ آپ سے پہلے کسی نبی کو حلال نہیں کی گئیں۔ اور آپ پر آپ کی زندگی ہی میں حجاز اور یمن کے شہر اور تمام جزیرۂ عرب اور جو شام و عراق سے اس کے قریب تھا مفتوح ہوئے اور آپ کی طرف ان کے خمس اور جزیے اور صدقات لائے جاتے کہ اتنے دوسرے بادشاہوں کو نہیں دیئے جاتے مگر اس کا کچھ حصّہ اور ولایتوں کے بادشاہوں کی ایک جماعت آپ کو ہدیئے بھیجتے۔

اب نظر انصاف سے دیکھو۔ کہ جس ذات مقدّس کے قبضہ میں اتنی دولت اور خزانے ہوں، اس کو ان کا مالک نہ کہا جائے گا۔ ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خزانوں کے مالک ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

چھبیسواں وعظ

دوسری تقریر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۵) وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (پارہ ۱۰۔ سورت توبہ)

اور نہیں بُرا لگا ان کو مگر یہ کہ اُن کو غنی کر دیا اللہ اور اُس کے رسول نے اپنے فضل سے۔

حضرات! آیت مبارکہ صاف ارشاد فرما رہی ہے۔ کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم لوگوں کو غنی اور مالدار فرماتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے۔ کہ دُوسروں کو وہی ذات مقدّس غنی کر سکے گی۔ جو خود مالک ہو گا۔ ثابت ہُوا کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

(۶) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ٥

(پارہ ۱۰۔ سورت توبہ)

اور اگر تحقیق وہ لوگ راضی ہوتے اس پر جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے دیا ہے اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ اب ہمیں دے گا اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

اس آیہ کریمہ سے ثابت ہُوا۔ کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیا ہے اور دیں گے اور واضح بات ہے کہ دیتا وہی ہے جس کے پاس کچھ ہو۔ اور جس کے کچھ ہو گا ضرور وہ اس کا مالک ہو گا۔ معلوم ہُوا کہ حضور پُر نور صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک ہیں اور نیازمندوں کو دیتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

حضور شفاعت کے مالک ہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ عزیز میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(۷) لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ (پارہ ۱۶ سورت مریم)

شفاعت کے مالک نہیں، مگر وہ جنہوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد و پیمان کر رکھا ہے۔

(۸) وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (پارہ ۲۵ - سورت زخرف)

جنہیں مشرکین اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ ان میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنہوں نے حق کی گواہی دی اور علم رکھتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ رب العالمین نے اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بتایا۔ اور پھر ظاہر کہ اللہ رب العزۃ جلّ وعلا کا بڑا محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ لہٰذا آپ شفاعت کے مالک ہیں۔ وہابی صاحبان بتائیں۔ کہ کیا تمہاری جھوٹی نہ ثابت ہوئی۔ کہ کہتے ہو کہ جس کا نام محمد اور علی وہ کسی شئی کا مالک و مختار نہیں۔ مگر یہاں اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک فرما رہا ہے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۹) اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ۔ (پارہ ۱۹)

ہُدہُد نے کہا میں نے ایک عورت پائی، جو ان کی مالک ہے۔ جب بلقیس لوگوں کی مالک ہے، تو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم بطریق اعلیٰ مالک ہوئے۔

آسمانی کتاب زبور مقدس کا ارشاد کہ حبیب خدا ساری زمین کے مالک ہیں

يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ

اے احمد رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر اس لئے تجھے میں برکت دیتا ہوں

اُبَادِكُ عَلَيْكَ فَتَقَلَّدِ السَّيْفَ فَاِنَّ بِهَاءَكَ وَحَمْدَكَ الْغَالِبُ (الی قوله) اَلْاُمَمُ يَخِرُّوْنَ تَحْتَكَ كِتَابٌ حَقٌّ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْيُمْنِ وَالتَّقْدِيْسِ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ وَامْتَلَأَتِ الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِيْدِ اَحْمَدَ وَتَقْدِيْسِهٖ وَمَلَكَ الْاَرْضَ وَرِقَابَ الْاُمَمِ -	تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے سب اُمتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔ کتاب سچی ہے، جو اللہ لایا ہے برکت و پاکی کے ساتھ فاران پہاڑ سے زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے بھر گئی - اور وہ مالک ہُوا ساری زمین اور ساری اُمتوں کی گردنوں کا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(تحفہ اثنا عشری شاہ عبدالعزیز ص۲۶۶)

(مدارج حصہ اوّل ص۱۳)

آسمانی کتاب زبور مقدس کی اس آیت سے ثابت ہُوا - کہ اللہ رب العالمین کا پیارا اُمت کا متوالا اپنے رب کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی ساری زمین کے مالک ہیں - مگر قوم وہابیہ حضور کی ملکیت ایک شئی پر بھی ماننا شرک بتاتے ہیں - اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ فرمائے (آمین)

مالک دُوسرا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ یہود مدینہ کے پاس تشریف لے گئے اور یہ فرمایا:-

يَا مَعْشَرَ يَهُوْدَ اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا اِعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَاِنِّيْ اُرِيْدُ اَنْ اُجْلِيَكُمْ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْكُمْ بِمَالِهٖ شَيْئًا فَلْيَبِعْهُ رواه البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۳۵۵)	اے طائفہ یہود اسلام لاؤ سلامت رہو گے - جان لو کہ تحقیق زمین کے مالک اللہ و اس کے رسول ہیں اور بے شک میں تم کو اس زمین سے جلاوطن کرتا ہوں - جو شخص تم سے اپنے مال سے کوئی پائے، تو وہ اس کو بیچ ڈالے -

صحیحین کی حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے مالک ہیں۔

دنیا پر حضور کا قبضہ ہے

خطیب بغدادی نے روایت بیان کی۔ کہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

لَمَّا وَضَعْتُهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ رَأَيْتُ سَحَابَةً عَظِيْمَةً لَهَا نُوْرٌ أَسْمَعُ فِيْهَا صَهِيْلَ الْخَيْلِ وَخَفَقَانَ الْأَجْنِحَةِ وَكَلَامَ الرِّجَالِ حَتّٰى غَشِيَتْهُ وَغُيِّبَ عَنِّيْ فَسَمِعْتُ مُنَادِيًا يُّنَادِيْ طُوْفُوْا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ جَمِيْعِ الْأَرْضِ (الی قوله) ثُمَّ انْجَلَتْ عَنْهُ فَاِذَا بِهٖ قَدْ قَبَضَ عَلٰى حَرِيْرَةٍ خَضْرَاءَ مَطْوِيَّةٍ طَيًّا شَدِيْدًا يَنْبَعُ مِنْهَا مَاءٌ وَاِذَا قَائِلٌ بَخٍ بَخٍ قَبَضَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقَ خَلْقٌ مِّنْ أَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِيْ قَبْضَتِهٖ۔

(مواھب لدینہ بحوالہ انوار محمدیہ ص ۲۳-۲۴)

جبکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنا۔ تو میں نے ایک بڑا بادل جو بڑا بادل جو بڑا نورانی تھا۔ دیکھا میں اس میں گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور پروں کی حرکت اور لوگوں کی کلام سنتی۔ یہانتک آپ کو اس نے ڈھانک دیا اور مجھ سے غائب ہو گئے پس میں نے ایک منادی کو سنا جو یہ آوازہ دیتا تھا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام زمین میں پھراؤ پھر وہ پردہ آپ سے ہٹ گیا۔ اچانک ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا آپ کی مٹھی میں ہے۔ جس سے پانی گر رہا تھا۔ اور کوئی منادی پکار رہا ہے۔ واہ واہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا پر قبضہ کر لیا ہے اور اس کی اس سے کوئی مخلوق باقی نہیں جو ان کے قبضہ میں داخل نہ ہوئی ہو۔

ثابت ہُوا کہ ساری دُنیا اور اس کی مخلوق حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مٹھی اور قبضہ میں ہے۔ اور آپ اس کے مالک اور مختار ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

سرکارِ اعظم صلّی اللہ علیہ کے ہاتھ زمین کی کنجیاں دی گئیں۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ مالک کونین صلّی اللہ علیہ ایک روز باہر تشریف لائے۔

فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلَاتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطُکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِی اَلْاٰنَ وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ مِنْ بَعْدِیْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَلٰکِنْ اَخَافُ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا (مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۷ بخاری صفحہ ۵۰۸-۵۸۵ مسلم صفحہ ۲۵۰)

پس آپ شُہدائے اُحد پر نماز (دُعا) پڑھی، جیسا کہ میّت پر نماز پڑھی جاتی ہے۔ پھر منبر کی طرف پھرے، پس فرمایا بے شک میں تمہارا پیش رو ہوں اور مَیں تم پر گواہ ہُوں اور بے شک مَیں خدا کی قسم البتّہ اب دیکھ رہا ہُوں اپنے حوض کی طرف اور بے شک میں تحقیق زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں اور بیشک میں خدا کی قسم خوف نہیں کرتا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے خوف ہے۔ کہ تم دُنیا کی طرف راغب ہو جاؤ گے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دوجہان صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُنِیْ اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ (بخاری صفحہ ۱۰۳۸ مسلم صفحہ ۲۴۴ جلد دوم مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲)

میں سو رہا تھا کہ مَیں نے اپنے آپ دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

حضرات! یہ کیسی نصوص ظاہرہ ہیں اور وہ صحیحین بخاری و مسلم کی کہ اللہ کا پیارا حضرت محمد رسول اللہ زمین کے خزانوں کے مالک ہیں۔ وہابی یوں تو زبانی دعوئی کرتے رہتے ہیں۔ کہ ہم بخاری و مسلم کو خوب مانتے ہیں۔ مگر شان رسالت کی صحاح حدیثوں پر ان کے کان بہرے اور زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں۔ اور دریدہ ذہن ہو کر یوں منہ کھولتے ہیں۔ کہ جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۝

حضورؐ چاندی سونے کے مالک ہیں

حدیث ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَہَا وَمَغَارِبَہَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُہَا مَا زُوِیَ لِیْ مِنْہَا وَاُعْطِیْتُ الْکَنْزَیْنِ الْاَحْمَرَ وَالْاَبْیَضَ الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری زمین لپیٹ دی۔ پس میں اس کے تمام مشرقوں اور مغربوں کو ملاحظہ فرمایا اور بیشک میری امت عنقریب پہنچے گی سلطنت اس کی جہاں تک زمین سے میرے لئے سمیٹی گئی اور مجھے دو خزانے سونے اور چاندی کے عطا فرمائے گئے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ اللہ رب العزۃ جل و علا کا نائب اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے اور چاندی کے خزانوں کے مالک ہیں۔

نیز حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ مالک کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

یَا عَائِشَۃُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِیْ جِبَالُ الذَّہَبِ الحدیث رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۱)

اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کریں

ثابت ہوا کہ حضور مالک دو جہان صلّی اللہ علیہ وسلّم ہر شئ کے مالک ہیں مگر ظاہر کرنا منظور نہیں ۞

ستائیسواں وعظ

تیسری تقریر

حبیبِ کبریا باذن اللہ کونین کے مالک و مختار ہیں۔
حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم خزانۂ الٰہی کے قاسم ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ میں نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا:۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَاِنَّمَآ اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ یُعْطِیْ الحدیث (بخاری صـ۱۶ جلد اول۔ مشکوٰۃ صـ۳۲)

جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں، اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہُوا۔ کہ جو چیز رب عطا کرتا ہے۔ جس کو بھی دیتا ہے۔ وہ جناب محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دست اقدس سے عطا فرماتا ہے دست مصطفٰے اس چیز کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ معلوم ہُوا۔ کہ کوئی چیز کوئی نعمت اور خزانہ و امارت و سلطنت بغیر دست مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کسی کو نہیں ملتی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ بادشاہ اپنا خزانہ اپنے نائب کے ہاتھ سے لٹاتا ہے۔ اور بادشاہ حقیقی کا نائب اعظم جناب محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ لہٰذا ہر نعمت دست حبیب پاک سے ملے گی۔ جو ہر شئ تقسیم کرتا

رہے۔ وہ اس چیز کا مالک کہلاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا، کہ ہمارے مولا و آقا صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حضور جان و مال کے مالک ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حق میں فرمایا:-

مَا نَفَعَنِیْ مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَکٰی اَبُوْ بَکْرٍ وَقَالَ ھَلْ اَنَا وَمَالِیْ اِلَّا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اخرج احمد عن ابی ھریرۃ (تاریخ الخلفاء ص۳۶ الصواعق المحرقہ ص۲۷)

مجھے نہیں نفع دیا کسی مال نے کبھی جو ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مال نے مجھے دیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور عرض کی میری جان اور مال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یا رسول اللہ۔

ثابت ہوا۔ کہ سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جان و مال کے مالک ہیں۔ نیز روایت ہے۔ کہ جب جنگ حنین میں بنی ہوازن کے بچے اور عورتیں قید ہوئیں اور سرکار نے ان کے اموال اور بچے اور عورتیں مجاہدین پر تقسیم فرما دیئے۔ اب بنی ہوازن کے سردار وفد بن کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنے اہل و عیال و اموال مانگے۔ ان کے ایک شاعر نے کچھ اشعار پڑھے۔ تب سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا کَانَ لِیْ وَلِبَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَھُوَ لَکُمْ۔ یعنی جو کچھ میرے اور بنی عبد المطلب کے حصہ میں آیا ہے۔ وہ میں نے تمہیں بخش دیا۔ اسی طرح مہاجرین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہا۔ مَا کَانَ لَنَا فَھُوَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ یعنی جو کچھ ہمارا ہے۔ وہ سب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اس کو طبرانی نے معجم صغیر میں روایت کیا۔ (سیرت حلبی جلد سوم ص۱۲۵) سبحان اللہ صحابہ عظام علیہم الرضوان کا کیسا عمدہ عقیدہ تھا۔

کہ ان کے نزدیک ان کے مال وجان کے مالک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ایک اور روایت ایمان افروز سنیئے :-
ابن جریر - ابن ابی حاتم - ابن مَرْدَوَیہ نے مقسم سے اور اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت بیان کی - کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا - کہ انصار نے فخریہ طور پر کہا کہ ہم نے اسلام کی ایسی ایسی خدمت کی - حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا - ہم کو تم پر فضیلت حاصل ہے - یہ بات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی - آپ انصار کے پاس تشریف لائے - اور فرمایا اے انصار کے گروہ کیا تم ذلیل نہیں تھے - پس اللہ تعالیٰ نے میرے واسطہ سے تم کو عزت عطا فرمائی - انصار نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ - پھر فرمایا - کیا تم گمراہ نہیں تھے - اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم کو ہدایت عطا فرمائی - انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ - فرمایا - مجھے جواب کیوں نہیں دیتے - انصار نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کیا عرض کریں - فرمایا - تم یوں کہو کہ آپ کو آپ کی قوم نے نکال دیا - ہم نے آپ کو جگہ دی - انہوں نے آپ کی تکذیب کی - ہم نے آپ کی تصدیق کی - انہوں نے آپ کو چھوڑ دیا - ہم نے آپ کی مدد - آپ یہ فرماتے رہے اور انصار کرام گھٹنوں کے بل گر پڑے اور عرض کرنے لگے - اَمْوَالُنَا وَمَا فِیْ اَیْدِیْنَا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ - ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں ہے - سب اللہ اور رسول کا ہے - (تفسیر ابن کثیر جلد چہارم ص۱۱۲ درمنثور علامہ سیوطی جلد چہارم ص۶) ثابت ہوا کہ حضرات انصار کرام کا عقیدہ یہی تھا - ان کے مالوں کے مالک اللہ اور رسول پاک ہے - اسی لئے حضرت امام اجل عارف باللہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

مَنْ لَمْ یَرَ وِلَایَۃَ الرَّسُوْلِ جو ہر حال میں رسول پاک صلی اللہ علیہ

عَلَیْہِ فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِہٖ وَیَرٰ نَفْسَہٗ فِیْ مِلْکِہٖ لَا یَذُوْقُ حَلَاوَۃَ سُنَّتِہٖ (شفا جلد دوم ص۱۵ مواحب بحوالہ انوار محمدیہ ص۲۷۱)

وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سُنّت نبوی کی لذّت نہ چکھ سکے گا۔

حضور کی شمس پر حکومت ہے

طبرانی معجم اوسط میں جید اسناد سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ۔ (مواحب لدینہ بحوالہ انوار محمدیہ ص۲۷۲)

بیشک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے سورج کو حکم دیا (کہ ٹھہر جائے) پس وہ دن کی ایک ساعت تک ٹھہر گیا۔

حضرات اہل سنّت! دیکھی اپنے آقا و مولیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خلافت کبریٰ کہ آسمان اور زمینوں میں اُن کا حکم جاری ہے تمام مخلوق الٰہی ان کی مطیع و فرمانبردار ہے۔ جو کچھ خدا کا ہے۔ سب اُن کا ہے۔ وہ خلیفہ اعظم ہیں صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

حضور کے اشارے پر چاند چلتا تھا

سرکار اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت حکومت کا کیا کہنا کہ جب دُودھ پیتے تھے۔ گہوارے (پنگوڑے) میں چاند آپ کی غلامی کرتا۔ جدھر اشارہ فرماتے اُدھر جُھک جاتا۔ بیقہی میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عم مکرّم سیّد اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضور کی بارگاہ میں عرض کی۔ کہ میرا اسلام لانے کا سبب آپ کا یہ معجزہ ہوا کہ

رَاَیْتُكَ فِی الْمَھْدِ تُنَاجِیْ الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ بِاُصْبُعِكَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْہِ مَالَ قَالَ

میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور پنگوڑے میں چاند سے باتیں فرماتے اور جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ

اِنِّیْ کُنْتُ اُحَدِّثُہٗ وَیُحَدِّثُنِیْ وَیُلْھِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ وَاَسْمَعُ وَجْبَتَہٗ حِیْنَ یَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ (مواھب لدینہ بحوالہ انوار محمدیہ صـ۳ - سیرت حلبی جلد اوّل صـ۹۳ مدارج حصّہ اوّل صـ۱۲۲)

کرتے چاند ادھر جھک جاتا - آپ نے فرمایا - بیشک میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا اور میں اس کے گرنے کا دھماکہ سُنتا تھا جب وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا -

نوٹ :- اصل میں یہ حدیث بیہقی فی الدلائل اور مائتین اور تاریخ بغداد و دمشق میں ہے -

حضورؐ کا جھولا ملائکہ جھلاتے تھے

حضرات اہل سُنّت ! شہنشاہ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حکومت کی وہ شان وشوکت ہے کہ بچپن میں آپ کا پنگوڑا فرشتے جھلایا کرتے تھے - ابن سبیع فرماتے ہیں :-

اَنَّ مَھْدَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَحَرَّکُ بِتَحْرِیْکِ الْمَلٰٓئِکَۃِ ذَکَرَہٗ ابْنُ سَبْعٍ فِی الْخَصَائِصِ (مواھب لدینہ صـ۱۲۲ بحوالہ انوار محمدیہ صـ۳۰۹ مدارج جلد اوّل)

بیشک حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پنگوڑا حرکت کرتا تھا، فرشتوں کے ہلانے سے ذکر کیا اس کو ابن سبیع نے خصائص میں لکھا

حضورؐ کی درختوں پر حکومت

حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - کہ ایک اعرابی نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نبوّت کی نشانی طلب کی - تو آپ نے اسے فرمایا :-

قُلْ لِتِلْکَ الشَّجَرَۃِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْکِ قَالَ فَمَالَتِ الشَّجَرَۃُ عَنْ یَمِیْنِھَا وَشِمَالِھَا وَبَیْنَ یَدَیْھَا وَخَلْفِھَا

اس درخت کو کہہ دو کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تجھے بلاتے ہیں راوی نے کہا کہ درخت اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے سے حرکت میں آیا پس اس کی

فَتَقَطَّعَتْ عُرُوْقُھَا ثُمَّ جَاءَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ تَجُرُّ عُرُوْقَھَا مُغْبَرَّۃً حَتّٰی وَقَفَتْ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْاَعْرَابِیُّ مُرْھَا فَلْتَرْجِعْ اِلٰی مَنْبِتِھَا فَرَجَعَتْ (شفا شریف جلد اوّل ص ۱۹۶ - مدارج جلد اوّل ص ۲۳۳)

ٹہنیاں جُدا ہوئیں - پھر وہ آیا زمین کو پھاڑتا ہُوا اور اپنی ٹہنیوں کو کھینچتا ہُوا اس حال میں کہ وہ غبار آلودہ تھا یہانتک کہ رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آگے کھڑا ہوگیا - اور السّلام علیک یا رسول اللہ کہا - اعرابی نے کہا - اسے حکم دو کہ اپنی جگہ پر چلا جائے - پس وہ لوٹ گیا -

ثابت ہُوا کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حکومت درختوں پر بھی ہے - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

حضور کی حکومت پہاڑوں پر بھی ہے

خلیفۃ المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ عَلٰی ثَبِیْرِ مَکَّۃَ وَمَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَاَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتّٰی تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُہٗ بِالْحَضِیْضِ فَرَکَضَہٗ بِرِجْلِہٖ قَالَ اُسْکُنْ ثَبِیْرُ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَھِیْدَانِ رواہ الترمذی والنسائی والدارقطنی (مشکوٰۃ ص ۵۶۱-۵۶۲)

بے شک رسول اللہ علیہ وسلّم مکّہ کے ثبیر پہاڑ پر تھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر اور عمر اور میں (عثمان) رضی اللہ تعالٰی عنہم تھے - پس پہاڑ حرکت میں آیا - یہانتک کہ پتھر پست زمین میں گرا - حضور نے اس کو لات ماری اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا بیشک تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں -

الحاصل مندرجہ بالا روایات سے ثابت ہوگیا - کہ آفتاب و ماہتاب -

جنّ و بشر - فرشتے - نباتات و جمادات نائب اعظم جناب محمدؐ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زیر فرمان ہیں - کیوں نہ ہوں - آپ خود فرماتے ہیں - اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً (مسلم) مَیں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا ہوں - نیز خدائے قدّوس جلّ و علا فرماتا ہے - تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا ٥ برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اُتارا اپنے بندے پر کہ تمام اہل عالم کو ڈر سُنانے والا ہو - اور ملائکہ - آفتاب و ماہتاب - نباتات و جمادات وغیرہ عالم میں داخل تو خدا کے نائب اعظم کی سلطنت ان پر بھی ضروری فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

اٹھائیسواں وعظ

چوتھی تقریر

حبیب کبریا باذن اللہ کونین کے مالک و مختار ہیں -

حبیب کبریا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جنّت کے مالک ہیں -

حضورؐ کے ہاتھ مُبارک میں جنّت کی کنجیاں ہیں

(۱) حضرت اُنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: -

اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَ اَنَا قَائِدُھُمْ اِذَا وَفَدُوْا وَ اَنَا خَطِیْبُھُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَ اَنَا مُسْتَشْفِعُھُمْ	مَیں سب سے پہلے نکلوں گا جب قبر سے اُٹھائے آئیں گے - مَیں اُن کی طرف سے کلام کرنے والا ہوں گا - جبکہ وہ خاموش ہوں گے اور مَیں ان کا سفارشی ہوں گا

إِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا اَيِسُوْا اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ اَنَا اَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلٰى رَبِّيْ يَطُوْفُ عَلَيَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُوْنٌ

رواه الترمذی والدارمی

(مشکوٰۃ ص۵۱۴)

جبکہ وہ بند کر دیئے جائیں گے، اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں گا جبکہ وہ ناامید ہوں گے عزت دینا اور (جنت کی) کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ میں اللہ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے زیادہ عزت والا ہوں۔ اور مجھ پر ہزار خادم طواف کریں گے گویا وہ پوشیدہ انڈے ہیں۔

سُبحان اللہ! کیا شان و شوکت اس کریم رؤف و رحیم حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت دینا اس روز ان کے ہاتھوں میں ہو گا۔ اور جنّت کی کنجیاں ان کے دست اقدس میں ہوں گی۔ آپ کی اسی شان و شوکت کا اظہار حضرت شیخ محقّق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دراں روز ظاہر گردد کہ وی صلّی اللہ علیہ وسلّم نائب مالک یوم الدین است روز روز اوست وحکم حکم او بحکم رب العالمین (مدارج جلد اوّل ص۳۱۸)

مفاتیح سے مُراد کیا ہے

اس مبارک حدیث میں جو فرمایا گیا ہے۔ مَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ کہ اس روز کنجیاں میرے دست اقدس میں ہوں گی۔ ان کنجیوں سے مُراد جنّت کی کنجیاں ہیں۔ کیونکہ بیہقی نے اس حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے۔ وَمَفَاتِيْحُ الْجَنَّةِ بِيَدِيْ (مواھب لدنیہ بحوالہ انوار محمّدیہ ص۶۲۶) یعنی جنّت کی کنجیاں اس دن میرے دس اقدس میں ہوں گی۔ نیز شیخ محقّق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بالا کے ان الفاظ اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ کی یُوں تشریح فرمائی ہے۔ بزرگی دادن و کلیدہائے بہشت و ابواب رحمت آں روز بدست من است (اشعۃ اللمعات جلد رابع ص۴۷۷)

(۲) شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ مدارج میں لکھتے ہیں :-

مخصوص گرداند اورا پروردگار وی جل وعلا در آں روز چنانکہ آمدہ است کہ ایستادہ میکند اورا پروردگار وی بیمین عرش و در روایتے بر عرش و در روایتے بر کرسی وے سپارد بوے کلید جنت و میدہد بدست وے لواء حمد و شفاعت یکی از ین کمالات ست کہ میرسد در وے نفع عظیم مر خلائق را۔

(مدارج جلد اول ص ۳۲۵)

خاص کرے گا ان کو پروردگار جل و علا ان کا اس دن جیسا کہ روایت میں آیا ہے۔ کہ کھڑا فرمائے گا ان کو ان کا پروردگار ان کا عرش کے دائیں طرف اور ایک روایت میں عرش پر اور ایک روایت میں کرسی پر۔ اور سپرد کرے گا۔ ان کی طرف جنت کی کنجیاں اور دے گا ان کے ہاتھ میں لواء حمد اور سفارش ان کمالات میں سے ایک ہے کہ پہنچیگا اس میں نفع بڑا مخلوق کو۔

اِن روایات سے ثابت ہُوا۔ کہ جنت کی کنجیاں ہمارے مولا و آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہوں گی۔ اور قاعدہ ہے۔ کہ کنجی مالک کے ہی ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا حبیب کبریا بعطائے الٰہی جنت کے مالک ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

قیامت کے دن جنت کی کنجیاں حضرت صدیق اکبر کو دی جائینگی

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روضۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا۔ کہ آپ آگے ہوں اور روضۂ اقدس کا دروازہ کھولیں۔ حضرت صدیق

اکبر نے فرمایا۔ اے علی شیرِ خدا آپ آگے ہوں۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔ کہ مَیں ایسے شخص سے آگے کس طرح ہو سکتا ہوں جس کے حق میں رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ کلمات فرمائے ہوں:۔

اِذَا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَجِیْءُ رِضْوَانُ خَازِنِ الْجِنَانِ بِمَفَاتِیْحِ الْجَنَّةِ وَمَفَاتِیْحِ النَّارِ وَیَقُوْلُ یَا اَبَا بَکْرٍ الرَّبُّ جَلَّ جَلَالُهٗ یَقْرَءُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ لَکَ هٰذِهٖ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّةِ وَمَفَاتِیْحُ النَّارِ اِبْعَثْ مَنْ شِئْتَ اِلَی الْجَنَّةِ وَابْعَثْ مَنْ شِئْتَ اِلَی النَّارِ (نور الابصار ص۹)

جس وقت قیامت کا دن ہو گا جنّت کا رضوان فرشتہ جنّت و دوزخ کی کنجیاں لے آئے گا اور کہے گا اے ابو بکر۔ پروردگار جل جلالہ تم کو سلام دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے یہ جنّت اور دوزخ کی کنجیاں ہیں۔ جس کو چاہو جنّت میں داخل کرو۔ اور جس کو چاہو دوزخ میں بھیج دو۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب کے ایک خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عظمت حاصل ہے۔ کہ جن کے مبارک ہاتھوں میں جنّت و دوزخ کی کنجیاں دی جا رہی ہیں۔ بھلا یہ تو حبیب خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ایک خلیفہ ہیں۔ جن کو یہ عظمت حاصل ہے۔ تو اس ذات مقدّسہ کا کیا کہنا جو رب العالمین کا خلیفۂ اعظم ہیں۔ حق تو یہ ہے۔ کہ وہ ذات مقدّسہ اللہ تعالیٰ کے جُملہ خزانوں کے مالک ہیں۔ جنّت تو آپ کی سلطنت کا ایک چھوٹا سا حصّہ ہے۔

حضورؐ نے ربیعہ کو جنّت عطا فرما دی

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُهٗ

مَیں حضور پر نُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس رات کو حاضر رہتا۔ ایک

بِوَضُوْءِہٖ وَحَاجَتِہٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَوَ غَیْرُ ذٰلِكَ قُلْتُ ھُوَ ذٰكَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص۸۴)	رات میں حضور کے لئے وضو کا پانی اور آپ کی ضروریات حاضر لایا۔ آپ نے (جوش رحمت میں آکر) فرمایا۔ مانگ لے (جو مانگنا ہے) میں نے عرض کی میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا یا کچھ اور، میں نے عرض کی۔ میری مراد

صرف یہی ہے۔ فرمایا میری اعانت کیجئے اپنے نفس پر کثرت سجود سے۔

حضرات یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح کا ہر ایک جملہ وہابیت کش ہے۔ حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقًا بلا قید اور بلا تخصیص ارشاد فرمانا سَلْ۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ اس جملہ نے وہابیت کو بالکل ہی ذبح کر ڈالا۔ اس سے خوب روشن ہو رہا ہے۔ کہ ہمارے مولا و آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی حاجت روائی فرما سکتے ہیں۔ اور دنیا و آخرت کی سب اشیاء حضور کے اختیار میں ہیں۔ اسی لئے تو فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ یعنی جو دل میں آتا ہے مانگ لے۔ کیونکہ ہمارے دربار میں ہر نعمت موجود ہے ؎

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری ۔۔۔ بدر گاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

محقق علی الاطلاق عاشق رسول حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ الباری اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:۔

از اطلاق سوال کہ فرمود سَلْ بخواہ تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم میشود کہ کارہمہ بدست و کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہرچہ خواہد دہر کرا خواہد باذن پروردگار خود دہد ؎

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا ۔۔۔ وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص۳۹۶)

یہ شعر بردہ شریف کا ہے جس میں سیدی امام اجل محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ دربار رسالت میں عرض کرتے ہیں۔ یا حبیب اللہ دنیا اور آخرت دونوں حضور کے دستر خوان جود وکرم سے ایک حصہ ہیں۔ اور لوح وقلم کے تمام علوم جن میں مَا کان وما یکون بھی ہے۔ حضور کے علوم کا ایک قطرہ ہیں۔ اتنی وضاحت کے باوجود وہابیہ پھر بھی اپنے مُنہ سے یہی زہر اُگلتے ہیں کہ جس کا نام محمد ہے۔ وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ العیاذ باللہ۔ اَن پڑھ وہابی تو مطلقاً کسی غیر اللہ سے مانگنے کو شرک کہہ دیتے ہیں۔ مگر کچھ پڑھے ہوئے وہابی کچھ قید کا اضافہ کرتے ہیں۔ کہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب شئی کا مانگنا ناجائز اور شرک ہے۔ مگر اس حدیث صحیح نے دونوں قسم کے وہابیوں کے مذہب پر پانی پھیر دیا۔ کیونکہ جنّت مافوق الاسباب ہے۔ مگر صحابی حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ سے نہیں۔ بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جنّت مانگتے ہیں۔ کیونکہ وہ عرض کر رہے ہیں۔ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ۔ یا رسول اللہ میں حضور سے سوال کرتا ہُوں۔ کہ مجھے جنّت دو اور پھر اس میں بھی اپنی رفاقت عطا فرماؤ۔ وہابیوں کے ہاں تو یہ ایک صریح شرک ہے۔ مگر صحابی سوال کر رہا ہے۔ اور خود سرور کائنات مالک جنّت صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرما رہے ہیں۔ ثابت ہُوا کہ انبیاء سے کوئی شئی مانگنی خواہ تحت اسباب یا مافوق الاسباب ہو۔ شرک نہیں۔ بلکہ سُنّت صحابہ ہے۔

اُنتیسواں وعظ

(پانچویں تقریر)

حبیب کبریا باذنِ اللہ کونین کے مالک و مختار ہیں

حضور جنّت کے مالک ہیں

حضور جنّت کے ضامن ہیں

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

مَنْ یَّکْفُلْ لِیْ اَنْ لَّا یَسْئَلَ النَّاسَ شَیْئًا فَاَتَکَفَّلَ لَہٗ بِالْجَنَّۃِ فَقَالَ ثَوْبَانُ اَنَا فَکَانَ لَا یَسْئَلُ اَحَدًا شَیْئًا

رواہ ابوداؤد والنسائی (مشکوٰۃ صـ ۱۶۳)

جو شخص میرے لئے ضامن ہو کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرے گا میں اس کے لئے جنّت کا ضامن ہوں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ میں یارسول اللہ، پس وہ کسی چیز کا سوال کسی شخص سے نہیں کرتے تھے۔

(۲) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

مَنْ یَّضْمِنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمِنْ لَہُ الْجَنَّۃَ رواہ البخاری

(مشکوٰۃ صـ ۴۱۱)

جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو جائے۔ میں اس کے لئے جنّت کا ضامن ہوں۔

حضرات اہلِ سُنّت! ان حدیثوں کو پڑھو اور غور کرو۔ تو واضح ہو جائے گا۔ کہ حبیب کبریا صلّی اللہ علیہ وسلّم بتملیکِ الٰہی جنّت کے مالک و مختار ہیں۔ ورنہ ضمانت فرمانا اور ذمّہ لینے کا کیا مطلب ہے۔

حضورؐ نے جنت عثمان کے ہاتھ بیچ دی

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

اِشْتَرٰی عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَنَّۃَ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ رُوْمَۃَ وَیَوْمَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ

عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو بار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت خرید لی- بیر رومہ کے روز اور لشکر تنگ دستی کے روز-

رواہ الحاکم (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸ صواعق محرقہ ص ۱۰۸)

حضرات! ہر دانشور جانتا ہے- کہ بیع وہی کرے گا- جو خود مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون و مختار ہو- ورنہ وہ فضولی ہو گا جس کی بیع بیکار اور غیر ثابت ہو گی- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ جنت بیچی ہے- یا تو آپ عطائی مالک ہیں یا مالک حقیقی کے ماذون مطلق و نائب اعظم ہیں- لہٰذا آپ کو حق حاصل ہے- کہ جس کو چاہیں جنت عطا فرما دیں- فالحمد للہ رب العالمین-

وہابیوں کی عقلوں پر افسوس

ہم جب یہ پیاری ایمان افروز حدیثیں پڑھتے ہیں- تو وہابیوں کی عقلوں پر بڑا افسوس آتا ہے- کہ وہ اپنے مولا و آقا مالک جنت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان مبارک حدیثوں پر ایمان نہیں لاتے اور اسماعیل وہابی کی تفویۃ الایمان پر ایمان لاتے ہیں- جو اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے متعلق لکھتا ہے- ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں کسی کام ہیں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں- اپنی جان تک کے نفع و نقصان کے مالک نہیں دوسرے کا تو کیا کر سکیں- اللہ کے یہاں کا معاملہ ان کے اختیار سے باہر ہے- وہاں کسی کی حمایت نہیں کر سکتے- کسی کے وکیل نہیں بن سکتے-

بارگاہِ خدا میں دُعا

آخر فقیر کے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں۔ سوائے اس کے کہ بارگاہِ خدا میں دُعا مانگی جائے۔ کہ الٰہ العالمین تو ہی ان لوگوں کو وہ عقل و فہم عطا فرما۔ کہ وہ تیرے حبیب کی شان کو پہچان سکیں۔ آمین ثم آمین۔

حضور جنّت تقسیم فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی لکھتے ہیں۔

نُقِلَ عَنْ کَعْبِ الْاَحْبَارِ اَنَّہٗ قَالَ اِسْمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عِنْدَ اَھْلِ الْجَنَّۃِ عَبْدُ الْکَرِیْمِ اِلٰی قولہ و کُنْیَتُہٗ اَبُو الْقَاسِمِ لِاَنَّہٗ یُقَسِّمُ الْجَنَّۃَ بَیْنَ اَھْلِھَا کَذَا نُقِلَ عَنِ الْحُسَیْنِ بْنِ مُحَمَّدِ الدامغانی فی کتاب سوق العروس (مدارج جلد اوّل صـــ ۳۱۷ مواہب لدنیہ بحوالہ انوار محمدیہ صـــ ۱۴۲)

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام مبارک اہلِ جنّت کے نزدیک عبدالکریم ہے اور کنیت آپ کی ابوالقاسم ہے کیونکہ حضور جنّت تقسیم فرماتے ہیں اس کے اہلِ کے درمیان اسی طرح حسین بن محمّد دامغانی سے سوق العروس میں نقل کیا گیا ہے۔

ہر صاحب عقل و دانش جانتا ہے کہ جنّت وہی ذات مقدّسہ تقسیم فرمائیگی جو جنّت کی مالک ہو گی۔ ثابت ہُوا۔ کہ شہنشاہ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم بتملیک الٰہی جنّت کے مالک و مختار ہیں۔ اسی لئے شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وی صلّی اللہ علیہ وسلّم محبوب الٰہی و سرور کائنات و مظہر فیوض نامتناہی اوست جلّ وعلا و خلیفۂ رب العالمین و نائب مالک یوم الدین اوست و مقامی کہ او را باشد ہیچ یکے را نباشد و جاہی کہ او راست کسی را نہ بُود

روز روز اوست وحکم حکم او بحکم رب العالمین (مدارج جلد اوّل صفحہ ۳۱۸)

امام غزالی کا فتویٰ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے وہ جاگیر چھیننے کی کوشش کرے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے۔ ایسا شخص کافر ہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو جنت کی زمین تقسیم کرتے ہیں۔ دُنیا کی زمین تو بطریق اولیٰ تقسیم کرتے ہیں (انوار محمدیہ صفحہ ۳۰۸)

امام سبکی کا عقیدہ

امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِی الْجَنَّۃِ مِثْلَ الْوَزِیْرِ مِنَ الْمَلِکِ بِغَیْرِ تَمْثِیْلٍ لَا یَصِلُ اِلٰی اَحَدٍ شَیْئٌ اِلَّا بِوَسِیْلَتِہٖ۔ یعنی بغیر تشبیہ حضور علیہ السلام ایسے ہیں، جیسے بادشاہ کا وزیر کسی تک کوئی شئی بغیر آپ کے واسطے کے نہیں پہنچے گی۔ (شفاء السقام صفحہ ۲۲)

ایک ایمان افروز حدیث

ایک اعرابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی حاجت پوچھی۔ فرمایا مَا حَاجَتُکَ تیری کیا حاجت ہے۔ اعرابی نے عرض کی۔ سواری کے لئے ایک اونٹنی، اور دودھ کے لئے ایک بکری۔ فرمایا۔ تو تو بنی اسرائیل کی بوڑھیا سے بھی زیادہ عاجز ثابت ہوا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی یا رسول اللہ بنی اسرائیل کی بڑھیا کا کیا واقعہ ہے فرمایا۔ کہ موسیٰ علیہ السّلام جب مصر سے بنی اسرائیل لے کر چلے تو راستہ بھول گئے۔ بنی اسرائیل سے فرمایا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ تو بنی اسرائیل کے علماء نے عرض کی کہ واقعہ یہ ہے۔ کہ جب سیّدنا یوسف علیہ السّلام کے وصال کا وقت آیا۔ تو ہم سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ وعدہ لیا۔ کہ مصر سے جاتے وقت میرا تابوت ساتھ لے جانا۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السّلام نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی یوسف علیہ السّلام کی قبر جانتا ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ بوڑھی عورت آپ

کی قبر کو جانتی ہے۔ آپ نے اس بڑھیا کو طلب فرما کر سیدنا یوسف علیہ السّلام کی قبر کے متعلق پوچھا۔ مگر اس نے کہا۔ کہ ایک شرط پر بتاتی ہوں۔ موسٰی علیہ السّلام نے پوچھا۔ کونسی شرط ہے۔ بڑھیا نے عرض کی۔ میری شرط یہ ہے اَنْ اَکُوْنَ مَعَكَ فِي الْجَنَّةِ۔ یعنی جنّت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ یہ شرط آپ پر ناگوار گزری۔ تو حکم ہُوا کہ ان کی شرط پُوری کرو۔ آپ نے یہ شرط تسلیم فرمالی۔ چنانچہ اس نے یُوسف علیہ السّلام کی قبر بتادی۔ مُوسٰی علیہ السّلام تابُوت کو نکال کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ثالث صہ ۲۳۶)

صاف ظاہر ہے۔ کہ سرکار دو عالم مالک جنّت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس کلام کا منشاء یہ تھا کہ اَے اعرابی تو نے مجھ سے جنّت مانگنی تھی۔ مگر تو نے ایک ادنٰی شئی مانگ لی۔ ثابت ہُوا کہ آپ جنّت کے مالک ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم دوزخ کے مالک ہیں

حضور اپنے غلاموں کو دوزخ سے بچائیں گے

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

اِسْمِیْ فِی الْقُرْاٰنِ مُحَمَّدٌ وَ فِی الْاِنْجِیْلِ اَحْمَدُ وَ فِی التَّوْرَاةِ اُحَیْدٌ وَ اِنَّمَا سُمِّیْتُ اُحَیْدَ لِاَنِّیْ اُحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَهَنَّمَ (مواحب لدینہ بحوالہ انوار محمدیہ صہ ۱۴۳ ۔ نور الابصار صہ ۳۰)

میرا نام قرآن میں محمدّ اور انجیل میں احمد اور توریت میں اُحَیْدُ ہے۔ اور بیشک میرا نام اُحَیْدُ اس لئے رکھا گیا ہے۔ کہ میں اپنی اُمّت سے دوزخ کی آگ دفع کرتا ہُوں صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

حضرات! دوزخ کی آگ وہی ذات مقدّسہ دور فرما سکتی ہے۔ جس کو

دوزخ پر اختیار و تصرّف ہو۔ معلوم ہوا۔ کہ سرورِ کائنات خلیفۃ اللہ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دوزخ پر بھی ملک و اختیار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسیم نار ہیں

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق فرمایا:۔

یَا عَلِیُّ اَنْتَ قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ
اخرج الدار قطنی (صواعق محرقہ صـ۱۲۴)

اَے علی تم جنّت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والا ہو قیامت کے روز۔

حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا:۔

اَنْتَ قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ
(صواعق محرقہ صـ۱۲۴)

تم جنّت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔

امام اجل قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:۔

قَدْ خَرَّجَ اَھْلُ الصَّحِیْحِ وَالْاَئِمَّۃُ مَا اَعْلَمَ بِہٖ اَصْحَابَہٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا وَعَدَھُمْ بِہٖ مِنَ الظُّھُوْرِ عَلٰٓی اَعْدَآئِہٖ (اِلٰی قولہٖ) وَقَتْلِ عَلِیٍّ وَاَنَّ اَشْقَاھَا الَّذِیْ یَخْضِبُ ھٰذِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ اَیْ لِحْیَتَہٗ مِنْ رَأْسِہٖ وَاَنَّہٗ قَسِیْمُ النَّارِ یُدْخِلُ اَوْلِیَاءَہُ الْجَنَّۃَ وَاَعْدَاءَہُ النَّارَ (شفا جلد اوّل صـ۲۲۳)

بے شک اصحاب صحاح اور ائمہ احادیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں۔ مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولا علی کی شہادت اور تحقیق بدبخت ترین اُمّت کا اُن کے سر مبارک کے خون سے داڑھی مبارک رنگے گا۔ اور (یہ کہ) تحقیق علی قسیم دوزخ ہیں۔ اپنے دوستوں کو جنّت اور

دشمنوں کو دوزخ میں داخل کریں گے۔

حضرات اہل سنّت! ان روایات سے صاف پتہ چلتا ہے۔ کہ مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اختیار دیا گیا۔ کہ جس کو چاہیں جنّت میں داخل کریں اور جسے چاہیں دوزخ میں دھکیل دیں۔ اس کے مالک ہیں۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ کمال سرور کائنات حضرت محمّد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کے واسطے سے ہے۔ لہٰذا خود سردارِ دوجہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی یہ اختیار حاصل ہوگا۔ اور آپ بتملیک الٰہی دوزخ کے مالک ہونگے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

تیسواں وعظ

پہلی تقریر

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ مالک احکام شریعت ہیں۔

(قرآن پاک کی روشنی میں)

اہل سُنّت وجماعت کا عقیدہ ہے۔ کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم شریعت کے احکام کے بتملیک الٰہی مالک ہیں۔ اپنی مرضی سے کسی پر کوئی چیز فرض فرما دیں۔ اور کسی کو معاف فرما دیں۔ اور بعطائے الٰہی حلال وحرام کے مالک ومختار ہیں۔ اس مسئلہ پر قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اور کثیرہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ پہلے قرآن مجید کی آیات سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنیئے:۔

(۱) وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ

نہیں لائق کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کر دیں۔ اللہ اور رسول اس کا کسی امر کا کہ انہیں کچھ اختیار رہے اپنی جانوں کا اور جو

وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ٥ (پارہ ۲۲ - سورت احزاب) حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

اس آیت کا شان نزول

آئمہ مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید فرما کر آزاد فرما دیا۔ اور اپنا متبنّٰی بنایا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ سید عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کا پیام بھیجا۔ پہلے تو وہ راضی ہوئیں۔ اس گمان سے کہ حضور پُرنور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں۔ مگر جب ان کو یہ پتہ چلا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طلب ہے۔ تو انکار کیا اور عرض کر بھیجا۔ کہ یا رسول اللہ میں حضور والا کی پھوپھی کی بیٹی ہوں۔ ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی۔ اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اسے سُن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تائب ہوئے۔ چنانچہ بعد میں نکاح ہو گیا۔

حضرات! آیت کے مفہوم اور شان نزول سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم مسلمانوں کے مال و جان اولاد کے مالک ہیں۔ اور ایسے مالک کہ اُن کے حکم مقابلہ میں کسی کو اپنی جان۔ مال و اولاد کا اصلاً کچھ اختیار نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ فرض نہیں۔ کہ وہ فلاں مرد سے ضرور نکاح کر لے۔ خصوصاً جبکہ وہ اس کا کفو بھی نہ ہو۔ خصوصاً عورت کا خاندان شرافت میں بلند و برتر ہو۔ مگر اس کے باوجود حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دیا ہوا پیغام نہ ماننے پر رب العالمین نے بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرضِ خدا کے چھوڑنے

پر فرمائے جاتے ہیں۔ اور اپنے رسول پاک کے نام کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ میرا رسول جو بات تمہیں فرمائیں۔ وہ اگرچہ ہمارا فرض نہ بھی تھی۔ تو اب رسول پاک کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی۔ اب مسلمانوں کو اس کے ماننے کا بالکل اختیار نہیں رہا۔ بلکہ جو نہ مانے گا۔ صریح گمراہ ہو جائے گا۔ ثابت ہوا کہ رسول پاک کے حکم سے کام فرض ہو جاتا ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ خدا کا فرض نہ بھی تھا۔ بلکہ وہ ایک مباح اور جائز امر تھا۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ احکام شریعت کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک ہیں۔ جو چاہیں اپنی طرف سے حکم فرما دیں۔ وہی شریعت ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں۔ کہ احکام شریعت حضور پر نور سیّد دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں۔ واجب فرما دیں۔ اور جو چاہیں ناجائز قرار دے دیں۔ جس شئے یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں۔ مستثنٰے کر دیں۔ امام عارف باللہ حضرت عبدالوہاب شعرانی سرہ الربانی رحمۃ اللہ علیہ۔

میزان الشریعۃ الکبریٰ میں حضرت سیّدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:۔

كَانَ الْإِمَامُ أَبُوْحَنِيْفَةَ مِنْ أَكْثَرِ الْأَئِمَّةِ أَدَبًا مَعَ اللهِ تَعَالٰى وَلِذٰلِكَ لَمْ يَجْعَلِ النِّيَّةَ فَرْضًا وَسَمَّى الْوِتْرَ وَاجِبًا لِكَوْنِهِمَا ثَبَتَا بِالسُّنَّةِ لَا بِالْكِتَابِ فَقَصَدَ بِذٰلِكَ تَمْيِيْزَ مَا فَرَضَهُ اللهُ تَعَالٰى وَتَمْيِيْزَ مَا أَوْجَبَهُ رَسُوْلُ

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابر ائمہ سے ہیں۔ جن کا ادب اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ ہے اور اسی واسطے انہوں نے نیت کو (وضو میں) فرض نہ کیا اور وتر کا نام واجب رکھا۔ کیونکہ یہ دونوں سُنّت سے ثابت ہیں۔ نہ قرآن پاک سے۔ تو امام نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا۔

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مَا فَرَضَہُ اللّٰہُ اَشَدُّ مِمَّا فَرَضَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَاتِ نَفْسِہٖ حِیْنَ خَیَّرَہُ اللّٰہُ اَنْ یُّوْجِبَ مَا شَآءَ اَوْلَا یُوْجِبُ۔ (میزان الشریعۃ جلد اوّل صـ۱۲۴)	کہ اللہ تعالیٰ کے فرض اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرض میں فرق وتمیز کردیں۔ اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ سخت (مؤکّد) ہے جیسے رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم نے خود اپنی طرف سے فرض کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اختیار دے دیا ہے۔ کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں یا واجب نہ کریں۔

علّامہ امام شعرانی کی اس منقول عبارت نے صراحتاً بتا دیا۔ کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمّد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک احکام شریعت ہیں جس چیز کو چاہیں واجب فرمادیں اور جسے چاہیں نہ کریں۔ اور یہی ہم اہلِ سُنّت بریلوی کہتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول حرام کرتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ (پارہ ۱۰ سورت توبہ)	لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے، اللہ اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ احکامِ شریعت کے مالک ومختار ہیں۔

حضور ستھری چیزیں حلال اور گندی چیزیں حرام فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۳) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ۔

(پارہ ۹ سورت اعراف)

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اس بھیجے ہوئے غیب کی بات بتانے والے کی جسے لکھا پائیں گے۔ اپنے پاس توریت و انجیل میں وہ انہیں حکم دے گا۔ بھلائی کا اور برائی سے منع فرماتا ہے۔ اور حلال کرے گا۔ ان کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کریگا اُن پر گندی چیزیں اور اُتارے گا ان پر سے ان کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو ان پر تھے؎

اس آیتہ کریمہ کے ان الفاظ پر غور کرو۔ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ کہ سرکار ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائی سے منع فرماتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آمر بھی ہیں اور ناہی بھی ہیں۔ یعنی مالک شریعت ہیں۔ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:-

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیْ فَلَا اَحَدٌ اَبَرُّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

(قصیدہ بردہ شریف صہ ۳۵)

ہمارے نبئ پاک صلی اللہ علیہ حکم دینے والے منع کرنے والے ہیں۔ پس لفظ لا اور نعم کہنے میں۔ کوئی آپ سے زیادہ نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم آمر اور ناہی ہیں - اور ایسے حاکم ہیں کہ جب کسے معاملہ میں لَا یا نعم (ہاں یا نہ) فرما دیں - تو کوئی شخص آپ کے خلاف نہیں کر سکتا - یہ ہے عقیدہ عارفین اور کاملین کا اور یہی عقیدہ اہلِ سُنّت بریلویوں کا ہے - اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۝

حضور کا یہ حکم واجب العمل ہے

اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَمَآ اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھَاکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

(پارہ سورت)

تم کو رسول پاک جو دیں اسے پکڑ لو اور جس سے منع فرما دیں - اس سے رُک جاؤ -

مطلب یہ ہے - کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم جس قسم کا حکم دیں خواہ کسی کام کے کرنے کا یا نہ کرنے کا اس حکم پر عمل کرنا اُمّت مسلمہ پر واجب اور ضروری ہے - کسی کو چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے - ثابت ہُوا - کہ حبیب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم شریعت کے حاکم ہیں - جو حکم صادر فرما دیں - واجب العمل ہوگا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ العزیز سے اس آیت کی تفسیر یُوں نقل فرماتے ہیں :-

اَیْ اِنِّیْ جَعَلْتُ لَہٗ اَنْ یَّاْمُرَ وَیَنْھٰی زَائِدًا عَلٰی تَبْلِیْغِ صَرِیْحِ اَمْرِنَا وَنَھْیِنَا اِلٰی عِبَادِنَا (کتاب الیواقیت والجواہر جلد دوم صفحہ ۵۴)

یعنی بے شک میں نے (خدا نے) اپنے حبیب کو یہ درجہ عنایت فرمایا ہے کہ آپ ہمارے صریح امر اور نہی سے زائد امر اور نہی فرمائیں -

الحاصل مندرجہ بالا آیات بیّنات سے ثابت ہوا - کہ ہمارے رسول معظّم جناب محمّد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم باذن اللہ حاکم شریعت ہیں - اس کا انکار نہ کرے گا - مگر جاہل یا ضدّی ؛

اکتیسواں وعظ

دوسری تقریر

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک احکام ہیں

(احادیث کی روشنی میں)

ہمارے رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم باذنِ اللہ شریعت کے مالک ہیں۔ اور احکام میں مختار ہیں جس پر جو حکم فرمائیں۔ مالک ہیں جس کو جس حکم سے مستثنےٰ فرما دیں۔ مختار ہیں۔ یہ مضمون بے شمار نورانی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اب مبارک حدیثیں سنئے۔

۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبہ میں فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوا فَقَالَ فَقَالَ رَجُلٌ أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُولَ اللهِ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلٰثًا فَقَالَ لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ (مشکوٰۃ ص۲۲۱)

اے لوگو! تحقیق تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ پس حج کرو۔ پس ایک شخص نے عرض کی کیا ہر سال یا رسول اللہ آپ خاموش رہے۔ یہانتک اُس نے تین مرتبہ کہا پس آپ نے فرمایا۔ اگر میں ہاں فرما دیتا تو البتہ حج واجب ہو جاتی اور تم اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حضرات! کتنی یہ حدیث مبارک واضح ہے۔ کہ آپ شخص مذکور کے جواب میں ہاں فرما دیتے۔ تو حج ہر سال واجب ہوتا۔ معلوم ہوا کہ ہمارے رسول معظم صلّی اللہ علیہ وسلّم احکام الٰہی کے مالک ہیں۔ اس لئے محقق علی الاطلاق حضرت عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس نورانی حدیث

کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ظاہراً این حدیث در آں است کہ احکام مفوض اند بآنحضرت (اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۳۰۲)	یہ حدیث اس مسئلہ میں ظاہر ہے۔ کہ احکامِ الٰہی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سپرد ہیں۔

۲- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَہٗ اُحُدٌ فَقَالَ ھٰذَا جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ اَللّٰھُمَّ اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَاِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا رواہ المسلم والبخاری (مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۰)	(ایک سفر میں) نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے اُحد پہاڑ ظاہر ہوا۔ فرمایا یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبّت کرتا ہے۔ اور ہم اس سے پیار کرتے ہیں۔ اے اللہ ابراہیم (علیہ السّلام) نے مکّہ کو حرم بنایا اور بیشک میں حرم بناتا ہوں جو مدینہ کے دو پہاڑیوں کے درمیان ہے۔

۳- حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ نبیٔ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ فَجَعَلَھَا حَرَامًا وَاِنِّیْ حَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ حَرَامًا مَا بَیْنَ مَازِمَیْھَا اَنْ لَّا یُھْرَاقَ فِیْھَا دَمٌ وَلَا یُحْمَلُ فِیْھَا سِلَاحٌ لِقِتَالٍ وَلَا تُخْبَطُ فِیْھَا شَجَرَۃٌ اِلَّا لِعَلَفٍ رواہ مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۲۳۹)	بیشک ابراہیم (علیہ السّلام) نے مکّہ معظّمہ کو حرام کرکے حرام بنا دیا اور بیشک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بنا کر حرام کر دیا کہ اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے نہ لڑائی کے لئے ہتھیار اُٹھائے جائیں اور نہ کسی درخت کو قطع کیا جائے مگر جانوروں کو چارہ دینے کے لئے۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ کو حرم بنایا۔ اور آپ کے حرام کر دینے سے مدینہ طیبہ حرم ہو گیا۔ لہٰذا باذن اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مالک احکام ہیں۔

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا کہ:۔

لا هجرة ولكن جهاد ونية وإذا استنفرتم فانفروا وقال يوم فتح مكة إن هذا البلد حرمه الله يوم خلق السموات والأرض فهو حرام بحرمة الله إلى يوم القيامة وإنه لم يحل القتال فيه لأحد قبلي ولم يحل لي إلا ساعة من نهار فهو حرام بحرمة الله إلى يوم القيمة لا يعضد شوكه ولا ينفر صيده ولا يلتقط لقطته إلا من عرفها ولا يختلى خلاها فقال العباس يا رسول الله إلا الإذخر فإنه لقينهم ولبيوتهم فقال إلا الإذخر رواه البخاري والمسلم (مشکوٰۃ ص ۲۳۸)

(اب) ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے اور جس وقت تم نکالے جاؤ (جہاد کے لئے) تو نکلو۔ اور فتح مکہ کے روز فرمایا کہ بے شک یہ شہر ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام بنایا، اس دن سے جبکہ آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا پس وہ حرام ہے اللہ کے حرام کرنے سے قیامت کے دن تک اور تحقیق شان یہ ہے کہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے اس میں جنگ کرنا حلال نہیں کیا۔ نہ میرے لئے حلال کیا۔ مگر ایک ساعت دن سے پس وہ حرام ہے اللہ کے حرام کرنے سے قیامت کے دن تک اس کا کانٹا نہ کاٹا جائے نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے اور نہ اٹھائے اس کی گری ہوئی چیز کو مگر وہ شخص جو اس کی تعریف کرے اور نہ اس کا گھاس کاٹا جائے پس عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

عرض کی۔ یا رسول اللہ مگر اذخر (کہ اُس کی استثناء فرمائیے) بے شک وہ لوہاروں اور لوگوں کے گھروں کے کام آتا ہے پس فرمایا مگر اذخر کہ وہ مستثنیٰ ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہُوا۔ کہ حبیب خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم احکام کے مالک ہیں جس چیز کو چاہیں حلال فرمادیں اور جس چیز کو چاہیں حرام فرمادیں۔ حضرت عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

در مذہب بعضے آن است کہ احکام مفوض بُود بوے صلّی اللہ علیہ وسلّم ہرچہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند۔

بعض حضرات کا مذہب ہے کہ احکام حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سپرد ہیں۔ جو کچھ چاہیں اور جس پر چاہیں حلال اور حرام کر دیں۔

(اشعۃ اللمعات جلد ثانی صفحہ ۳۸۵)

اسی طرح امام شعرانی میزان کبریٰ میں فرماتے ہیں:۔

وَإِنْ كَانَ الْحَقُّ تَعَالَىٰ جَعَلَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُّشَرِّعَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهِ مَا شَاءَ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ تَحْرِيْمِ شَجَرِ مَكَّةَ فَإِنَّ عَمَّهُ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ لَمَّا قَالَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِلَّا الْإِذْخِرَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الْإِذْخِرَ وَلَوْ أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ لَمْ يَجْعَلْ لَهُ أَنْ يُّشَرِّعَ مِنْ قِبَلِ نَفْسِهٖ

اگرچہ حق تعالیٰ نے صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ منصب دیا تھا۔ کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکّہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے (کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے کی ممانعت فرمائی) تو حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اذخر گھاس کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اذخر کو اس حکم سے نکال

لَمْ يَتَجَرَّأْ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَسْتَثْنِیَ شَيْئًا مِمَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (میزان کبریٰ جلد اوّل ص۴۸)

دیا۔ یعنی اس کا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرما دیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی۔ اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرما دیں۔

حضرات! امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت نے واضح کر دیا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اختیار ہے۔ کہ جس چیز کو حلال فرما دیویں۔ اور آپ احکام شریعت کے مالک و مختار ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

۴۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ محبوب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ اَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ اِلٰی ثُلُثِ اللَّيْلِ اَوْ نِصْفِهٖ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ ص۶۱)

اگر اپنی اُمّت کو مشقّت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک مؤخّر کر دینا (وجوبًا)

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا۔ کہ اگر حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز عشاء کا وقت تہائی رات یا آدھی رات وجوبًا مقرر فرما دیتے۔ تو آپ کو اختیار تھا۔ مگر اُمّت پر شفقت فرماتے ہوئے یہ حکم صادر نہ فرمایا۔ کہ میری مشقّت میں نہ پڑ جائے۔ تاہم آپ کو اختیار ضرور تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ احکام شریعت کے مالک و مختار ہیں۔ کہ جس حکم کو چاہیں واجب فرما دیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے وہ حکم واجب نہ بھی کیا ہو:۔

(۵) عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بیشک نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے

أَعْطَاهُ غَنَمًا يُقَسِّمُهَا عَلٰى صَحَابَتِهٖ ضَحَايَا فَبَقِيَ عَتُوْدٌ فَذَكَرَهٗ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِّ بِهٖ اَنْتَ رواه البخاری و المسلم (مشکوٰۃ ص۱۲۷)

ان کو بکریاں عطا فرمائیں - کہ وہ ان کو حضور کے صحابہ پر تقسیم کر دیں قربانی کے طور پر (انہوں نے ان کو تقسیم کر دیا) پس ایک ششماہی بکری باقی رہ گئی - پس عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا - پس آپ نے فرمایا کہ تو اپنی اس سے قربانی کر لے ؂

عقود اس بکری کے بچہ کو کہتے ہیں - کہ جس کی عمر سال سے کم ہو اور اکثر سال اس پر گزر چکا ہو - حالانکہ بکری سال سے کم ہو - تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے - مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اجازت دے دی - کہ سال سے کم عمر والی بھی بکری ذبح کرنے سے تیری قربانی صحیح ہو جائے گی - اس سے ثابت ہوا - کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم احکام کے مالک ہیں - کہ جس حکم کو جس شخص کے ساتھ مخصوص فرما دیں - مختار ہیں - علامہ محقق حضرت عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں :-

آنحضرت را برسد کہ تخصیص کند بعض احکام را بہ بعض اشخاص و احکام مفوض بود بوے بر قول صحیح (اشعۃ اللمعات جلد اول ص۶۰۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لائق ہے کہ بعض اشخاص کے ساتھ خاص فرما دیں اور احکام شریعت آپ کی طرف سپرد کئے گئے ہیں صحیح قول پر -

حضرات! اس حدیث پاک اور اس کی شرح سے بخوبی سمجھا جاتا ہے - کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم احکام کے مالک و مختار ہیں - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ -

بتیسواں وعظ

تیسری تقریر

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم مالکِ احکام ہیں۔

(احادیث کی روشنی میں)

(۶) حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں:۔

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ قَالَتْ كَانَ مِنْهُ النِّيَاحَةُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا اٰلَ فُلَانٍ فَاِنَّهُمْ كَانُوْا اَسْعَدُوْنِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَا بُدَّ لِيْ مِنْ اَنْ اُسْعِدَهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اٰلَ فُلَانٍ۔

(مسلم جلد اوّل صـ۳۰۴)

جبکہ یہ آیت نازل ہوئی کہ عورتیں آپ کی بیعت اس شرط پر کریں کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں گی اور اچھے کام میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مُردے پر بین کرنا بھی اس میں داخل تھا۔ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ فلاں گھر والوں کو استثنا فرما دیجئے۔ کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں میری مدد کی تھی۔ یعنی میرے ساتھ ہو کر میرے ایک میت پر نوحہ کیا تھا۔ پس ضروری ہے کہ میں (رونے میں) ان کی مدد کروں۔ پس فرمایا رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اچھا آل فلاں کو مستثنیٰ کر دیا۔

حضرات! میّت پر نوحہ کرنا گناہ ہے۔ مگر نبی مختار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آل فلاں کی میّت پر نوحہ کرنے کو اجازت

عطا فرما دی۔ کہ وہ اگر نوحہ آلِ فلاں پر کریں گی۔ تو گناہ نہ ہوگا۔ ثابت ہوا کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم احکام کے مالک ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کے نیچے لکھتے ہیں:۔

هٰذَا مَحْمُوْلٌ عَلَى التَّرْخِيْصِ لِاُمِّ عَطِيَّةَ فِيْ اٰلِ فُلَانٍ خَاصَّةً كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ وَ لِلشَّارِعِ اَنْ يَّخُصَّ مِنَ الْعُمُوْمِ مَا شَآءَ۔
(شرح نووی ص۳۰۴)

یہ اس بات پر محمول ہے کہ حضور نے خاص رخصت امّ عطیہ کو دی تھی۔ خاص آلِ فلاں کے بارے میں جیسا کہ ظاہر ہے اور شارع (نبی پاک) کو اختیار ہے۔ کہ عام حکموں سے جو چاہیں خاص فرما دیں۔

(۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ هَلَكْتُ میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا مَا لَكَ۔ کیا ہے۔ عرض کی وَقَعْتُ عَلٰى اِمْرَاَتِيْ وَاَنَا صَائِمٌ میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی فرمایا:۔

هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ اِجْلِسْ

کیا غلام آزاد کر سکتا ہے عرض کی نہیں فرمایا کیا دو ماہ کے لگاتار روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا بیٹھ جا۔

اتنے میں ایک ٹوکرا کھجوروں کا خدمت اقدس میں لایا۔ حضور نے فرمایا سائل کہاں ہے۔ اس نے عرض کی۔ میں حاضر ہوں۔ فرمایا:۔

خُذْ هٰذَا فَتَصَدَّقْ بِهٖ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى اَفْقَرَ مِنِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَوَاللّٰهِ مَا بَيْنَ

یہ ٹوکرا پکڑ لے اور اسے خیرات کر دے۔ مرد نے عرض کی، کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر یا رسول اللہ۔ خدا کی

لَا بَتَیْهَا اَهْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ اَهْلَكَ - رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ ص۱۷۶)

قسم مدینہ پاک دونوں پہاڑیوں کے درمیان میرے گھر والوں سے کوئی گھر والا زیادہ محتاج نہیں دیہ سن کر، حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم ہنس پڑے یہانتک کہ آپ کے دانت مبارک ظاہر ہو گئے۔ پھر فرمایا (جا) اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

حضرات! گناہ کا ایسا کفّارہ بھی کسی نے سُنا ہے کہ ٹوکرا کھجوروں کا اپنی سرکار سے عطا فرماتے ہیں۔ کہ حکم ہوتا ہے۔ کہ خود کھالو تمہارے گناہوں کا کفارہ بن گیا۔

سبحان اللہ یہ ہیں حبیب خدا محمّد رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم کو ایک گنہگار کی سزا کو انعام سے بدل ڈالتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک احکام ہیں۔

حضرات اہل سُنّت! بعض لوگ اس حدیث کی تاویل کرکے ہمارے بیان کردہ مضمون کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ لہٰذا فقیر قادری اسی مضمون کو مزید اطمینان کے لئے ثابت کرتا ہے۔ کہ سنن ابی داؤد میں امام ابن شہاب ہری سے منقول ہے:۔

اِنَّمَا كَانَ هٰذِهٖ رُخْصَةً لَّهٗ خَاصَّةً وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا فَعَلَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ بُدٌّ مِّنَ التَّكْفِيْرِ۔

(فتح القدیر جلد اوّل ص۳۹۴)

بے شک یہ خاص اسی شخص کے لئے رخصت تھی۔ آج اگر کوئی شخص ایسا کرے گا۔ تو کفّارہ سے چارہ نہیں۔

نیز دار قطنی میں یہ الفاظ ہیں:۔

كُلُهُ أَنْتَ وَعِيَالُكَ فَقَدْ كَفَّرَ اللهُ عَنْكَ۔ (فتح القدیر جلد اوّل ص ۳۹۴)	تو اور تیرے اہل وعیال یہ خرمے کھالیں، کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفّارہ ادا فرما دیا۔

اسی لئے حضرت ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

والظاهر انه خصوصية ظاہر یہی ہے کہ اس طرح کفارہ ادا ہونا اسی شخص کے ساتھ خاص ہے۔ اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے منجملہ خصائص سے ہے۔ (فتح القدیر جلد اوّل ص ۳۹۴)

۸ زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ کہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے عرض کی:۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ سَالِمًا يَدْخُلُ عَلَيَّ وَهُوَ رَجُلٌ وَفِي نَفْسِ أَبِي حَذَيْفَةَ مِنْهُ شَيْئٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضِعِيْهِ حَتّٰى يَدْخُلَ عَلَيْكِ۔ (مسلم جلد اوّل ص ۴۶۹۔ نسائی جلد دوم ص ۶۹۔ ابن ماجہ ص ۱۴۱)	یا رسول اللہ کہ بیشک سالم (آزاد کردہ غلام) میرے سامنے آتا جاتا ہے اور وہ جوان تھے، حالانکہ ابو حذیفہ کو یہ ناگوار ہے۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تو اس کو دودھ پلادو، تاکہ وہ تجھ پر (بلا پردہ) داخل ہوتا رہے۔

حضرات! یہ حدیث پاک اعلیٰ ندا کے ساتھ بتا رہی ہے۔ کہ ہمارے مولا حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلّم مالک احکام ہیں۔ کیونکہ اولاً تو جوان مرد کو کسی عورت کو دودھ پینا ہی حلال نہیں۔ ثانیاً اگر پی بھی لے۔ تو اس سے بیٹا رضاعی نہیں بن سکتا۔ مگر نبی مختار نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مستثنٰے فرما دیا۔ اسی لئے حضرت صدیقہ کے سوا تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے فرمایا:۔

مَا نَرٰی هٰذِهٖ اِلَّا رُخْصَةً اَرْخَصَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِسَالِمٍ خَاصَّةً (مسلم جلد دوم ص۴۶۹)

ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خاص سالم کے لئے فرمائی تھی۔

(۹) حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا:۔

یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یُّجْنِبَ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَ غَیْرُكَ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص۵۶۵)

اے علی میرے اور تمہارے سوا کسی کو حلال نہیں، کہ اس مسجد میں بحالت جنابت داخل ہو۔

اس حدیث پاک سے واضح ہے۔ کہ سید دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک احکام ہیں۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم زوجہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھیں۔ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں مدینہ طیبہ میں اپنی شاہزادی کی تیمارداری کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا

اِنَّ لَكَ اَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهٗ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص۵۶۲)

بے شک تمہارے لئے حاضرین بدر کے برابر ثواب ہے اور غنیمت کا حصّہ ہے۔

یہ ہے اختیار مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بغیر حاضری جہاد کے ثواب میں بھی شریک فرمایا۔ اور غنیمت کا حصّہ بھی دلوا دیا۔ حالانکہ جو حاضر جہاد نہ ہو وہ غنیمت سے حصّہ نہیں پاتا۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ	اگر مشقت اُمّت کا خوف نہ ہوتا
لَاَمَرْتُهُمْ بِتَاخِيْرِ الْعِشَآءِ	تو البتّہ میں ان کو امر (بطور فرض)
وَبِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ	کرتا کہ وہ نماز عشاء میں تاخیر کرتے
(رواہ البخاری والمسلم (مشکوٰۃ) صلاۃ)	اور (وضوء) ہر نماز کے وقت مسواک
	کریں۔

اس مبارک حدیث سے معلوم ہُوا۔ کہ رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک احکام ہیں۔

تحقیق انیق مجدد مائۃ حاضرہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ امر دو ۲ قسم ہے۔ حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰی فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ۔ دُوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت وَذٰلِكَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ بِالسِّوَاكِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيَّ احمد عن واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسندِ حسنٍ اور ندبی تو یہاں قطعًا حاصل ہے۔ تو ضرور نفی حتمی کی ہے۔ امر حتمی بھی دو قسم ہے۔ ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضی فرضیت طینت خواہ من جہتہ الروایۃ یا من جہتہ الدلالۃ ہمارے حق میں ہوتی ہے۔ حضور سیّد دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جس کے سرا پردہ عزّت کے گرد ظنون کو اصلاً بار نہیں۔ تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں۔ وہاں یا فرض ہے یا مندوب نَصَّ عَلَيْهِ الْاِمَامُ الْمُحَقِّقُ حَيْثُ اَطْلَقَ فِي الْفَتْحِ اب واضح ہوگیا۔ کہ ان ارشادات کریمہ کے قطعًا یہی معنی ہیں۔ کہ میں چاہتا تو اپنی اُمّت پر ہر نماز کے لئے یعنی ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرما دیتا۔ مگر ان کی مشقّت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کئے۔ اور اختیار احکام کے کیا معنے

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ (الامن والعلی ص۲۵)

(۱۲) حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اَلَا یُوْشِکُ رَجُلٌ شَبْعَانٌ عَلٰی اَرِیْکَتِہٖ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِیْہِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْہُ وَمَا وَجَدْتُّمْ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْہُ اِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَمَا حَرَّمَ اللّٰہُ الحدیث رواہ ابوداؤد الدارمی وکذا ابن ماجہ (مشکوٰۃ ص۲۹)

سُن لو مجھے قُرآن اور اس کے ساتھ اس کا مثل دیا گیا ہے یعنی حدیث خبردار قریب ہے۔ ایک شخص پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا کہے گا۔ لازم پکڑ دو، اس قُرآن کو جو اس میں حلال ہے اسے حلال جانو اور اس میں حرام ہے، اسے حرام مانو اور تحقیق جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا ہے وہ بھی اسی کے مثل ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

فائدہ ایمان دار کی پہلی نگاہ بتائے گی۔ کہ اس نورانی حدیث میں صراحتاً حرام کی دو قسمیں بیان فرمائیں۔ ایک وہ جسے اللہ عزّوجل نے حرام فرمایا۔ دوسرا وہ جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا۔ نیز فرمایا۔ کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔ برابری نفس حرمت میں ہے۔ لہٰذا اس ارشاد علماء کے منافی نہیں۔ کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد و اقوی ہے۔ دوسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب ثابت ہُوا۔ کہ آپ نے پہلے ہی بتا دیا۔ کہ ایک پیٹ بھرا میری حدیث پاک کا انکار کرے گا۔ چنانچہ اس ارشاد کے موافق عبداللہ چکڑالوی وہابی نے چودھویں صدی ہجرت میں بمقام لاہور حدیث رسول پاک کا صاف

انکار کر دیا۔ اور کہا کہ صرف قرآن پاک ہی کافی ہے۔ حدیث پاک کی ضرورت نہیں۔ قربان جائیے نگاہ مصطفےٰ پر کہ جس نگاہ نے چودہ سو سال قبل اس چکڑالوی کو ملاحظہ فرما کر اپنی اُمّت کو اس کے مکر و فریب سے خبردار کیا۔

تینتیسواں وعظ

چوتھی تقریر

حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم مالک احکام ہیں۔ اقوال صحابہ اور محدّثین کی روشنی میں!

۱۔ حضرت ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثًا وَّلَوْ مَضٰی السَّائِلُ عَلٰی مَسْئَلَتِہٖ لَجَعَلَھَا خَمْسًا (ابن ماجہ صـ۴۲)

رسول خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے (مسح موزہ) کی مدّت تین رات مقرر فرمائی اگر سائل اپنے سوال پر جاری رہتا یعنی مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کر دیتے۔

۲۔ ایک روایت معانی الآثار میں ہے۔ کہ حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی حدیث پاک میں فرمایا:۔

وَلَوِ اسْتَزَدْنَاہُ لَزَادَنَا۔ معانی الآثار جلد اوّل صـ۴۲)

اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے، تو آپ مُدّت اور بڑھا دیتے۔

۳۔ یہی حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم

سے روایت کرتے ہیں :-

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ جَعَلَ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيَهُنَّ وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً قَالَ وَلَوْ اَطْنَبَ لَهُ السَّائِلُ فِيْ مَسْئَلَتِهٖ لَزَادَهٗ

تحقیق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدّت مسافر کے لئے تین دن رات اور مقیم کے لئے ایک دن رات مقرّر فرمائی، اگر مانگنے والا مانگے جاتا۔ تو حضور اور زیادہ مدّت عطا فرماتے۔

شرح معانی الآثار جلد اوّل ص۴۲)

حضرات! ان تینوں روائتوں کو پڑھو۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہی تھا۔ کہ سلطان دارین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم احکام کے مالک و مختار ہیں۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ وسلّم کا عقیدہ :-

اَلْقِسْمُ الثَّانِيْ مَا اَبَاحَ الْحَقُّ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّسُنَّهٗ عَلٰى رَأْيِهٖ هُوَ عَلٰى وَجْهِ الْاِرْشَادِ لِاُمَّتِهٖ كَتَحْرِيْمِ لُبْسِ الْحَرِيْرِ عَلَى الرِّجَالِ وَقَوْلِهٖ فِيْ حَدِيْثِ تَحْرِيْمِ مَكَّةَ اِلَّا الْاِذْخِرَ حِيْنَ قَالَ لَهٗ عَمُّهُ الْعَبَّاسُ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَوْلَا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَانَ يُحَرِّمُ جَمِيْعَ نَبَاتِ الْحَرَمِ

(شریعت کی کئی قسمیں کیں ایک وہ جس پر وحی وارد ہوئی) دوسری قسم وہ ہے، جو مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلّم کو ان کے رب تعالیٰ نے ماذون فرما دیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرما دیں۔ اپنی اُمّت کے لئے طریق ارشاد پر جیسا کہ مردوں پر ریشم کا پہننا حرام فرمایا اور آپ کا قول مبارک اس حدیث میں کہ مکّہ کی حرمت اِذخر کے سوا جبکہ آپ کو آپ کے چچا عباس نے کہا تھا یا رسول اللہ اذخر کو مستثنٰے فرما

لَمْ یَسْتَثْنِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاِذْخِرَ لَمَّا سَأَلَہٗ عَمُّہُ الْعَبَّاسُ فِیْ ذٰلِکَ وَنَحْوَ حَدِیْثِ وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا فِیْ جَوَابِ مَنْ قَالَ لَہٗ فِیْ فَرِیْضَۃِ الْحَجِّ اَکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ۔

(میزان کبریٰ جلد اوّل ص۵۵)

دیں تو آپ نے فرمایا اذخر کو مستثنیٰ کر دیا۔ اگر اللہ عزّ وجل نے مکہ عظمہ کی ہر انگوری کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اذخر کو مستثنیٰ فرمانے کی کیا حاجت ہوتی جبکہ آپ کے چچا نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا۔ اور اسی طرح آپ کا ارشاد کہ اگر میں ہاں فرما دیتا تو حج فرض ہو جاتی اس شخص کے جواب میں جس نے کہا تھا۔ کہ کیا ہر سال حج فرض ہے فرمایا نہیں مگر میں ہاں فرما دیتا۔ تو حج فرض ہو جاتی۔

فائدہ ان اقوال کی روشنی میں ظاہر ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار ہیں۔ کہ جس چیز کو چاہیں۔ اپنی امت پر فرض فرما دیں۔ اور جس چیز کو چاہیں حلال فرما دیں۔

امام علامہ شیخ احمد شہاب الدین قسطلانی شارح بخاری کا قول مبارک

مِنْ خَصَائِصِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنَّہٗ کَانَ یَخُصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ

(مواہب لدنیہ بحوالہ انوار محمدیہ ص۳۱۹)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے جس حکم سے چاہتے خاص فرما دیتے۔

فاضل جلیل عالم نبیل حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا ایمان افروز دل کش نورانی قول:-

آنحضرت متولیٔ امور مملکت الٰہیہ گماشتہ درگاہ عزت بود کہ تمامہ امور

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت خدا کے منتظم اور دربار خدا کے مقرر

واحکام کون و مکان بوئے مفوض بود و کدام دائرہ مملکت واسع تر از مملکت و سلطنت دے بود (اشعۃ اللمعات جلد اوّل ص۶۴۴)

کردہ حاکم ہیں تمام اور کون و مکان کے احکام آپ کو سپرد ہیں اور کوئی سلطنت آپ کی سلطنت و بادشاہی سے زیادہ وسیع نہیں ہے۔

حضرات! یہ ہیں بزرگان دین اور محدّثین وائمہ دین کے مبارک عقائد جن کا تھوڑا سا بیان مذکور ہوا۔ اور چودھویں صدی کے بدنصیب آج منبروں پر کھلے بندوں کہہ رہے ہیں۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز پر کسی طرح اختیار نہیں۔ العیاذ باللہ۔

چونتیسواں وعظ

گیارھویں شریف کسے کہتے ہیں؟

(رسالہ گیارہویں از مولانا علم الدین صاحب مرحوم)

تمام اہلِ السنّت والجماعت مسلمان اور صوفیائے کرام دیگر نذر و نیاز الٰہی اور خیرات و صدقات کے علاوہ ہر قمری ماہ کی گیارھویں تاریخ کو بھی محض خدا تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لئے حسب توفیق بکثرت کھانا پکواتے اور غرباء و مساکین کو فی سبیل اللہ کھلا دیتے ہیں۔ اور کسی قدر قرآن شریف پڑھ کر یا اگر ممکن ہو۔ تو کچھ وعظ و نصیحت اور مناقب و فضائل غوث الاعظم و دیگر اولیاء اللہ بیان کر کے اس قرآن شریف اور کھانے کا ثواب بتوسّل حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب غوث الاعظم جملہ مؤمنین اور دیگر بزرگان دین کے ارواحِ مقدسہ کو بخش دیتے ہیں۔ اور یہ نیاز عرف عام میں گیارھویں شریف کہلاتی ہے۔

گیارھویں شریف کی اصل حقیقت

اب دیکھنا یہ ہے کہ گیارھویں شریف کی نیاز کی اصل حقیقت کیا ہے اور یہ کس طرح جاری ہوئی ہے سو اس کے متعلق کتاب قرۃ الناظرہ وخلاصۃ المفاخر امام یافعی صفحہ ۱۱ میں لکھا ہے "ذکر یازدہم حضرت غوث الثقلین علیٰ نبینا و علیہ السّلام بود ارشاد شد کہ اصل یازدہم این بود کہ حضرت غوثِ صمدانی بتاریخ یازدہم ربیع الآخر فاتح چہلم پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم کردہ بودند۔ آں نیاز آں چناں مقبول ومطبوع اُفتاد کہ در ہر ماہ بتاریخ یازدہم فاتحہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم مقرر فرمودند و دیگر اتّباع حضرت غوث پاک بتقلید وے علی نبینا و علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یازدہم میکردند۔ آخر رفتہ رفتہ یازدہم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد المحال مردم فاتحہ حضرت شاں در یازدہم میکنند و تاریخ وصالِ حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم ہفتدہم ربیع الثانی است باتّفاق

ترجمہ:۔ حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں شریف کا ذکر تھا۔ ارشاد ہُوا کہ گیارھویں شریف کی اصلیت یہ تھی۔ کہ حضرت غوث صمدانی حضور پُرنُور پیغمبر خدا احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم وآلہ واصحابہ وسلّم کے چالیسویں کا ختم شریف ہمیشہ گیارہ ماہ ربیع الآخر کو کیا کرتے تھے۔ وہ نیاز اتنی مقبول اور مرغوب ہوئی۔ کہ ازاں بعد آپ نے ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو حضور علیہ السّلام کا ختم شریف مقرر فرما دیا۔ اور پھر دوسرے لوگ بھی آپ کی اتباع میں گیارہ تاریخ کو ہی نبی کریم رؤف ورحیم صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلّم کا ختم اور نیاز دلانے لگے۔ آخر رفتہ رفتہ یہی نیاز غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں مشہور ہوگئی۔ آج کل لوگ محبوب سُبحانی غوث صمدانی قطب ربانی جناب سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ اور عرس شریف

بھی گیارہ تاریخ کو ہی کرتے ہیں۔ ورنہ تاریخ وفات آپ کی سترہ ربیع الثانی ہے۔ نیز شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ماثبت بالسنّۃ صفحہ ۱۲۷ میں حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم وصال بھی گیارہ ربیع الآخر اور گیارھویں شریف کو آپ کا عرس مبارک لکھا ہے فرماتے ہیں۔ هُوَ الَّذِي أَدْرَكْنَا عَلَيْهِ سَيِّدَنَا الشَّيْخَ الْإِمَامَ الْعَارِفَ الْكَامِلَ الشَّيْخَ عَبْدَ الْوَهَّابِ الْقَادِرِيَّ الْمُتَّقِيَّ فَإِنَّهُ قُدِّسَ سِرُّهُ كَانَ يُحَافِظُ فِي يَوْمِ عُرْسِهِ هٰذَا التَّارِيْخَ الخ وَقَدِ اشْتَهَرَ فِي دِيَارِنَا هٰذَا الْيَوْمُ الْحَادِي عَشَرَ وَهُوَ الْمُتَعَارَفُ عِنْدَ مَشَائِخِنَا مِنْ أَوْلَادِهِ۔ یعنی یہ (گیارہ ربیع الآخر) وہ تاریخ ہے جس پر ہم نے پیشوا مقتدر خداشناس شیخ کامل عبدالوہاب قادری پرہیزگار رکھنے والے کو پایا ہے۔ یہ بزرگ اسی تاریخ کو نگاہ رکھتا تھا۔ یا تو اسی روایت کے اعتماد پر یا اس سبب سے کہ اپنے پیر شیخ علی متقی کو دیکھا ہو۔ اور ہمارے ملک میں آجکل (آپ کی تاریخ وصال) گیارہویں تاریخ کو ہی مشہور ہو رہی ہے۔ اور ہمارے ہندوستان کے مشائخ اور ان کی اولاد کے نزدیک یہی متعارف (مشہور) ہے۔ اور یہ سنّت (نیاز گیارھویں شریف) بزرگانِ دین متین سے ظاہر ہوئی ہے۔" ثابت ہوا کہ گیارہویں شریف خواجۂ دوسرائے حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور جناب غوث صمدانی سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عُرس شریف ہے۔ اب ہم عُرس کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔

عُرس کیا ہوتا ہے؟

اولیاء اللہ اور مومنین کے یوم وصال کو عُرس کیوں کہتے ہیں؟ اس کے ثبوت کے لئے ہم مشکوٰۃ شریف کے کتاب الجنائز سے چند حدیثیں نقل کرتے ہیں:-

۱۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ جب مومن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو اُس کو رضائے الٰہی اور عنایات وبخشش خداوندی کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ فَلَيْسَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا اَمَامَهٗ فَاَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ وَاَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ اور وہ اس خوشخبری کو پاکر دولت وزینتِ دُنیا کے مقابلے میں آئندہ کی ہر چیز کو محبوب رکھنے لگتا ہے۔ پس وہ مومن اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور دیدار کا مشتاق ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اُس کی ملاقات کو دوست رکھتا ہے (مشکوٰۃ شریف) ؎

خُوب تر زیں در جہاں چہ بود کار
دوست بادوست رود یار بیار

۲۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ يَسْتَرِيْحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْيَا وَاَذَاهَا اِلٰى رَحْمَةِ اللّٰهِ یعنی بندۂ مومن مرنے کے سبب سے دنیا کی تکالیف اور اس کی ایذا سے راحت اور خدا کی رحمت کی طرف جاتا ہے (مشکوٰۃ) جیسا کہ امیر مینائی کہتے ہیں ؎

رُوح جنّت میں ہے بدن اندر مزار کے
کشتی ہماری ڈوب گئی پار اُتار کے

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ اَلْمَوْتُ (رواہ بیہقی فی شعب الایمان) یعنی مومن کے حق میں مرنا بمنزلہ تحفہ کے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیونکہ اس کے سبب سے انسان ثواب اور دارِ آخرت کو پہنچتا ہے ؎

بڑے ناداں ہیں جو لوگ ڈرتے ہیں اَجَل سے
اجل تو نام ہے اک زندگانی کے نگہباں کا

کسی دوسرے صاحب کا قول ہے ع نشنیدۂ کہ ہر کہ بمیرد تمام شد

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ قبضِ رُوح کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اگر وہ مرد مومن صالح اور پرہیزگار ہوتا ہے تو کہتے ہیں اُخْرُجِیْ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الطَّیِّبَةُ کَانَتْ فِی الْجَسَدِ الطَّیِّبِ اُخْرُجِیْ حَمِیْدَۃً وَّاَبْشِرِیْ بِرَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَّرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَانَ فَلَا تَزَالُ یُقَالُ لَهَا ذٰلِكَ الخ (رواہ ابن ماجہ) یعنی اے جان پاک جو پاک جسم میں تھی نکل اور خدا تعالیٰ کے رزق راحت اور ملاقات سے خوش ہو۔ پس وہ روح نکلتی ہے اور اُس سے ایسی خوشبو آتی ہے جیسے کستوری و مشک وغیرہ۔ پھر وہ رحمت کے فرشتے اسی طرح نہایت ادب و احترام اور خوشی خرّمی سے اس کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں اور آسمان کے دربان یہ معلوم کر کے یہ سعید رُوح ہے اسی طرح اُسے خدا تعالےٰ کی خوشنودی اور عیش و آرام جنّت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ حتّٰی کہ اسی طرح وہ رُوح خاص رحمت و قربِ الٰہی عرش معلّٰے تک پہنچ جاتی ہے، سچ ہے ؎

مزے جو مرنے کے عاشق بیاں کبھی کرتے
مسیحا و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

ف۔ مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے کہ رُوحِ مومن زمین و آسمان میں سیر کرتی ہے۔ جنّت کے میوے کھاتی اور جہاں دل چاہتا ہے جاتی ہے اور عرش معلّٰے کی قندیلوں میں جگہ پکڑتی ہے اور اس کو اپنے بدن کے ساتھ بھی اس طرح کا تعلق رہتا ہے کہ وہ اپنی قبر میں قرآن شریف اور نماز پڑھتا ہے چین کرتا اور مانندِ دولہا کے سوتا ہے اور اپنے حسب مقام اور مرتبہ جنّت میں اپنی منازل دیکھتا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق　　ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

۵- اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بوقت وصال مومن رحمت کے فرشتے سفید ریشمی کپڑا لاتے ہیں اور روح مومن کو مبارکباد اور خوشخبری دیتے ہیں۔ پس روحِ مومن خوشبو مشک اور کستوری کی طرح نکلتی ہے اور فرشتے اُس کو دست بدست تبرکاً اور تعظیماً آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں۔ مَا اَطْیَبَ هٰذِهِ الرِّیْحَ الَّتِیْ جَآءَتْکُمْ مِنَ الْاَرْضِ فَیَأْتُوْنَ بِهٖ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَلَهُمْ اَشَدُّ فَرَحًا بِهٖ مِنْ اَحَدِکُمْ وَغَائِبِهٖ یَقْدَمُ عَلَیْهِ یعنی کتنی عمدہ خوشبو ہے جو زمین سے آئی۔ پھر ارواحِ مومنین کے پاس اُس کو لاتے ہیں اور تمام روحیں اُس کو دیکھ کر اس قدر خوش ہوتی ہیں۔ کہ جس طرح کسی سفر میں گئے ہوئے آدمی کی واپسی پر اُس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔ یہانتک کہ اُسے خداوند تعالیٰ کے پاس لے جاتے ہیں (رواہ احمد و نسائی)

امیر مینائی کہتے ہیں ؎

روحیں کشتوں کی گلے ملتی ہیں شاداں ہو کر — عید سے عید ہوئی یار پہ قرباں ہو کر

اقبال کہتے ہیں ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم — چو مرگ آید تبسّم بر لب اوست

۶- خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو۔ اور اُس کو زمین کی طرف لوٹاؤ۔ پھر اُس کی روح جسم میں واپس آجاتی ہے اور منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں۔ وہ نہایت عمدہ طریقے سے سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ تو پروردگار عالم کی طرف سے ندا آتی ہے۔ صَدَقَ عَبْدِیْ یعنی میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنّتی فرش بچھاؤ اور اس کو جنّت کے لباس پہناؤ۔ اور جنّت کا دروازہ کھول دو۔ پھر اس کو خوشبودار ہوا آتی ہے اور اُس کی قبر جہانتک اُس کی نظر جاتی ہے کھل جاتی ہے (رواہ احمد عن براء بن عازب) (مشکوٰۃ شریف) - اقبال کہتے ہیں ؎

تجھے کیا بتائیں اے ہمنشیں ہمیں موت میں جو مزا ملا
نہ ملا مسیحا و خضر کو وہ حیاتِ عمرِ دراز میں

۷۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ پھر اُس کے پاس ایک نہایت خوبصورت اور خوشبودار شخص آتا ہے اور بندۂ مومن کو ان الفاظ میں مبارکباد دیتا ہے اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّکَ ھٰذَا یَوْمُکَ الَّذِیْ کُنْتَ تُوْعَدُ یعنی تجھ کو اس چیز کی بشارت دیتا ہوں کہ جو تجھے خوش کرے اور یہ وہ دن ہے جس کا تجھے دُنیا میں وعدہ دیا جاتا تھا پھر مومن اُسے کہتا ہے۔ تو کون ہے کہ تُو نہایت خوش رُو اور مبارک دینے والا ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرا نیک عمل ہوں جو تُو نے دُنیا میں کیا تھا (رواہ احمد عن براء بن عازب، مشکوٰۃ)

۸۔ بندہ خواہش ظاہر کرتا ہے۔ کہ کیا اچھا ہوتا۔ اگر میں گھر واپس جا کر اپنے بال بچوں، بیوی اور عزیز و اقارب کو خدا تعالیٰ کی اس کرم بخشی اور بندہ نوازی کی خبر دے آتا۔ تو یہ سن کر فرشتے اس سے نہایت ادب و حلم سے عرض کرتے ہیں۔ نَمْ کَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُهٗ اِلَّا اَحَبُّ اَهْلِهٖ۔ صاحب! اب یہیں آرام فرمائیں اور ایسے عیش و آرام اور اطمینان کے ساتھ سو جائیں۔ جیسا کہ عروس یعنی دُلہن ہوتی ہے کہ اس کو اس کے محبوب اور دلآرام کے سوا کوئی نہیں جگائے گا (رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ)

قبر میں چین سے یاروں کی گزرتی ہے امیر
پاؤں پھیلائے ہوئے سوتے ہیں گھر کی صورت

آمدم برسرِ مطلب:۔ اِن احادیث شریفہ سے معلوم ہُوا۔ کہ بندۂ مومن اور اولیاء اللہ کا وصال اس کے لئے رنج و ملال نہیں۔ بلکہ فرحت و آرام و خوشی و خرمی کا باعث ہوتا ہے۔ وہ خُدا تعالیٰ کے دیدار کا مشتاق ہوتا ہے۔ رحمت کے فرشتے اُسے مبارکبادیں دیتے ہیں۔ اور اس کے وصال سے خوش ہوتے ہیں۔ پروردگارِ عالم کی طرف سے اُسے خوشنودی اور سرخروئی کا سہرا اور

تاج عطا ہوتا ہے۔ اور اُس کی بے انتہا رحمتیں اور برکتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔ آسمان کے فرشتے اُسے بشارت دیتے اور اس کا استقبال کرتے ہیں۔ اس کے لئے جنّتی فرش بچھتا اور اُسے فردوس کا حُلّہ اور جوڑا عطا ہوتا ہے اور اُس کا عمل صالح اسے مژدۂ جانفزا اور مبارکباد دیتا ہے۔ ارواحِ مومنین اس سے اور وہ ان سے مل کر خوش ہوتے، شادیاں رچاتے اور خوشیاں مناتے ہیں اور اس سے کہا جاتا ہے نَمْ کَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ یعنی دولہا اور نوشہ کی طرح عیش و آرام سے خوابِ نازیں سو جا۔ اور عیش و آرام سے رہ -گویا یہ دُولہا اور باقی تمام فرشتے اور ارواحِ مومنین اس کی برات ہوتے ہیں۔ اور خوشنودی فرش و فروش اور جنّتی لباس وغیرہ اس کا سامانِ برات ہوتا ہے۔ پس اس عروسِ جنّت کے یومِ وصال کو اس کا یومِ عُرس کہتے ہیں۔

حضور علیہ السّلام سے عرس کا ثبوت

درمنثور سیوطی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور محدّث ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے محمّد بن ابراہیم سے روایت کی ہے اور نیز صاحب تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر شریف میں لکھا ہے کہ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّہَدَآءِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ یَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَآءُ الْاَرْبَعَةُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ یعنی حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم قبورِ شہداء پر ہر سال یومِ شہادت کے حساب سے تشریف لے جاتے اور اُن کے لئے استغفار فرماتے اور ارشاد فرماتے۔ تم لوگوں کے لئے سلامتی ہے۔ تم لوگوں کے صبر کے اجر میں۔ پس کیا اچھا ہوا انجام آخرت کا۔ اور حضور علیہ السّلام کے بعد خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر

صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بھی ایسا ہی کرتے تھے ؎

ہمہ شیرانِ جہاں بستہ ایں سلسلہ اند   روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

پس جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبور پر تشریف لے جا کر دعائے خیر فرماتے تھے۔ اسی طرح کسی بزرگ کے سالِ وفات کے تمام ہونے پر ابتدائے سال میں اُس کے مرقد مبارک پر جمع ہو کر یا جہاں چاہیں فاتحہ و درود اور طعام وغیرہ کا ثواب اُسے بخشتے ہیں۔ پس یہی عرس اور اس کی حقیقت ہے۔

حضور علیہ السّلام کا سب سے پہلا عُرس مبارک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

زبدۃ العارفین مولانا حضرت سیّد شاہ شرف الدین بن احمد یحییٰ منیری قدس سرّہٗ العزیز نے اپنے ملفوظات شریف میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السّلام کے وصال شریف کے گیارہ دن بعد جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو بارھویں دن آپ نے بہت سا کھانا پکوایا۔ تاکہ اس کا ثواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح اطہر کو بخشیں۔ جب تمام مدینہ منوّرہ میں اس بات کا چرچا ہُوا۔ تو لوگ ایک دُوسرے سے پوچھتے تھے۔ کہ آج کیا ہے۔ جنہیں اس بات کا علم تھا وہ جواب دیتے تھے۔ کہ اَلْیَوْمَ عُرْسُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی آج رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کا عرس شریف ہے۔ پس ہمیں بھی چاہیئے کہ حضور علیہ السّلام کا عُرس شریف ہے۔ پس ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ حضور علیہ السّلام کا عرس شریف جو بصورت گیارھویں شریف مروّج ہے، پر عمل پیرا ہو کر محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم

اور حدیث نبوی عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ (مشکوٰۃ) پر عامل ہونے کا شرف حاصل کریں۔

حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی سے عُرس کا ثبوت

حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی جن کی مدح میں مولوی ثناء اللہ صاحب سردار و ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر اس طرح رقمطراز ہیں۔" یہ وہی شاہ ولی اللہ قدس سرّہٗ العزیز ہیں۔ جن کو آج علمی ہندوستان اپنا واجب التعظیم اُستاد مانتا ہے۔ اس خاندان کی علم وفضل کی آوازیں ہندوستان کی چاردیواری سے نکل کر مسلمانوں کے ممالک رُوم وشام میں پہنچی تھیں۔ اور جس مسئلہ میں مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ کے علماء میں جھگڑا ہوتا تھا۔ وہ ثالث بالخیر شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبد العزیز کو بناتے تھے۔ اس کو ربّانی مقبولیت کہتے ہیں۔ اور یہ اصلی علم وفضل ہے"۔ اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں"۔ یہ خاندان سرچشمۂ علوم تھا" (حیاتِ طیّبہ سوانح عمری اسمٰعیل شہید صفحہ ۱۸) نیز حافظ محمّد صاحب لکھوی نے اپنی پنجابی تفسیر محمّدی میں اس طرح لکھا ہے۔

عزیزی والا بڑا محدّث مجتہد جگ جانے ۔۔۔ شمس الہند کہن تس عالم عربی دُور ٹکانے
بھی وہ الرّاس دا شاہ ولی اللہ بحر علوم بہائی ۔۔۔ شاہ رفیع الدین تے عبد القادر اُسدا بھائی
اسمٰعیل بھتیجا اُسدا ٹھاٹھاں علم اُبھارے ۔۔۔ نے مولانا اسحاق نواسہ جگ کا ندے جگ تارے
یُورپ ہند پنجاب بنگالہ دکن سندھ ولایت ۔۔۔ خوشہ چین اُنہاندے گھر دا عالم اہل ہدایت

یہ دونوں حضرات یعنی شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عرس کے جواز کے قائل اور عامل ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی ہمیشہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ

کا عُرس مبارک کیا کرتے تھے۔ جب ان پر مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی نے اعتراض کیا کہ تم نے عُرس کو فرض سمجھ لیا ہے۔ سال بسال کرتے ہو تو اس کا جواب جو شاہ صاحب نے تحریر فرمایا۔ وہ زبدۃ النصائح صفحہ ۱۴۲ میں اس طرح مرقوم ہے :۔

کہ ایں طعن مبنی است بر جہل احوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقرر را ہیچکس فرض نمیداند۔ آرے زیارتِ قبور و تبرک بقبور صالحین و تلاوت قرآن و دُعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب است بہ اجماعِ علماء و تعین روز عروس برائے آنست۔ کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں باشد از دار العمل بدار الثواب والاّ ہر روز کہ ایں عمل واقع شود۔ موجب فلاح است۔ و خلف را لازم است کہ سلفِ خود را بایں نوع بر و احسان نماید چنانچہ در حدیث مذکور است وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْ لَہٗ ۔

ترجمہ) اس طعن کا سبب طعن کرنے والے کی میرے حال سے ناواقفی کا باعث ہے۔ اس لئے کہ فرائض شرعیہ کے سوا کوئی شخص فرض نہیں جانتا البتہ زیارتِ قبور اور صالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنی، تلاوت قرآن شریف اور دُعائے خیر کرنی، شیرینی اور کھانا تقسیم کرنا امرِ مستحسن اور بہ اتّفاقِ علماء جائز ہے اور عرس کا روز متعین کرنا اس لئے ہے۔ کہ وہ دن ان کے روزِ وصال کے لئے یادگار رہو۔ ورنہ اگر ہر روز بھی یہ کارِ خیر یعنی عرس مبارک کیا جائے۔ تو فلاح کا سبب ہے۔ خلف یعنی بعد میں آنے والوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ اس قسم (فاتحہ، درود، عُرس وغیرہ) کا احسان کرتے رہیں۔ چنانچہ احادیث نبوی میں وارد ہے۔ کہ نیک لڑکا اپنے والدین کے لئے دُعائے خیر کرتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی سے عرس کا ثبوت

"از یں جا است حفظِ اعراسِ مشائخ و مواظبت زیارتِ قبور والتزام فاتحہ

خواندن وصدقہ دادن برائے ایشاں واعتنائے تمام کردن بتعظیم آثار اولاد ومنتانِ ایشاں (ہمعات) یعنی اسی جگہ سے ہے۔ مشائخ کے عرسوں کی حفاظت اور اُن کی قبور کی زیارت کرنا اور فاتحہ پڑھنا، صدقہ دینا، اہتمام کرنا اور اُن کے آثار اولاد کی تعظیم کرنا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی سے عُرس کا ثبوت

پس ہر عبادتیکہ از مسلمان ادا بشود وثوابِ آں بروحِ کسے از گذشتگان برساند وطریق رسانیدن آں دعائے خیر بجناب الٰہی است پس ایں خود البتہ بہتر ومستحسن است ودیگر آں کس کہ ثواب بروحش میرسانداز اہلِ حقوق اوست بہ مقدارِ حق وے خوبی رسانیدن این ثواب زیادہ تر خواہد شد پس در خوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ واعراس ونذر ونیاز شک وشبہ نیست (صراط مستقیم صفحہ ۵۵)

ترجمہ:۔ ہر عبادت جو کہ مسلمان سے ادا ہو سکے۔ اس کا ثواب موتہ کو پہنچادے۔ اور اس کے پہنچانے کا طریقہ جناب الٰہی میں دعائے خیر کرنا ہے۔ پس یہ خود بہتر اور بہت اچھا ہے۔ اور اگر وہ شخص اس کے حقداروں سے ہے۔ تو جس کے رُوح کو ثواب پہنچانا ہے۔ تو اسی صورت میں بقدر اس کے حق کے خوبی پہنچانا زیادہ تر ثواب کا موجب ہے۔ پس فاتحہ وعرس اولیاء اللہ اور ان کی نذر ونیاز اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اسی طرح قطبِ عالم شیخ عبدالقدوس صاحب گنگوہی اپنے مکتوب شریف میں مولانا جلال الدین قدس سرہٗ العزیز کو لکھتے ہیں:" اعراس پیراں بر سنت بہ سماع وصفائی جاری دارند" یعنی پیرانِ طریقت کا عرس ان بزرگوں کی روش پر سماع اور صفائی کے ساتھ جاری رکھیں۔ پس گیارھویں شریف جو بنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قطب الاقطاب سید

عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز کا عرس مبارک ہے۔ اور برائے ایصالِ ثواب ارواح مقدّسہ منعقد کیا جاتا ہے۔ باتّفاق علمائے اہلِ سُنّت و جماعت جائز ہے۔

گیارھویں شریف کے جواز کا دوسرے طریق سے ثبوت

یاد رہے کہ فرائض و واجبات بعض مقیّد بوقت ہیں۔ جیسے نماز خمسہ و روزہ رمضان و قربانی و مناسک حج اور بعض غیر موقت ہیں۔ جیسے صدقہ فطر عشر و خراج وغیرہ اور باقی رہی عبادت نفلی۔ سو اس میں منجانب شرع کوئی قید نہیں۔ نفلی عبادت کرنے والا مختار ہے۔ جب چاہے کرے۔ خواہ کسی وقت کو خاص کر کے کرے یا جب چاہے کرے۔ خواہ کسی مصلحت سے ماہ اور دن مقرر کر کے کرے شرعًا کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اور وہ منجانب اللہ مالک و مختار ہے۔ بلکہ بفحوائے خَیْرُ الْاَعْمَالِ اَدْوَمُهَا (بخاری) جس عبادت نفلی پر مداومت کرے۔ اُس کو ہمیشہ نبھائے۔ تو زیادہ مستحق اجر ہے۔ پس یہ لحاظ رہے۔ کہ جس عبادت کو خدا تعالےٰ نے فرض واجب نہیں گردانا۔ اُس کو اپنی طرف سے فرض و واجب اعتقاد نہ کرے۔ نفل کو نفل اعتقاد کرتے ہوئے اس پر مواظبت اور ہمیشگی کرنا مستحسن ہے۔ جیسے بزرگانِ دین کے عرس تاریخ مقررہ پر کرتے ہیں۔ تیجہ، چالیسواں، ختم خواجگان اور گیارھویں وغیرہ معمولاتِ مشائخ کرام۔ لیکن اس تعیّن تاریخ کو اعتقادًا فرض واجب نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا اس میں کوئی قباحت شرعی نہیں۔ اور حدیث شریف میں نفلی عبادات کے از خود اختیار کر لینے اور اس کے جواز و تعیّن کی متعدّد مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً

ا۔ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے از خود بلا ارشاد نبوی صلّی

اللہ علیہ وآلہ وسلّم تحیۃ الوضو کے نوافل پڑھنے کی مبارک عادت اختیار فرما رکھی تھی جس کی وجہ سے حضور علیہ السّلام نے جنّت میں اپنے آگے اُن کی جوتیوں کی آواز سُنی۔ اور دریافت فرما کر کہ تم کیا عبادت کرتے ہو جس کی وجہ سے تمہیں اتنی شان عطا ہوئی ہے۔ اُن کے نوافل کو جائز اور برقرار رکھا (مشکوٰۃ جامع المناقب بحوالہ صحیح مسلم بروایت جابر)

۲ - بخاری شریف میں روایت ہے۔ کہ ایک صحابی نے نماز پڑھنے کے وقت ہر سورۃ کے ساتھ قُل شریف ملانے کی عادت اختیار فرما رکھی تھی۔ جب ان کا یہ حال نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت فیض درجت میں عرض کیا گیا تو آپ نے اس اصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو اس نے عرض کیا کہ اس آیت شریف سے بوجہ توحیدِ الٰہی مجھے بہت محبّت ہے۔ یہ سُن کر رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم نے ارشاد فرمایا حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ توحیدِ الٰہی سے تیری یہ محبّت تجھے جنّت میں لے جائے گی۔

۳ - ابوداؤد شریف میں ہے۔ کہ اذانِ فجر سے پہلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے سیکھے اور آپ کے بتائے بغیر خود بخود یہ دُعا پڑھنے کی عادت اختیار فرما رکھی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَحْمَدُكَ وَاَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ اَنْ يُّقِيْمُوْا دِيْنَكَ۔

۴ - اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حدیث شریف لکھنے سے پیشتر غسل فرمانے اور دو رکعت دوگانہ ادا کرنے کی عبادت لازم فرما رکھی تھی (دیباچہ تجرید البخاری صفحہ ۵ و تاریخ وفیات الاعیان علاّمہ ابن خلدون)

سوال یہ ہے۔ کہ اگر جملہ کار ہائے خیر اور نوافل وعبادت وغیرہ کے لئے اپنی طرف سے وقت اور تعداد مقرر کرنے کی ہرگز اور مطلقاً اجازت نہیں ہے۔ تو امام بخاری علیہ الرحمۃ باری باوجود اتنے بڑے محدّث اور متقی

ہونے اس بدعت کے کیوں مرتکب ہوئے؟ پس گیارھویں شریف کو بھی جو بحکم الٰہی وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًاہ (پ ۲۹ سورۃ دھر) وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (پ ۶ سورہ مائدہ) کے لحاظ سے سخاوتِ مالی اور ایثار اور امداد و معاونت علی التقوٰی پر موقوف ہے اور تعینِ وقت و تاریخ کے اعتبار سے نوافل اور عبادت بالسعادت میں شامل ہے۔ اسی پر قیاس کرلو۔

گیارھویں شریف کے جواز کا تیسرے طریق سے ثبوت

صحیح مسلم اور بخاری میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور پرنور سیّد یوم النشور احمد مجتبیٰ حضرت محمّد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اکثر ذکر خیر فرماتے وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاۃَ ثُمَّ یُقَطِّعُھَا اَعْضَاءً ثُمَّ یَبْعَثُھَا فِیْ صَدَائِقِ خَدِیْجَۃَ۔ یعنی اکثر بکری ذبح فرماتے اور اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کاٹ کر اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قرابت والوں کو بھیج دیتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ نذور اولیائے کرام میں اس حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"قسمِ دیگر آنکہ حاکم یا زمیندار برائے صلہ بریا دِ ردحِ میّت بہ نیّتِ خوشنودی ورضائے ادبیکے علی التعیّن بدہد۔ ویا بطریق سالانہ وفصلانہ بنامِ آں مقرر سازد۔ ایں قسم نیز جائز است بنا بر عمل آں کہ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم از طعام ولحم نزد صدائق حضرت خدیجہ می فرستادند"

ترجمہ:۔ نذر کی دُوسری صورت یہ ہے کہ کوئی حاکم یا زمیندار کسی صلے کے طور پر یا کسی (بزرگ یا قریبی) میّت کی روح کی خوشنودی

اور ثواب کے لئے وقت مقرر کر دیوے (جیساکہ گیارھویں شریف ہر ماہ دی جاتی ہے) یا سالانہ یا ششماہی وغیرہ اس کے نام پر مقرر کر دے۔ تو نذر کی یہ قسم بھی جائز ہے۔ اس لئے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صدائق میں اکثر گوشت اور کھانا بھیجتے رہتے تھے"۔

فقیر کہتا ہے کہ گیارھویں شریف کی بھی یہی اصل ہے۔ کیونکہ اس میں بھی بتوسل حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب پیران پیر جملہ مومنین اور دیگر بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ارواح مقدسہ کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔

گیارھویں شریف کے جواز میں مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسری کا فتویٰ

لکھتے ہیں :۔

"گیارھویں بظاہر ایک بزرگِ اسلام کی یادگار کا ایک جلسہ ہے۔ اگر اسے مذہب کا جامہ نہ پہنایا جاتا۔ بلکہ دنیاوی صورت میں بطور یادگار کے سالانہ جلسہ کیا جاتا۔ تو کچھ مضائقہ نہ تھا" (حیات طیبہ صفحہ ۱۲)

مولوی صاحب کے ارشاد سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوگئیں :۔

۱۔ کسی بزرگِ اسلام کا بطور یادگار جلسہ سالانہ کرنا جائز ہے۔ فقیر کہتا ہے اگر سالانہ جلسہ کرنا جائز ہے تو اسی اصول کے ماتحت ماہانہ جلسہ (گیارھویں شریف وعرس و مولود شریف وغیرہ) بھی جائز ہوگا۔

۲۔ جو چیز دنیاوی صورت میں جائز ہوگی۔ وہ دینی صورت میں بھی جائز ہوگی اور جو چیز دنیاوی صورت میں حرام ہوگی۔ وہ دینی صورت میں بھی حرام ہوگی۔ کیونکہ بندہ دنیاوی اور دینی دونوں صورتوں میں اپنے

میں اپنے اعمال کا خدا کی جناب میں جواب دہ اور ذمہ دار ہے۔ اور پھر مسلمان کی دُنیا، دین سے جدا نہیں ہے۔ جیسا کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنیا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ط کا ارشادِ الٰہی اس بات پر شاہد ہے۔

نیاز گیارھویں شریف مندرجہ ذیل باتوں پر مشتمل ہوتی ہے:۔

(۱) ایصالِ ثواب (۲) الموسوم بالغیر (۳) تعیینِ الیوم (۴) فاتحہ بر طعام (۵) اگر ممکن ہو تو کچھ وعظ و نصیحت۔

۱۔ ایصالِ ثواب کا ثبوت

۱۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ کہ حضور! میری ماں ناگہاں مرگئی ہے میرا خیال ہے کہ لَوْ تَکَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَھَلْ لَّھَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ قَالَ نَعَمْ یعنی اگر وہ بولتی تو کچھ للہ دیتی یا صدقہ دینے کی وصیّت کرتی۔ اگر میں اُس کی طرف سے صدقہ دُوں۔ تو اس کو اس کا اجر ملے گا؟ حضور علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا۔ ہاں ضرور ملے گا (مشکوٰۃ شریف)

۲۔ حضور علیہ السّلام اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایصالِ ثواب کے لئے اکثر بکری ذبح فرما کر اُس کا گوشت تقسیم فرمایا کرتے تھے (مشکوٰۃ)

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کون ہے جو میرے لئے مسجد عشاء میں دو یا چار رکعت پڑھے اور کہے ھٰذَا لِاَبِیْ ھُرَیْرَةَ اس کا ثواب ابی ہریرہ کے لئے ہے (مشکوٰۃ باب الفتن)

۴۔ صحیح مسلم، ابو داؤد، ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ اور دارمی شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے۔ کہ حضور اپنی اُمّت کے غریب اور نادار لوگوں کی طرف سے بھی قربانی دیا کرتے تھے اور بوقتِ ذبح فرماتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ (مشکوٰۃ) بسم اللہ اللہ اکبر اے مولا کریم! یہ قربانی میری اَور میری اُمّت کے اُن افراد کی طرف سے قبول فرما۔ جو بوجہ افلاس قربانی دینے سے قاصر اور معذور ہیں ؎

یا رب تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

۵۔ ابو داؤد اور ترمذی شریف میں حضرت حنش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دو دُنبے ایک اپنی اور ایک نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے وصیّت فرمائی۔ کہ آپ کے وصالِ شریف کے بعد میں اُن کی طرف سے بھی قُربانی کیا کروں (مشکوٰۃ)

۶۔ ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۳۰، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ بیہقی شریف جلد ۹ صفحہ ۲۸۶ میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السّلام نے ایک سیاہ ٹانگوں، سیاہ آنکھوں سیاہ مُنہ سینگدار مینڈھا لانے کا حکم فرمایا۔ جب وہ آگیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ چھُری لاؤ۔ اور اسے پتھّر پر تیز کرو۔ پھر آپ نے چھُری لے کر مینڈھے کو ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰی بِہٖ بسم اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرتا ہُوں۔ اے اللہ قبول فرما محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی طرف سے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی آل کی طرف سے اور محمد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کی اُمّت کی طرف سے۔ پھر آپ نے اس کو قربانی فرمایا۔

اِس حدیث شریف سے ثابت ہُوا۔ کہ حضور علیہ السّلام نے اپنی آل اطہار کی طرف سے قُربانی فرمائی۔ اور حضرت شیخ المشائخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آل اطہار سے ہیں اور قُربانی بھی ایک مقررہ تاریخ دسویں دن اور گیارہویں رات کو دی جاتی ہے تو پھر ایک مقررہ تاریخ پر کوئی کارِ خیر کرنا، کسی بزرگ کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا یا قرآن شریف پڑھ کر کسی بُزرگ کی رُوح کو ایصالِ ثواب کرنا کیوں ناجائز ہو گا۔

۷۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السّلام نے فرمایا مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقْبَرَةِ وَقَرَاءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ط اَحَدَ عَشَرَ مَرَّاتٍ ثُمَّ وَهَبَ مِنْ اَجْرِهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ (رواہ دارقطنی شریف) جو شخص مقبرے پر گزرے، اور گیارہ مرتبہ آیت قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف پڑھ کر مُردوں کو ایصالِ ثواب کرے۔ تو جس قدر ان سب مُردوں کو ثواب پہنچیگا۔ اسی قدر اس پڑھنے والے کو ثواب عطا ہو گا۔

۸۔ مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ مسند احمد حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جنّت میں ایک نیک بخت آدمی کا درجہ بلند کرتا ہے وہ عرض کرتا ہے۔ باری تعالیٰ یہ درجہ کیونکر بلند ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔ بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ تیرے بیٹے کے استغفار کی وجہ سے جو اس نے تیرے لئے کیا۔

۹۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ بیہقی فی شُعَبِ الْاِیْمَانِ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ كَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ

عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالُ الْجِبَالِ اِنَّ هَدِیَّۃَ الْاَحْیَآءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ اِلْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ یعنی مُردہ قبر میں ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کی مانند ہوتا ہے۔ تاکہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑے اور وہ اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے دعائے خیر کا منتظر ہوتا ہے۔ اور جب اُسے ان کی طرف سے دُعاءِ خیر پہنچتی ہے۔ تو وہ دُعا اُسے تمام دُنیا اور ما فیہا (جو کچھ دُنیا کے اندر ہے) سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی دُعا کا ثواب اہل قبور کو بخشش اور رحمت میں پہاڑوں کی مانند پہنچاتا ہے۔ تحقیق مُردوں کے لئے زندوں کا تحفہ اُن کے حق میں دُعائے خیر اور استغفار کرنا ہے۔

یہ حدیث شریف ایصالِ ثواب کا بیّن ثبوت ہے۔ مانعین حضرات کو جو دعاء بعدِ نماز جنازہ اور ایصالِ ثواب الی الاموات میں تیجہ، ساتہ اور چالیسواں وغیرہ اگرچہ اس کے لئے خاص دن مقرر کرنے کا اعتقاد نہ بھی رکھا جائے۔ نہایت شدّت سے روک کر نہ صرف مُردوں سے عداوت کرتے ہیں۔ بلکہ کتاب وسُنّت کا بھی صاف انکار فرماتے ہیں۔ سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی دُرِّ ثمین فی مبشرات النبی الامین حدیث نمبر ۲۲ صفحہ ۸ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے بیان کیا۔ کہ میں ہر سال حضور علیہ السّلام کے میلاد شریف کے موقع پر کھانا تقسیم کیا کرتا تھا۔ ایک سال مجھے نیاز دینے کی وُسعت نہ رہی۔ تو مَیں نے بھُونے ہوئے چنے ہی تقسیم کر دیئے۔ پھر خواب میں مجھے رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت ہُوئی۔ تو مَیں نے دیکھا۔ کہ بعینہٖ وُہی چنے سرکار ابد قرار کے پاس رکھے ہوئے موجود تھے۔

پس ان احادیث شریفہ اور دلائل سے آفتاب عالمتاب سے بھی زیادہ روشن اور واضح ہوگیا۔ کہ ہمارے صدقات، دُعاءِ خیر، قرآن شریف وغیرہ کا ثواب اموات کو پہنچ جاتا ہے۔

۲۔ الموسوم بالغیر

کسی چیز کو مجازاً غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ کیوں کہ حدیث شریف میں اس کے اکثر دلائل و شواہد موجود ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ ابُوداؤد اور نسائی شریف میں حضرت سعید بن عبادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ اُنہوں نے نبی کریم رؤف و رحیم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ حضور (فداک ابی و امی) اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ (مشکوٰۃ شریف) یعنی میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ اُس کے لئے کون سا صدقہ افضل ہے۔ آپنے ارشاد فرمایا پانی۔ پس حضرت سعد نے کنوآں کھودا اور کہا کہ یہ اُمّ سعد کا کنوآں ہے۔ اس حدیث سے ثابت ثابت ہُوا۔ کہ کسی چیز کا غیر خدا کے نام پر محض مشہور کر دینا جائز ہے۔ ہاں اگر ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کی بجائے بسم محمد یا بسم غوث وغیرہ کہا جائے گا۔ تو مذبوحہ حرام ہوگا۔ اور اُس کا کھانا ناجائز ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ جیسا کہ تفسیر حسینی میں ہے۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ وحرام کرد آنچہ آواز بردارند بآں در وقتِ ذبح بغیر اللہ برائے غیر تعالےٰ بنام بُتاں یا اسمِ پیغمبراں بکشند" یعنی جس جانور پر ذبح کے وقت خدا تعالےٰ کے نام کے سوا بُتوں یا پیغمبروں کا نام لیا جاوے۔ اُسے خدا تعالےٰ نے حرام فرمایا ہے۔

تفسیر مواھب الرحمٰن میں ہے وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اور جس چیز کے ساتھ غیر اللہ کا نام پکارا گیا ف یعنی سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر کے لئے ذبح کیا گیا، اور نام پکارنا اس واسطے فرمایا۔ کہ بت پرست بتوں کے نام سے پکارتے تھے۔ اور ذبح کے وقت بتوں کا نام لیتے تھے۔

۱ ع ۲ تفسیر بیضاوی، کشاف، مدارک، جامع البیان، درمنثور اور تفسیر احمدی وغیرہ میں بھی یہی معنے لکھے ہیں۔ اَیْ دَفَعَ بِالصَّوْتِ عِنْدَ الذَّبْحِ لِلصَّنَمِ یعنی جس پر بوقت ذبح بت کا نام لیا جاوے اُس کا گوشت کھانا حرام ہے۔" وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ لَفِسْقٌ (پ ۸ س انعام) اس جانور کا گوشت مت کھاؤ جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

اسی طرح صاحب تفسیر معالم التنزیل نے لکھا ہے۔ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ اَیْ مَا ذُبِحَ لِلْاَصْنَامِ وَالطَّوَاغِیْتِ یعنی جو جانور بتوں اور شیاطین کے نام پر ذبح کیا جائے۔ وہ حرام ہے اور یوں کہنا کہ یہ بکرا غوث پاک کا ہے یا غریب نواز کا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور پھر ذبح کے وقت اُسے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کیا۔ تو ایسا ذبیحہ ہرگز ہرگز حرام نہیں ہے۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے فَکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کُنْتُمْ بِاٰیٰتِہٖ مُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا لَکُمْ اَلَّا تَاْکُلُوْا مِمَّا ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَقَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْہِ وَاِنَّ کَثِیْرًا لَّیُضِلُّوْنَ بِاَھْوَآءِھِمْ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِیْنَ ۝ (پ ۸ س انعام) پس کھاؤ اُس چیز میں سے کہ ذبح کرتے وقت اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔ اگر ہو تم اُس کی آیتوں پر جو حرام اور حلال کے بارے میں اُس نے کہی ہیں۔ ایمان لانے والے۔ اور کیا ہے تمہیں یہ کہ نہ کھاؤ اُس چیز میں سے کہ ذبح کرتے وقت اُس پر اللہ کا

نام لیا گیا ہے اور تحقیق تفصیل بیان کردی - اللہ تعالیٰ نے واسطے تمہارے اس چیز کی جو تم پر حرام کردی گئی ہے - مگر وہ چیز کہ بے بس ہوگئے ہو طرف اس کے اور بہت لوگ البتہ گمراہ کرتے ہیں، خلق کو اپنی خواہشوں کے سبب بے علمی سے تحقیق تیرا رب وہ ہے بڑا جاننے والا حد سے گزر جانے والوں کو (تفسیر حسینی)

چنانچہ اس کی تائید مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے صراطِ مستقیم تقریر ذبیحہ میں اس طرح کی ہے " اگر شخصے بزے را در خانہ پرورکند تا گوشتِ او خوب شود او را ذبحہ کردہ و پختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخواندہ بخوراند خللے نیست " یعنی اگر کوئی آدمی ایک بکرا گھر میں پرورش کرے - یہانتک کہ وہ خوب فربہ اور موٹا ہو جاوے - پھر اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت پکا کر اس پر حضرت غوث الاعظم کی فاتحہ پڑھ کر لوگوں کو کھلا دیوے تو کوئی حرج نہیں ہے - کیونکہ کسی چیز پر مجازاً کسی دوسرے کا نام لینے سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی -

۲ - کتاب الآثار امام محمد بن حسن شیبانی کے باب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے - کہ انہوں نے اپنے ریوڑ میں ایک بکری حضور علیہ السلام کے لئے نامزد کی ہوئی تھی - الفاظِ حدیث یہ ہیں - اِنَّہٗ سَمّٰی شَاۃً مِّنْ غَنَمِہٖ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ الخ یہ بکری اس کی حبشن خادمہ ریوڑ کے ساتھ چرایا کرتی تھی - کچھ مدت کے بعد وہ بکری ریوڑ سے گم ہوگئی - حضرت عبد اللہ بن رواحہ اس سے ناراض ہوئے اور حضور علیہ السلام سے ماجرا بیان کیا حضور پُر نور علیہ السلام نے خادمہ کو بلا کر اس کے ایمان دار ہونے کی تصدیق فرمائی اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے اُسے آزاد کر دیا (ملخصاً)

۳ - کتاب اشاعتِ اسلام مؤلفہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب دیوبندی سابق

مفتی حیدرآباد دکن میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ صحابہ کے لشکر سے جبکہ وہ بلادِ ایران یا افریقہ کی فتح کے لئے نکلے تھے پانی ختم ہو گیا۔ سب نے سربسجود ہو کر پانی کے لئے دُعا کی۔ ایک غازی کے گھوڑے نے اپنے سُم سے زمین کو کُریدا۔ تو وہاں سے بحکم الٰہی ایک پانی کا چشمہ دستیاب ہُوا۔ تمام لشکر اس کا پانی پی کر سیراب ہُوا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اس کا نام ماء الفرس یعنی گھوڑے کا پانی رکھا گیا۔

۴۔ حجۃ اللہ علی العالمین اور دلائل النبوۃ حافظ ابو نعیم جلد اوّل میں حکیم بن عطا صفری سے روایت ہے کہ بنو ظفر نے راشد بن عبد ربہٖ کو سواع بُت کے لئے نذر دے کر بھیجا۔ راشد کہتا ہے کہ مَیں ابھی بُت کے پاس بھی نہیں پہنچا تھا۔ کہ دوسرے بُتوں نے بیک زبان کہا کہ خاندانِ عبد المطلب میں ایک پیغمبر جن کا نام مبارک احمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) ہے پیدا ہو چکے ہیں۔ جو زنا کاری، سود خواری، بُتوں کی نذر و نیاز سے روک کر ایک خدا وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا امر فرمانے اور زکوٰۃ دینے، بنی نوع انسان سے ہمدردی، اُنس و محبّت اور صلہ رحمی کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ افسوس تم تا حال بُت پوجتے ہو۔ اتنے میں دو گیدڑوں نے سواع بُت پر پیشاب کر دیا۔ اور چل دیئے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں بُت پوجا سے نفرت پیدا ہو گئی اور میں مدینہ طیّبہ میں حضور پُر نور علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ فیض درجت میں جا کر مسلمان ہو گیا۔ سرکارِ دو عالم علیہ السّلام نے معلاۃ میں میری درخواست پر مجھے ایک زمین عطا فرمائی۔ اور ایک پانی کی بھری ہوئی مشک میں لُعاب مبارک ڈال کر ارشاد فرمایا کہ اسے زمین میں گرا دینا اور کسی کو پانی پینے سے منع نہ کرنا میں وہی پانی لے جا کر حضور علیہ السّلام کے حسب الارشاد ایک گڑھے میں گرا دیا۔ جو ایک چشمہ بن گیا اور اب تک موجود ہے اس پر کھجور کے درخت بھی لگوا دیئے۔ رباط کے لوگ وہاں سے پانی پیتے اور نہاتے وَسَمَّاهَا النَّاسُ مَاءَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، وَفِيْ رِوَايَةٍ مَاءَ الرَّسُوْلِ (صلّی

اللہ علیہ وسلم) ملخصاً لوگ اس پانی کو ماء رسول اللہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی کہا کرتے تھے اور مریضوں کو بطور آبِ شفا پلاتے تھے۔

ان احادیث مبارکہ میں جس طرح الفاظ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ" شَاۃُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ (مَآءَ الْفَرَس) اور "مَآءَ الرَّسُوْلِ آئے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نام کی جس نیاز کا ثواب جناب پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کو بخشا جاتا ہے کے لئے گیارھویں شریف شیخ عبدالقادر جیلانی" کے الفاظ کا اطلاق بھی جائز ہوگا۔ ورنہ اگر کوئی چیز محض غیر اللہ کی طرف نسبت کرنے سے حرام ہو جاتی ہو۔ پھر تو بیوی بھی خاوند پر حلال نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ جبتک اللہ کی بندی کہلائی سب پر حرام رہی۔ جب اُس پر غیر اللہ کا نام آیا یعنی فلاں کی بیوی تب وہ اُسے حلال ہوئی۔ اسی طرح میرا مکان، بکر کی گائے، زید کا بکرا، اہلِ حدیث کی مسجد، صبح کی نماز، آسمانِ دنیا وغیرہ سب موسوم بالغیر کی مثالیں ہیں۔

نیز مولیٰ کریم ارشاد فرماتے ہیں۔ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (پ س بقر) اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں جمہور علماء اس آیت خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا سے اس بات کے قائل ہوگئے ہیں۔ کہ جبتک کوئی ممانعت شرعیہ نہ معلوم ہو ہر چیز مباح اور حلال ہے اصل اشیاء میں حلّت ہے۔

صاحب تفسیر مواہب الرحمٰن اس آیت شریفہ کی شرح میں لکھتے ہیں" اسی واسطے علماء کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا فرمایا اس میں اصل اباحت ہے یعنی اصل میں سب مباح ہے پھر جس چیز کی نسبت دلیل خاص قائم ہو۔ کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے فقط وہی حرام ہوگی اور حلال ہونے کے واسطے دلیل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اسی آیت سے معلوم ہوا

کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو آدمیوں کے نفع کے واسطے پیدا فرمایا ہے جب تک کسی چیز کی نسبت بالخصوص حرام کر دینے کی دلیل معلوم نہ ہو۔ تب تک سب مباح ہے" اور وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی بحث میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ جو جانور اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا غیر اللہ کے نام سے ذبح کیا جاوے۔ یا جو نذر و نیاز غیر اللہ کے نام سے دی جائے وہ حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر و نیاز یا ذبیحہ جس کا ثواب صالحین کی ارواح طیبہ کو ہدیہ کیا جائے مطلق حلال اور طیب ہے۔" وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ۔

۳۔ تعیّن الیوم

مانعین گیارھویں شریف کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ کسی کار خیر کے لئے دن مقرر کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔ سو یہ بات دُرست نہیں بلکہ کار خیر کے لئے دن مقرر کرنا سنّتِ نبوی ہے۔ جیسا کہ :۔

۱۔ ابو داؤد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دفعہ لوگوں نے رحمتِ عالم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بارش کے نہ ہونے کا شکوہ کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم فرمایا وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُوْنَ فِيْهِ یعنی ایک دن معیّن فرمایا۔ کہ اس دن سب لوگ عیدگاہ کو چلیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اُس دن آفتاب کے طلوع کے وقت عیدگاہ میں تشریف لے گئے اور بارانِ رحمت کی دُعا فرمائی۔ (مشکوٰۃ باب الاستسقا)

۲۔ صحیح مسلم اور بخاری شریف میں ہے عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيْ مَسْجِدَ قُبَاءٍ كُلَّ سَبْتٍ مَاشِيًا وَّرَاكِبًا فَيُصَلِّيْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ (مشکوٰۃ) یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم ہر ہفتہ کے دن مسجد قباء میں کبھی

پیدل اور کبھی سوار تشریف لاکر اس میں دو رکعت تحیۃ المسجد نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ف اس میں دلیل ہے کہ ملاقات کرنی صلحاء کی دن ہفتے کی سنت ہے (مظاہر الحق جلد دوم صفحہ ۷۴۳)

۳۔ بخاری شریف کتاب العلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَۃِ فِی الْاَیَّامِ کَرَاھِیَۃَ السَّامَۃِ عَلَیْنَا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے پریشان ہو جانے کے خیال سے وعظ نصیحت فرمانے کے لئے چند دن مقرر فرمائے ہوئے تھے یعنی سوموار۔ اور جمعرات)

اسی طرح آپ کی اتباع میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کرنے کے لئے دن مقرر کیا ہوا تھا۔ جیسا کہ

۴۔ بخاری اور مسلم شریف میں حضرت شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کَانَ عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ مَسْعُوْدٍ یُذَکِّرُ النَّاسَ فِیْ کُلِّ خَمِیْسٍ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کے دن لوگوں کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔

۵۔ اسی طرح بخاری شریف میں ہے۔ عَنْ کَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَقَلَّمَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ اِذَا خَرَجَ فِیْ سَفَرٍ اِلَّا یَوْمَ الْخَمِیْسِ (ترجمہ) حضرت ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کے دن کے سوا کسی اور دن سفر فرمایا ہو"

سوال یہ ہے کہ آیا جمعرات کے دن کے سوا باقی دن خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے نہیں تھے۔ پس ثابت ہوا کہ جمعرات کا دن مقرر کرنے میں کوئی خاص راز اور برکات مخفی تھے۔ جو جناب رسالتمآب کے سوا دوسرا کوئی نہیں جانتا۔

۶۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الجنائز بحوالہ سنن بیہقی حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَ لَہٗ وَکُتِبَ بِرًّا۔ یعنی جو آدمی اپنے ماں باپ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی جمعہ کے دن زیارت کرے تو اُس کی بخشش کی جاتی ہے اور اسے والدین کے ساتھ احسان کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

۷۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت ہمیں ہر جمعہ مبارک کے دن چقندر اور جَو کے آٹے سے تیار کئے ہوئے کھانے کی ضیافت کھلایا کرتی تھی اور پھر فرماتے ہیں وَکُنَّا نَتَمَنّٰی یَوْمَ الْجُمُعَۃِ لِطَعَامِھَا ذٰلِکَ یعنی ہم اس کی ضیافت کھانے کے لئے جمعہ مُبارک کے دن کا انتظار کیا کرتے تھے۔

۸۔ بخاری شریف میں حضرت ابی سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے عورتوں کی درخواست پر ایک دن مقرر کر کے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ معلوم ہُوا۔ کہ کارِ خیر کے لئے دن مقرر کرنا جائز ہے۔

۹۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابی قتادہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام سے پیر کے دن روزہ رکھنے کا سوال کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا فِیْہِ وُلِدْتُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ اسی دن (سوموار) کو مَیں پیدا ہُوا اور اسی دن مجھ پر قرآن شریف اُترنا شروع ہُوا۔ (مشکوٰۃ)

۱۰۔ ترمذی شریف میں حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بارگاہِ الٰہی میں پیر اور جمعرات کے دن عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے مَیں اس دن روزہ رکھنا محبوب جانتا ہوں (مشکوٰۃ)

۱۱۔ ابوداؤد اور نسائی شریف میں امّ سلمہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مجھے ہر مہینے کے تین دن پیر۔ منگل، بُدھ یا جمعرات، جُمعہ، ہفتہ کے دنوں کے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا (مشکوٰۃ شریف)

۱۲ - دارمی شریف میں حضرت مکحول سے روایت ہے۔ کہ جو آدمی سورۃ آل عمران جمعہ کے دن پڑھے۔ فرشتے رات تک اُس کے لئے دُعا اور استغفار کرتے رہتے ہیں (مشکوٰۃ شریف)

۱۳ - دارمی شریف میں حضرت کعب سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے سورۃ ھود جمعہ کے دن پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ هُوْدٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مشکوٰۃ)

۱۴ - حضرت ابی سعید سے روایت ہے کہ جو آدمی جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھے دو جمعوں تک اُس کے دل میں نور ایمان و ہدایت روشن رہتا ہے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:- مَنْ قَرَاَ سُوْرَةَ الْكَهْفِ فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ اَضَاءَ لَهُ النُّوْرُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ (مشکوٰۃ)

۱۵ - حضرت اوس بن اوس سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ الخ (مشکوٰۃ باب الجمعہ بحوالہ ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی) تمہارے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن وفات پائی۔ اسی دن دوسرا نفخہ پھونک کر مردے زندہ کیئے جائیں گے۔ اسی دن پہلا نفخہ پھونک کر مارے جائیں گے۔ اُس دن مجھ پر بہت کثرت سے درود شریف بھیجا کرو۔ کہ تمہارا درود شریف مجھ پر عرض کیا جاتا ہے۔ الخ

۱۶ - اسی طرح حضرت ابی داؤد سے روایت ہے کہ اَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ الخ. جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود شریف بھیجا کرو (مشکوٰۃ بحوالہ ابن ماجہ)

باری تعالیٰ نے بھی وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اور ایام اللہ ان کو یاد دلایئے فرما کر ایام انعام نزول من سلویٰ وغیرہ کی تخصیص فرمائی۔

ہم مانعینِ گیارھویں شریف سے پُوچھتے ہیں۔ کہ جب حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دن مقرّر کرکے استسقاء کی نماز پڑھنا۔ وعظ و نصائح کرنا اور سفر کے لئے دن مقرر کرنا اور دن مقرر کرنا اور دن مقرّر کرکے اہل اسلام کی ضیافتیں وغیرہ کرنا اور مساکین کو کھانا کھلانا، خاص ایّام میں خاص سُورتوں کا پڑھنا، روزے رکھنا اور درُود شریف کثرت سے بھیجنے کے لئے جمعہ کے دن کی تخصیص فرمانا، تمام باتیں بوجہ احسن ثابت ہیں۔ تو پھر دن مقرر کرکے گیارھویں شریف کی فی سبیل اللہ نیاز اور مساکین کے کھانا کھلانے کو وہ کس دلیل سے ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں۔ ماسوا اس کے

۱۷۔ تمام فرائض واحکامِ اسلامی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ دن اور وقت مقررہ پر ادا کئے جاتے ہیں۔

۱۸۔ دن مقرّر کرکے نذر و نیاز دینے سے بہت سے مساکین اور اہلِ اسلام اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ جن کے باہمی میل ملاپ اور فیضِ صُحبت سے ایک دوسرے کو دینی اور دنیاوی فوائد حاصل ہونے کے علاوہ حدیث شریف وَجَبَتْ مُحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ (مشکوٰۃ موطا شریف) یعنی واجب ہوگئی میری مُحبّت واسطے ان لوگوں کے جو آپس میں صرف میرے لئے ہی محبّت کرتے میرے لئے ہی باہم مل کر بیٹھتے اور صرف میرے لئے ہی ایک دوسرے کی زیارت کرتے اور میرے واسطے ہی آپس میں لیتے دیتے یعنی خرچ کرتے ہیں" پر بھی بوجہ احسن عمل ہو جاتا ہے۔

۱۹۔ تمام قُرآن شریف اور احادیثِ نبویہ میں کہیں ایک جگہ بھی حکم نہیں ہے۔ کہ کارِ خیر کے لئے دن مقرّر کرنا ناجائز ہے۔

۲۰۔ دن مقرّر کرکے نذر و نیاز دینے سے کھانا کھانے کے لئے فقراء و مساکین خود بخود جمع ہو جاتے ہیں۔ اور مجلس ذکر میں شمولیت اور وعظ و نصیحت سننے کے لئے اہلِ اسلام جمع ہو جاتے ہیں۔

۲۱- دن مقرر کرکے نذر و نیاز دینے سے عمل خیر پر مداومت مقصود ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری وصحیح مسلم شریف) یعنی محبوب ترین عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ اور نیز فرمایا یَا عَبْدَ اللّٰہِ لَا تَکُنْ مِثْلَ فُلَانٍ کَانَ یَقُوْمُ مِنَ اللَّیْلِ فَتَرَکَ قِیَامَ اللَّیْلِ (مشکوٰۃ شریف متفق علیہ) اے عبداللہ تم فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا کہ اُس نے رات کو نفل پڑھنے کی عادت ڈال کر ترک کر دی۔

دیکھئے رات کا قیام اگرچہ فرض واجب نہ تھا۔ مگر شروع کرکے چھوڑ دینا معیوب ٹھہرا۔ پس اسی پر ایصال ثواب کی غرض سے عمل گیارھویں شریف اور عُرس شریف کو بھی سمجھنا چاہیئے۔ مگر یاد رہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ دن مقرر کرنا فرض ہے یا واجب ہے اور دن مقرر کیئے بغیر دُوسرے دنوں میں نذر و نیاز اور عمل خیر قبول ہی نہیں ہوتا بلکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ جس دن بھی فی سبیل اللہ نذر و نیاز دی جائے یا اعمال صالح کیئے جائیں خُدا تعالیٰ کی خوشنودی اور ہماری فلاح کا باعث ہیں۔ ہم اسے ایک امر مستحسن جانتے ہیں۔ کیونکہ تمام سلف صالحین نے اسے اچھا جان کر اس پر مداومت فرمائی ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزی شریف میں فرماتے ہیں۔ کہ عرس کا دن اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ ان کے وصال کے لئے یادگار ہو۔" اور ایسے ہی حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی پیر و مُرشد علمائے دیوبند رحمۃ اللہ علیہ بھی فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ ۸ تا ۱۰ میں ارشاد فرماتے ہیں "رہا تعیّن تاریخ یہ بات تجربہ سے معلوم ہوئی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول ہو اُس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے۔ نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں۔ کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ پس اسی مصلحت کی بناء پر بھی گیارھویں اور اعراس وغیرہ کے لئے دن مقرر کیا جاتا ہے۔

اب ہم دن مقرر کرنے کے جواز کے متعلق جناب مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر

اخبار اہلحدیث امرتسر کا فتویٰ نقل کرتے ہیں۔ اُمید ہے کہ اس میں محافلِ ذکرِ خیر مولود شریف وغیرہ کو بدعت کہنے کا جواب بھی آجائے گا۔ وہو ہذا۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۰ اگست ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۳ صفحہ فتاوے)

دن مقرر کرنے کے جواز میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ

س ع ۲۲۳ مدرسہ وانجمنیں وکتب خانے قائم کرنے اور ان کے نام رکھنا جیسے دار العلوم، مدرسۃ الحدیث، انجمن اہلحدیث، آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس آل انڈیا مومن کانفرنس، اتحاد المسلمین، جمعیۃ العلماء، سعید لائبریری، اسلامیہ لائبریری وامثالہا اور ان ناموں کے سائن بورڈ لگانا اور ان کے متعلق سالانہ مقررہ وغیر مقررہ جلسے اور ان کے اشتہار دینا۔ ڈھنڈورا کرنا، لوگوں کو بلانا اور اور ریزولیوشن، میموریل، ضیافت، شامیانہ، فرش، روشنی، زینت، اسٹیج، پنڈال وغیرہ بنانا اور ناظم اور خزانچی وصدر وممبر وغیرہ مقرر کرنا اور ان کے دستور العمل بنانا۔ اور لوگوں کو اُن کا پابند کرنا، تعلیم وتقریر، کتب بینی کے لئے اوقات مقرر کرنا۔ تقریر اور امثالہا میں صدر کی اجازت وہدایت کا لوگوں کو پابند کرنا اور ان میں غیر مسلمین کو شریک کرنا ثابت وجائز ہے یا نہیں۔

ج ع ۲۲۳ یہ تمام اُمور بہ نیت خیر کرتے جائز ہیں "ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ" ولقولہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ "اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" پس اسی اُصول کے مطابق بزمِ غوثیہ بزمِ چشتیہ وغیرہ بناکر بزرگانِ دین کے عُرس شریف، میلاد النبی اور گیارھویں شریف کے جلسے دن اور وقت مقرر کرکے کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی ما ثبت بالسنۃ میں دن مقرر کرنے کے متعلق لکھتے ہیں "اِنَّمَا ھُوَ مِنْ مُسْتَحْسَنَاتِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ" یعنی دن مقرر کرنا علماء متاخرین کے نزدیک مستحسن ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

---

۴ - فاتحہ و ختم بر طعام

طعام کو سامنے رکھ کر اُس پر فاتحہ و ختم یعنی آیاتِ قرآنیہ و کلمات طیّبات کا پڑھنا جائز باعثِ ثواب اور سُنّتِ نبوی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے ارشاد فرماتے ہیں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (پ۱۱ س توبہ) ترجمہ:- ان کے مال سے خیرات لے کہ پاک کرے اُن کو یعنی ظاہر اور پاکیزہ کرے تو ان کو ساتھ اس کے یعنی باطن میں اور دعاءِ خیر بھیج اُوپر اُن کے تحقیق دعاءِ خیر تیری تسکین ہے واسطے اُن کے (مطابق ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی) اس آیت شریفہ کے تحت میں امام بخاری علیہ الرحمۃ باری بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی سے روایت لاتے ہیں کہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَتِهِمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ فُلَانٍ فَاَتَاهُ اَبِيْ بِصَدَقَتِهٖ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى یعنی نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی عادت شریف تھی کہ جب کوئی شخص آپ کے پاس صدقہ لے کر آتا۔ تو آپ فرماتے۔ اے اللہ تعالیٰ فلاں کی اولاد پر مہربانی فرما (چنانچہ) جب میرے والد آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ ابی اوفٰی کی اولاد پر مہربانی فرما۔ ۲- مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ انصاری خاوند والدہ حضرت انس نے حضور علیہ السّلام کی بھوک کی وجہ آواز شکست پاکر اپنی بیوی اُمّ سلیم سے کہا کہ اگر تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے تو لاؤ۔ چنانچہ انہوں نے کچھ جَو کی روٹیاں ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت انس کے حوالے کیں اور وہ ان روٹیوں کو اُس مسجد میں جو غزوۂ خندق میں حضور نے نماز پڑھنے کے لئے بنائی تھی لے گئے اور بعد سلام حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضورؐ یہ روٹیاں ابوطلحہ نے بھیجی ہیں۔ حضور علیہ السّلام کے پاس اس وقت بہت

سے لوگ موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ آپ سب لوگ ضیافت کھانے کے لئے ابوطلحہ کے گھر چلیں چنانچہ آپ ابوطلحہ کے گھر تشریف لے گئے۔ امّ سلیم نے روٹیاں پیش کیں حضور نے ان کو تڑوا کر یعنی ریزہ ریزہ کروا کر اُن میں گھی کا کُپا نچڑوایا اور مالیدہ بنوایا ثُمَّ دَعَا فِیْهِ بِالْبَرَکَةِ فَعَادَ کَمَا کَانَ فَقَالَ دُوْنَکُمْ هٰذَا (صحیح مسلم شریف) یعنی پھر اس پر برکت کے لئے دُعا فرمائی" اور پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا حتّٰی کہ اسّی آدمی کھا گئے یا اس سے زیادہ پھر حضور علیہ السلام نے خود تناول فرمایا۔ اور ابوطلحہ کے تمام گھر والوں نے بھی کھا لیا مگر کھانے میں پہلے سے ذرا بھی کمی واقع نہ ہوئی۔

مظاہر الحق شریف میں ہے کہ حضور نے اس کھانے پر ان الفاظ میں دُعا فرمائی بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ فِیْهَا الْبَرَکَةَ یعنی اے مولا کریم اس کھانے میں زیادہ برکت عطا فرما۔

۳۔ ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے روبرو ایک شخص نے بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا کھایا۔ پس جب ایک لقمہ باقی رہ گیا تو بِسْمِ اللّٰهِ مِنْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ کہہ کر اس کو مُنہ میں رکھ لیا۔ اس بات پر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ہنسی آگئی۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس کے ساتھ شیطان کھاتا تھا۔ جب اُس نے بسم اللہ پڑھی۔ تو شیطان نے جو کچھ کھایا تھا کھڑے ہو کر قے کر دیا۔ اسی طرح صحیح مسلم شریف میں روایت ہے کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اُس میں شیطان کا حصّہ ہو جاتا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ جب قرآن شریف کی ایک آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (پ ۱۹ س نمل) کا پڑھنا کھانے پر جائز اور ضروری ہُوا۔ تو دوسری قرآنی آیات جو فاتحہ میں پڑھی جاتی ہیں۔ کیوں ناجائز اور بدعت ہوں گی؟

۴۔ مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب لوگ بھوک سے نڈھال ہو گئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے دُعا کرانی چاہی۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ

کہ جو جو کسی کے پاس بچا ہوا تھوڑا بہت کھانا موجود ہو، لے آئے۔ چنانچہ ایک چمڑے کے دسترخوان پر کسی نے مٹھی جوار کسی نے مٹھی کھجور اور کسی نے روٹی کے ٹکڑے لا کر جمع کر دیئے فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَرَکَۃِ یعنی پھر حضور علیہ السلام نے کھانے پر دعا فرمائی چنانچہ تمام لوگ اپنے برتن بھر بھر کر لے گئے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۴ صفحہ ۵۹۱ میں اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں: "و لشکر در غزوہ تبوک گفتہ اند کہ بصد ہزار رسیدہ بود" یعنی اس موقع پر پورے ایک لاکھ صحابہ کرام موجود تھے۔ جن کے سامنے حضور علیہ السلام نے کھانا آگے رکھ کر اس پر دعا فرمائی۔ پس ان احادیث کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام نے کھانے پر دعا مانگی ہے۔ ہاں حضور علیہ السلام نے وہ دعا فرمائی جس کی آنجناب کو ضرورت تھی۔ مگر ہم وہ دعا مانگتے ہیں جس کی ہمیں ضرورت ہوتی ہے مگر نفسِ دعا میں دونوں برابر ہیں۔ باقی رہا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا ثبوت، سو جامع صغیر علامہ جلال الدین سیوطیؒ میں حدیث ہے اِنَّہٗ کَانَ اِذَا دَعَا جَعَلَ بَطْنَ کَفَّیْہِ اِلٰی وَجْھِہٖ یعنی جب حضور علیہ السلام دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھانے میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی اپنے چہرۂ مبارک کی طرف کرتے۔ پس اس (قولی اور فعلی) دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی ثابت ہو گیا۔" واللہ اعلم بالصواب۔

مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی سے فاتحہ بر طعام کا ثبوت

فرماتے ہیں "پس دہ مرتبہ درود خواندہ تمام کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا تعالیٰ سوال نمایند" یعنی اس کے بعد دس دفعہ درود شریف پڑھ کر اور کچھ شیرینی پر خواجگانِ چشت کے نام کی فاتحہ پڑھیں اور اپنی حاجات کے رفع ہونے کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کریں (انتباہ فی سلاسل اولیاء صفحہ ۱۰۰)

پھر زبدۃ النصائح شریف صفحہ ۱۳۲ میں فرماتے ہیں: "اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر

فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں بپزند و بخورانند مضائقہ نیست جائز است وطعام نذر اللہ اغنیا را خوردن حلال نیست۔ اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن دراں جائز است۔" اگر چورمہ یا کھیر وغیرہ پر کسی بزرگ کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے فاتحہ پڑھ کر کسی کو کھلادیں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز خدا تعالیٰ کی نیاز کا کھانا صرف مساکین کو اور کسی بزرگ کا فاتحہ دادہ کھانا امیروں اور غریبوں سب کو کھانا جائز ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلوی سے کھانے پر دعا۔ مانگنے کا ثبوت

فرماتے ہیں :۔ ا۔ حضرت امیر و ذریّتہ طاہرہ او را تمام اُمّت برمثالِ پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را وابستہ ایشاں دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنامِ ایشاں رائج و معمول گردید۔ چنانچہ امیر المومنین جناب علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضور کی اولاد مطہرہ کو تمام اُمّت بمنزلہ پیروں اور مرشدوں کے جانتی اور امور تکوینیہ کو اُن سے وابستہ جانتی ہے اور لوگ فاتحہ درود، نذر و صدقات وغیرہ اُن کے نام دیتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے اولیاء کرام کے ساتھ بھی لوگ یہی معاملہ کرتے ہیں۔

۲۔ اور پھر سوالات عشرہ محرّم کے سوالِ نہم کے جواب میں لکھتے ہیں: "طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ و قُل و درود خوانند تبرک میشود و خوردن آں بسیار خوب است۔" یعنی جس کھانے اور نیاز کا ثواب حضرت امامین علیہم السّلام کے ارواحِ طیبّہ کو بخشیں۔ اور اس پر فاتحہ و قُل و درود پڑھیں تو وہ کھانا متبرک ہو جاتا ہے اور اس کا کھانا بہت بہتر ہے (فتاویٰ عزیزی جلد ا صہ ۵)

۳۔ نیز تفسیر عزیزی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں "چنانچہ فاتحہ و قُل و درود خواندن طریق متعین است۔ برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح۔" یعنی اسلام میں قُل شریف اور الحمد شریف پڑھ کر کھانے اور شربت وغیرہ کا ثواب اموات کو پہنچانے کا طریقہ متعیّن اور مقرر ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی سے فاتحہ بر طعام کا ثبوت۔

صراط مستقیم ص۶۴ میں لکھتے ہیں: ”نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات با طعام وفاتحہ خوانی خوب نیست۔ چہ این معنی بہتر و افضل۔ الخ (ترجمہ) یہ نہ سمجھیں کہ مُردوں کے لئے طعام اور فاتحہ خوانی کے ذریعے سے نفع پہنچانا درست نہیں بلکہ ایسا کرنا بہتر اور افضل ہے۔“

تفسیر مدارک معالم بیضاوی اور کبیر میں روایت ہے کہ نماز ظہر کے وقت ایک سائل نے مسجد نبوی میں آکر سوال کیا۔ جب اُسے کچھ نہ ملا۔ تو آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا یا اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے مسجد نبوی میں سوال کیا اور محروم رہا۔ یہ سُن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اس وقت رکوع میں تھے۔ اپنا دایاں ہاتھ اُس کی طرف کر دیا۔ اس نے حضور علیہ السّلام کے سامنے ہی انگوٹھی آپ کے دستِ اقدس سے اُتار لی۔ مولیٰ کریم نے یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ (پ۶ س مائدہ) یعنی دیتے ہیں زکوٰۃ اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ کے ارشاد عالی سے آپ کی تعریف فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ جب حالتِ نماز میں جبکہ کسی قسم کی غیر حرکت کرنی منع ہے۔ جمع بین العبادتین جائز ہے تو خارج از نماز بھی تلاوت قرآن مجید دُعا تقسیم شیرینی اور طعام جو بصورت ختم مروّج ہے جائز ہوگا۔ نیز پروردگارِ عالم قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (پ۲ بقر) یعنی پہنچتا ہوں پُکارنے والے کی پکار کو جس وقت مجھے پکارتا ہے (ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب) اس آیت شریفہ میں جب ہر وقت دُعا مانگنے کی اجازت ثابت ہے تو کوئی آدمی اگر تیجہ، چہلم، عرس شریف اور گیارھویں شریف کے دن کھانے یا شیرینی پر دعا کرے گا تو کیوں جائز نہ ہوگی؟ نیز رب العزّۃ فرماتے ہیں وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یعنی اے محبوب محترم صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے خاص دعام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ اس آیت شریفہ میں مومنین

سے زندہ اور مُردہ دونوں مراد ہیں اور اس آیت شریف میں تخصیص زمانی اور مکانی بھی نہیں ہے پس اس سے ہر وقت اور ہر جگہ استغفار زندوں اور مُردوں دونوں کے لئے دُرست ثابت ہُوا۔

تمام قرآن پاک اور حدیث شریف میں کہیں بھی کھانے پر دُعا نہ مانگنے کا حکم نہیں۔ لہٰذا خواہ مخواہ منع کرنا بھی جائز اور درُست نہیں ہے۔ واللّٰہ اعلم وعلمہٗ اتم۔

ف یاد رہے کہ کھانے پر دُعا مانگنا مستحب ہے واجب نہیں ؛

مزاراتِ اولیاء اللہ یا بزرگوں کی درگاہوں میں حاضر ہو کر قربانی کرنے یا مانی ہُوئی نذر ادا کرنے کا ثبوت : ۔مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ابُوداؤد حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السّلام کے زمانہ مبارک میں ایک شخص نے نذر مانی تھی کہ وہ ایک اونٹ مقام بوانہ پر (جو کہ مکّہ معظمہ کے نیچے ایک گاؤں ہے) جا کر قربانی کرے گا چنانچہ وہ شخص حضور علیہ السّلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہُوا اور اس کی اجازت چاہی تو حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ کیا وہاں زمانہ جاہلیت کے بُتوں میں سے کوئی بُت ہے جو (اب تک) پُوجا ہے ؟ عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا وہاں زمانہ جاہلیت کے مشرکوں کا میلہ ہوتا ہے ؟ جیسا کہ وہ کیا کرتے تھے۔ عرض کیا نہیں۔ یہ سُن کر حضور علیہ السّلام نے فرمایا :- اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ یعنی اپنی نذر پُوری کر اس لئے کہ وہ نذر پُوری نہیں ہونی چاہیئے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آئے اور نہ وہ نذر جس پر انسان قُدرت اور طاقت نہ رکھتا ہو"

(ف) مثلاً اگر کوئی نذر مانے کہ مَیں فلاں ولی کے مزار پر بیٹے کی قربانی دوں گا یا رنڈی نچاؤں گا۔ یا آتشبازی چھوڑوں گا تو یہ نذر بوجہ معصیت ممنوع ہوگی۔ ہاں اگر کوئی یہ نذر مانے کہ مَیں فلاں درگاہ کے درویشوں یا فلاں مزار کے فقراء کو فی سبیل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاؤں گا۔ تو یہ نذر ہر طرح

سے جائز ہے۔ جیساکہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی انفاس العارفین شریف میں لکھتے ہیں: "حضرت ایشاں یعنی آپکے والد ماجد شاہ عبدالرحیم در قصبہ ڈانسہ بزیارتِ مخدوم الہ دیا رفتہ بودند۔ شب ہنگام بود۔ دراں فرمودند کہ مخدوم ضیافت ما می کنند۔ و مے گویند کہ چیزے خوردہ روید۔ توقف کردند۔ تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد۔ آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی بر سر و گفت کہ نذر کردہ بودم کہ زوجِ من بیاید۔ ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہِ مخدوم اللہ دیا رسانم۔ دریں وقت آمد۔ ایفائے نذر کردم و آرزو کردم کہ کسے آنجا باشد تا تناول کند"۔ ترجمہ:۔ ایک دفعہ والد ماجد قصبہ ڈانسہ میں مخدوم اللہ دیا صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ رات کا وقت تھا۔ والد صاحب نے فرمایا کہ مخدوم ہماری ضیافت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھانا کھاکر چلے جانا ہم ٹھہر گئے حتیٰ کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہوگئی۔ زیادہ دیر ہوجانے کی وجہ سے دوستوں کو ملال پیدا ہوا۔ اس وقت ایک عورت چاولوں اور شیرینی کا تھال سر پر رکھے ہوئے آئی اور کہا میں نے نذر مانی تھی۔ کہ جب میرا خاوند آئیگا۔ تو کھانا پکاکر مخدوم الہ دیا کے درباریوں کو کھلاؤنگی۔ اس وقت میرا خاوند آیا۔ میں نے نذر پوری کردی۔ خیال تھا کہ اگر کوئی وہاں ہوگا کھالے گا۔

مزاراتِ اولیاء اللہ یا قبرستان میں وعظ کرنے کا ثبوت

وعظ و ہدایت کرنا امرِ الٰہی اور بذاتِ خود ایک مستحسن اور مقبول فعل ہے اور دن مقرر کرکے وعظ و ہدایت کرنے کا ثبوت بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ بحوالہ بخاری و مسلم شریف باب تعین الیوم میں پیچھے لکھا جاچکا ہے۔ ہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ بزرگانِ دین کے مزارات مقدسہ پر اعراس وغیرہ کے دنوں میں اکٹھے ہوکر وعظ و نصیحت و مسائل وغیرہ کرنے کا تمہارے

پاس کیا ثبوت ہے۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ بخاری شریف طبع مجتبائی صفحہ ۱۸۲ باب مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدِ اَصْحَابِہٖ حَوْلَہٗ الخ میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ میں تھے۔ پس ہمارے پاس نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آکر بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرداگرد بیٹھے اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی جس کو زمین پر لٹکا کر سر جھکا لیا، اور اپنی چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کیا۔ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اَوْ مَا نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ اِلَّا كُتِبَ مَكَانُهَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ اِلَّا وَقَدْ كُتِبَتْ شَقِيَّةً اَوْ سَعِيْدَةً فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا نَتَّكِلُ عَلٰى كِتَابِنَا وَنَدَعُ الْعَمَلَ فَمَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ فَسَيَصِيْرُ اِلٰى عَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا مَنْ كَانَ مِنَّا مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ فَسَيَصِيْرُ اِلَى عَمَلِ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ السَّعَادَةِ وَاَمَّا اَهْلُ الشَّقَاوَةِ فَيُيَسَّرُوْنَ لِعَمَلِ الشَّقَاوَةِ ثُمَّ قَرَاَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الخ۔ یعنی تم میں سے کوئی نہیں جس کا ٹھکانا جنّت و دوزخ سے لکھا گیا۔ اور تحقیق لکھا گیا ہے۔ اس کا شقی یا سعید ہونا۔ تب ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا پس نہ بھروسہ کر لیویں ہم اپنے نوشتہ پر اور چھوڑ دیویں ہم عمل کو۔ پس جو شخص ہم سے اہل سعادت سے ہوگا۔ پس عنقریب پہنچے گا۔ اہلِ سعادت کے عمل کو اور لیکن جو شخص ہم سے اہلِ شقاوت سے ہوگا۔ سو عنقریب اہلِ شقاوت کے عمل کو پہنچ جائے گا۔ پس فرمایا نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لیکن اہلِ سعادت پس آسان کئے جاویں گے واسطے عمل سعادت کے، اور لیکن اہلِ شقاوت پس آسان کئے جاویں گے واسطے عمل شقاوت کے۔ پھر پڑھا فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى الخ (رواہ البخاری) اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ گیارھویں شریف بدعت ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ بُری بدعت وہ ہوتی ہے۔ جو قرآن اور حدیث کے مخالف ہو۔ اور اس کی اصل قرآن اور حدیث نبوی صلّی

اللہ علیہ وسلم میں نہ پائی جائے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (مشکوٰۃ) یعنی جو شخص ہمارے دین میں ایسی نئی بات نکالے جو اس میں موجود نہ ہو۔ تو وہ رد ہے" اسی لئے مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے "نکالنا اس چیز کا کہ مخالف کتاب اور سنّت کے نہ ہو بُرا نہیں۔

اور گیارھویں شریف کی غرض و غایت محض ایصال ہے۔ جس کا ثبوت قرآن شریف اور حدیث پاک میں موجود ہے۔ تو پھر اس پر بدعت سیّئہ کا اطلاق کس طرح جائز ہوگا۔ اور اس کے مجوّزین نعوذ باللہ مشرک کیوں ہونگے؟ جیسا کہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی ایڈیٹر اخبار تنظیم اہلحدیث نے کسی سائل کے فتویٰ پوچھنے کے جواب میں عامل نیاز گیارھویں شریف کو مشرک ٹھہرایا ہے۔ وھو ھٰذا۔

حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کا فتوےٰ

۳۔ اگر واقع بالکل سچ ہے۔ تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لڑکا بھی گیارھویں دیتا اور رکھتا ہے۔ تو وہ مشرک ہے اور مشرک کے ساتھ نکاح فسخ ہو جاتا ہے (اخبار تنظیم اہلحدیث روپڑ صفحہ ۵۔ ۱۵ فروری ۱۹۳۵ء)

مولوی رشید احمد صاحب دیوبندی فتاوٰی رشیدیہ حصّہ اوّل صفحہ ۹۵ میں لکھتے ہیں "گیارھویں حرام ہے" (قرآن پڑھا ہوا یا صدقہ) ایسے عقائد فاسد موجبِ کُفر ہیں۔

دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو محض فروعات کی بناء پر باہمی تکفیر اور تفرقہ بازی سے محفوظ رکھے۔ آمین بحرمتِ سیّد المرسلین۔

نیز جس طرح حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک کے بعد امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ مبارک کی پہلی اذان بڑھا دی (دیکھو بخاری

شریف کتاب الجمعہ بروایت سائب بن یزید) اور اسی طرح نماز تراویح باقاعدہ اور باجماعت حضور علیہ السّلام کے بعد امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ مبارک میں قائم ہوئی (دیکھو بخاری شریف و دیگر کتب حدیث)

پس اسی اصول کے مطابق نیاز گیارھویں شریف کی مالی عبادت کو بھی قیاس کر لو جس کا مقصود محض ایصالِ ثواب ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔

آخر میں ناظرین کرام سے التماس ہے کہ اگر میری کم مائگی کی وجہ سے اس میں کوئی خامی دیکھیں۔ تو چشم پوشی فرمائیں۔ اور اگر کوئی بات پسند خاطر قدس آجائے تو اس بندۂ گنہگار اُمیدوار رحمتِ پروردگار کے حق میں دُعاءِ خیر فرمائیں۔ ع بر کریماں کارہا دشوار نیست

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اٰمِيْن ۝

ثبوتِ جوازِ استمدادِ اَولیاءَ اللہ

اخبار اہلحدیث امرتسر صفحہ ۱۳۔ ۲۰ اگست ۱۹۳۶ء باب الفتاویٰ میں رقوم ہے "س ۲۱۷۔ عدالت حکّام پولیس، وکیل، مختار، ڈاکٹر، حکیم، نائی، دھوبی، درزی، گاڑیبان اور یکے بان، کاریگر، مزدور، نوکر چاکر، ماما دائی، گاڑی، گھوڑے وغیرہ سے اپنے کاموں، حاجتوں میں مدد توسّل چاہنا۔ وقتِ حاجت ندا کرنا، جناب باری سے قطع نظر کر کے اُن کو حاجت روائے مستقل و حقیقی جان کر شرک ہے یا نہیں؟

ج ۲۱۷۔ ان کو حقیقی حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔ ایسا کوئی نہیں کرتا۔ ہاں حسب ضرورت ان سے مدد لینا بحکم آیت تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

اِن سے تعاون جائز ہے۔" انتہا کلامہ"

فقیر کہتا ہے۔ کہ جب نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھوپالوی (سردار اہلحدیث) کا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی نے ناک میں دم بند کیا۔ تو آپنے بھی اپنے اُستاد مُلّا شوکاتی اور علّامہ ابنِ قیمؒ سے استمداد فرماکر مندرجہ بالا فتوے کی اپنی کتاب نفح الطیب میں اس طرح تائید کی ؎

زمرہ رائے درافتادیہ اصحابِ سُنن
ابنِ قیمؒ مددے، قاضیٔ شوکاں مددے

۲- علّامہ وحیدالزّمان شارحِ صحاح ستّہ پیشوائے اہلحدیث نے بھی عقائد اہلحدیث مطبوعہ میور پریس دہلی کے صفحہ ۲۳ پر اس کے جواز کا اس طرح فتویٰ دیا۔ اَلنِّدَاءُ فَیَجُوْزُ لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی مُطْلَقًا سَوَآءٌ کَانَ حَیًّا اَوْ مَیِّتًا یعنی ندائے لغیر اللہ زندہ اور مُردہ دونوں کے لئے مطلقاً جائز ہے۔

۳- اسی طرح حافظ محمدؒ لکھوی (سردار اہلحدیث) بھی اولیاء اللہ کے بحکمِ خدا مدد کرنے کی زینت الاسلام جلد اوّل صفحہ ۲۴ میں بدیں الفاظ تائید کرتے ہیں ؎

جے تنگی ترشی رب دے نجادن چاہے آپ کرائیں
رُوح وَلیاں دے مدد بھیجے کجھ تعجّب ناہیں

نیز حصنِ حصین میں بروایت عُتبہ بن غزوان بحوالہ طبرانی بزاز وابن ابی شیبہ وغیرہ سے روایت ہے۔ کہ حضور علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا "جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور وہاں کوئی امداد کنندہ نہ ہو۔ تو کہو یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یعنی اَے اللہ کے بندو بحکمِ خُدا میری مدد کرو"

پس اسی اُصول کے مطابق خدا تعالیٰ کو ہی حقیقی حاجت روا سمجھتے ہوئے اولیاء اللہ سے توسّل اختیار کرتے وقت ؎

غوث الاعظم بمن بے سروساماں مددے ۔۔۔ نُورِ ایماں مددے سیّد جیلاں مددے
بگردابِ بلا افتادہ کشتی ۔۔۔ مدد کن یا معین الدین چشتی

کہنا بھی جائز ہوگا

از شیخ التفسیر صدر الافاضل حضرت مولانا الحاج سید نعیم الدین صاحب مرادآبادی

گیارھویں شریف

اسی طرح گیارھویں تاریخ کسی خوش عقیدت مسلمان نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ کردی تو ناراض ہو گئے، ارے ناٹکوں سے نہ چڑنے والے، سینماؤں سے نہ کھسیانے والے۔ کانگرسی جلسوں اور جلوسوں میں بے پردہ عورتوں کے ساتھ اختلاط رکھنے والے، ان کی تقریریں سننے والے ایسے مجامع میں جہاں بے پردہ عورتیں بے حجابانہ تقریریں کرتی ہوں شرکت کرنے والے دبھائیو گیارھویں شریف میں آزردہ کرنے والی کونسی چیز ہے؟ قرآن کریم کی تلاوت مومن کے گھبرانے کی بات نہیں۔ وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحْدَہُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ جب خدائے وحدہٗ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل پریشان ہوتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ وَقَالَ تَعَالٰی وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تَغْلِبُوْنَ ۝ کافروں نے کہا اس قرآن کو نہ سنو۔ اور اس میں بیہودہ شور مچاؤ۔ تاکہ تم غالب ہو۔ قرآن پاک کے سننے سے گھبرانا، اس سے چڑنا اور برا ماننا یہ تو قرآن پاک نے کفّار کا کام بتایا ہے۔ گیارھویں کی فاتحہ میں قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے۔ آپ اس سے کیوں گھبراتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کیا ہوتا ہے۔ کچھ طعام یا شیرینی ہدیۃً حاضرین کو دی جاتی ہے اس میں کیا مضائقہ ہے۔ حسن سلوک اور احسان شریعت میں محمود ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی علامتوں میں شمار فرمایا ہے۔ اطعام الطعام کوئی بہت ہی بڑا سخت دل کنجوس ہوتا۔ وہ بھی دوسرے کے خرچ کرنے پر برا نہ ماننا۔ آپ میں کیا صفت ہے۔ جو آپ انفاق علی المسلمین سے بگڑ کر مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ بنے جاتے ہیں۔ اس میں آپ کو کونسی چیز ناجائز نظر آئی۔

ہاں ایک یہ بات شاید آپ کہیں کہ تلاوت وطعام کا ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے۔ حضور غوث پاک کو۔ تو آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ایصالِ ثواب عباداتِ بدنیہ و مالیہ کا شریعت نے جائز رکھا۔

حضرت سعدؓ نے حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلّم کے حسب ارشاد اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے کنوآں بنوایا۔ حدیث شریف میں موجود ہے۔ اس مسئلہ پر تمام اہلِ سُنّت کا اتفاق ہے۔ شرح عقائد اور تمام دینی کُتب میں مصرح ہے۔ پھر وہ کیا چیز ہے جو آپ کو بدعت لگتی ہے۔ صرف گیارھویں تاریخ کا تعین۔ تو کیا اس کی ممانعت میں کوئی حدیث وارد ہوگئی ہے۔ عمل خیر کے لئے تعیّن اور خاص اموات کے ایصالِ ثواب کے لئے حدیث شریف سے ثابت ہے۔ خود حضورِ انور رُوح مجسّم جان مصوّر صلّی اللہ علیہ وسلّم سالانہ شُہداءِ اُحد کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اس سے تعیّن کا پتہ چلا، اور تعیّن کا پتہ چلانا ہو۔ تو احادیث کی کتابیں مالا مال ہیں۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی لشکرِ فرعون سے نجات کے روز فتح کی خوشی کے لئے اسی تاریخ حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے روزہ رکھنے کے لئے فرمایا۔ اپنی ولادت شریف کے روز یعنی دوشنبہ کو حضور سیّد عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم روزہ رکھتے تھے۔ اور فرماتے تھے فِیْہِ وُلِدْتُ اس دن میری پیدائش ہوئی ہے یہ تعیّن ہوئی یا کیا۔ غرض کوئی عذر وحیلہ ان کے بنائے نہیں بنتا۔ کوئی شرعی دلیل اس امر کی ممانعت پر قائم ہوتی۔ تو موقعہ تھا کہ انکار کرتے۔ مگر نفس وہوا کے لئے انکار اور اہل اسلام میں تفرقہ اندازی نہایت افسوسناک جرم ہے۔"

ملخصاً۔ (ماخوذ از اخبار الفقیہ امرتسر وہفت روزہ "رضوان" لاہور۔ ۲۸ مئی ۱۹۵۲ء)

حضرت مولانا علامہ غلام جیلانی صاحب کی دوسری کتاب

بشیر الکامل بحل !

شرح

مائۃ عامل

شرح مائۃ عامل کی اردو شرح جس کی نظیر آج تک دیکھنے میں نہیں آئی

جس جس مدرس نے اسے دیکھا پکار اٹھا - کہ جو ہم ترکیب نحوی کرواتے رہے - وہ اور تھی - لیکن حق ترکیب کچھ اور تھا - ایک مرتبہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا ترکیب میں ماہر کامل استاد مدرس بن سکتا ہے - ایضاح العوامل دیوبند کے درجہ علیا کے استاد مدرس مولوی ظہور احمد نے جو اردو تراکیب کی ہے - وہ نحوی معیار سے بالکل گری ہوئی ہے وہ تو اغلاط کی پوٹ اور طلبہ کو گمراہ کرنے والی ہے - بشیر الکامل میں دیوبندی ترکیب کی موٹی موٹی تقریباً ۱۸۷ اغلاط کو بیان کیا ہے - جن کو دیوبندی بھی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا ہے - کہ ان بیچاروں کو صرف میر اور ہدایت النحو کے مسائل بھی مستحضر نہیں - ان کو شانِ الوہیت اور شانِ رسالت میں سوءِ ادبی تو تترکہ میں ملی ہے -

ملنے کا پتہ :- سُنّی دار الاشاعت علویہ رضویہ - ڈجکوٹ روڈ - لائلپور

تصحیح کنندہ :- ابو المنصور محمد صادق فاضل
جامعہ رضویہ جھنگ بازار لائلپور